غیر سودی بنک کاری

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

مرکزی مکتبہ جماعتِ اسلامی ہند۔ دہلی

غیر سودی بنک کاری

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

شعبۂ معاشیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۶

بار اول ———— ستمبر ۱۹۶۹ء

تعداد ———— ۲۰۰۰

قیمت ———— ۳/-

قیمت جلد ———— ۱/-

مطبوعہ

(جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۶)

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ سود کو ممنوع قرار دینے کے بعد بنکنگ کی تنظیم کس طرح ہوگی۔ اس کے پہلے آٹھ ابواب رسالۂ زندگی، رام پور، کے فروری ۶۶ء تا دسمبر ۶۶ء کے شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ماہنامہ چراغِ راہ، کراچی، نے فروری۔ مارچ ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں پہلے سات ابواب کا خلاصہ بھی شائع کیا تھا۔ میں ان رسالوں کے مدیر حضرات کا مشکور ہوں۔ رسالہ میں اشاعت کے بعد مجھے متعدد ماہرینِ معاشیات اور علماءِ اسلام سے اس موضوع پر استفادہ کا موقع ملا ہے۔ متعدد مسائل پر مجھے فضل الرحمٰن فریدی صاحب، شعبۂ معاشیات، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے تبادلۂ خیال کے بعد رائے قائم کرنے میں مدد ملی ہے۔ برادرم نور الحق صدیقی (ریزرو بنک) اور ڈاکٹر وحید الدین خاں صاحب (حیدرآباد) نے بھی مطبوعہ ابواب کا مطالعہ کر کے مشورے دیئے ہیں، پروفیسر علی محمد خسرو، انسٹی ٹیوٹ آف ایکونامک گروتھ، دہلی نے بڑی توجہ سے مطبوعہ ابواب کا مطالعہ کر کے تفصیلی تبادلۂ خیال کے دوران میں مجھے مشورے دیئے ہیں۔ میں ان دوستوں اور بزرگوں کا بہت مشکور ہوں، خاص طور پر میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا شکرگذار ہوں جنھوں نے اپنی شدید مصروفیت اور علالت کے

باوجود مطبوعہ ابواب کو بالاستیعاب پڑھ کر تحریری طور پر اپنی رایوں سے مطلع فرمایا۔ ان بزرگوں اور دوستوں سے استفادہ کے بعد میں نے مطبوعہ ابواب میں متعدد ترمیمیں اور اضافے بھی کئے ہیں۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ایک ضمیمہ میں اس موضوع پر اب تک کے لٹریچر کا جائزہ لیا گیا ہے جس سے مزید غور و فکر میں مدد مل سکتی ہے۔ مسئلہ کی نوعیت کے پیش نظر متعدد امور کے بارے میں خود کوئی تجویز پیش کرنا، یا آزادانہ رائے قائم کرنا ناگزیر تھا، اس لیے یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جو رائیں ظاہر کی گئی ہیں ان کی ذمہ داری صرف مصنف پر ہے نہ کہ اُسے مشورہ دینے والے بزرگوں اور احباب پر۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے جن کی دلچسپی اور تعاون سے یہ کام پورا ہوا اور طباعت کے مرحلہ سے گذر کر پڑھنے والوں تک پہنچا، اور زیرِ غور مسئلہ میں ہماری رہنمائی فرمائے۔ جیسا کہ اس کا وعدہ ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا -

محمد نجات اللہ صدیقی

شعبۂ معاشیات
مسلم یونی ورسٹی۔ علی گڈھ
۲۸ دسمبر ۱۹۶۸ء
۷ شوال ۱۳۸۸ھ

غیر سودی بنک کاری

فہرست ابواب

دیباچہ		۱
پہلا باب	بنک کا قیام	۵
دوسرا باب	بنک کا کاروبار	۱۳
تیسرا باب	بینک اور اصحابِ سرمایہ	۴۹
چوتھا باب	بینک کے قرضے	۷۵
پانچواں باب	تخلیقِ زر کا عمل	۱۱۰
چھٹا باب	مرکزی بنک	۱۴۸
ساتواں باب	نظامِ بنک کاری اور مالیاتِ عامّہ	۱۹۹
آٹھواں باب	صارفین کے لیے قرضے	۲۵۲
نواں باب	چند وضاحتیں	۲۷۶
ضمیمے		۲۹۵

فہرستِ مضامین

دیباچہ		۱
پہلا باب	بنک کا قیام	۵
دوسرا باب	بنک کا کاروبار	۱۳
	بالمعاوضہ خدمات	۱۳
	نفع آور کاروبار میں سرمایہ لگانا	۱۶
	بنک کے سرمایہ کے ذریعہ شرکت	۱۷
	بنک کے سرمایہ کے ذریعہ مضاربت	۲۴
	جاری کاروبار میں سرمایہ لگانے کا مسئلہ	۳۸
	کاروباری اداروں کے حصص کی خریداری	۴۶
تیسرا باب	بینک اور اصحابِ سرمایہ	۴۹
	مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ کا حصول	۴۹
	مضاربت کھاتہ	۵۰
	مضاربت کھاتہ کے نفع نقصان کی تعیین	۵۸
	کاروبارِ بنک کاری میں قرض سرمایہ کا استعمال	۶۳

	قرض کھاتہ	۶۶
	نقد محفوظ	۶۹
	بینکوں کے درمیان مسابقت	۷۳
چوتھا باب	بینک کے قرضے۔	۷۵
	قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت اور اُن کی فراہمی	۷۹
	قرض کھاتہ اور قصیر المیعاد قرضے	۸۲
	غیر سودی قرض دینے کے محرکات	۸۵
	قرض کھاتہ اور دیے جانے والے قرضوں کے درمیان نسبت کی تعیین	۹۲
	قرض کی طلب اور رسد کے درمیان توازن	۹۴
	قرض کی مدّت	۹۷
	قرض کے بالمقابل ضمانت	۱۰۰
	قرض کے حساب کتاب پر آنے والے اخراجات	۱۰۳
	تجارتی ہنڈیوں کا مسئلہ	۱۰۵
پانچواں باب	تخلیقِ زر کا عمل	۱۱۰
	زرِ بنک کی نوعیت	۱۱۱
	زرِ بنک کی تخلیق کا عمل	۱۱۹
	مثالیں	۱۲۳
	بنکوں میں نئے نقد کی آمد	۱۲۶
	زر کی رسد میں اضافہ	۱۲۷
	زر کی رسد میں اضافہ کے ساتھ توازن	۱۲۸
	زر کی رسد میں اضافہ کی مرحلہ وار تفصیل	۱۲۹
	زرِ بنک کی منسوخی اور زر کی رسد میں تخفیف	۱۳۷
	بنکوں کا نفع یا نقصان اور تخلیقِ زر کا عمل	۱۴۴
چھٹا باب	مرکزی بنک	۱۴۸
	اعمال و وظائف	۱۴۸
	بنیادی ضابطے	۱۵۳
	نسبتِ نقد محفوظ میں تبدیلی	۱۶۲
	نسبتِ استقراض میں تبدیلی	۱۷۲
	نسبتِ استقراض کا ترجیحی استعمال	۱۸۰
	تجارتی حصص کی خرید و فروخت	۱۸۴
	نسبتِ قرض میں تبدیلی	۱۹۲
	متعدد آلات کا استعمال	۱۹۶
ساتواں باب	نظامِ بنک کاری اور مالیاتِ عامّہ	۱۹۹
	حکومت کے مصارف اور ذرائعِ آمدنی	۲۰۲
	شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ کی فراہمی	۲۰۸
	حکومتی حصصِ مضاربت	۲۱۰
	حکومتی حصصِ شرکت	۲۱۹
	حکومتی قرضے	۲۲۹

	اسنادِ قرض	۲۳۷
	حکومتی اسنادِ قرض اور نظام بنک کاری	۲۴۶
	حکومتی حصصِ شرکت اور نظام بنک کاری	۲۴۸
	حکومتی حصص مضاربت اور نظام بنک کاری	۲۵۰
آٹھواں باب	صارفین کے لئے قرضے	۲۵۲
	صارفین کی ضروریات	۲۵۲
	قرض کے ذرائع	۲۵۵
	بنکوں سے صارفین کے لئے قرضے	۲۵۹
	زائد از جمع رقم نکالنے کا اختیار	۲۵۹
	اسنادِ خریداری	۲۶۳
	ادھار خریداری کا نظام اور ریاست	۲۶۷
نواں باب	چند وضاحتیں	۲۷۶
	بچت کی رسد	۲۷۶
	کاروباری سرمایہ کی رسد	۲۸۶
	قومی دائرہ کے لئے سرمایہ کی فراہمی	۲۸۸
	کاروبارِ بنک کاری کی نفع آوری	۲۸۹
	بنکوں کی نقدیت	۲۹۰
	غیر سودی بنک کاری اور ریاست	۲۹۱
ضمیمہ (۱)	غیر سودی بنک کاری پر کتب و مقالات	۲۹۵
ضمیمہ (۲)	فرہنگِ اصطلاحات (اردو - انگریزی)	۳۱۸

دیباچہ

اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر انسانی زندگی سے ظلم اور بے انصافی کی ایک بہت بڑی شکل کو ختم کرنا چاہا ہے اور عملی اعتبار سے دورِ جدید میں اسلامی زندگی کی تنظیم نو کے سلسلے میں یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ جدید معیشت میں سود اور سودی کاروبار کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ بنکنگ کا پورا نظام سود پر قائم ہے۔ معاشی زندگی کی اسلامی تعمیر نو کے لیے ضروری ہے کہ سود کے بغیر بنکنگ کا نظام قائم کیا جائے اور کامیابی کے ساتھ چلایا جائے۔ یہ بات کسی بحث کی محتاج نہیں ہے کہ بنکنگ کا نظام چند بنیادی، مفید اور ناگزیر خدمات انجام دیتا ہے اور اس قسم کے کسی نظام کے بغیر جدید ترقی یافتہ معیشت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی معاشیات کے موضوع پر لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ سود کے بغیر بھی بینکنگ کا نظام اس طرح چلایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے معروف وظائف انجام دے سکے۔ یہ مفکرین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ بینکنگ کی اسلامی تنظیمِ نو شرکت اور مضاربت کے شرعی اصولوں کی بنیاد پر کی جانی چاہیے لیکن ابھی تک یہ بات تفصیل سے واضح نہیں کی جا سکی ہے کہ شرکت اور مضاربت کی بنیادوں پر نظام بنک کاری کا قیام کس طرح عمل میں آئے گا اور اس کے ذریعے وہ تمام ضروری اور مفید خدمات کس طرح انجام پائیں گی جو جدید نظام بنک کاری انجام دیتا ہے۔

پیش نگاہ کتاب اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم غیر سودی نظام بنک کاری کا ایک خاکہ تجویز کریں گے۔ موضوع کی وسعت کے پیش نظر یہ خاکہ ابھی مجمل ہے اور اس کے بعض پہلو علیحدہ سے تفصیلی بحث کے محتاج ہیں لیکن ہم نے

کوشش کی ہے کہ غیر سودی نظام بنک کاری کے بنیادی خدوخال نمایاں ہو جائیں اور مزید تفصیلی تجزیے کے لیے ضروری بنیادیں فراہم ہو جائیں۔

مجوزہ خاکہ اور اس کی تشریح کے ضمن میں جو رائیں ظاہر کی جائیں گی وہ اہل علم کے سامنے غور و مشورہ کے لیے پیش کی جا رہی ہیں: تاکہ اس نئے مسئلے پر اسلام اور معاشیات کے علما، غور و فکر کے ذریعے کسی ایسی رائے تک پہنچ سکیں جو شریعت کی نگاہ میں مستند اور علم معاشیات کے نزدیک صحیح قرار پا سکے اور ساتھ ہی ہر سمجھدار آدمی کو قابل عمل بھی معلوم ہو۔

اس سے پہلے ہم قدرے تفصیل کے ساتھ شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول واضح کر چکے ہیں[1]۔ اس کتاب میں ان مباحث کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ ہم اسلام میں سود کی حرمت کو ایک مسلمہ امر تسلیم کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں اور تجارتی سود یا بنک کے سود کو حرام سود کی تعریف میں داخل سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اس کے شرعی دلائل یا حرمت سود کی عقلی توجیہ کے موضوع پر مطالعہ کرنا چاہیں وہ مناسب مآخذ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں[2]۔ اسی طرح ہم بنکوں کے اعمال و وظائف اور جدید نظریہ بنکنگ پر بھی کوئی گفتگو نہ کر سکیں گے۔ جو لوگ جدید معیشت میں بنکوں کے اعمال و وظائف کو سمجھنا چاہیں ان کو انگریزی میں اس موضوع پر ایک وسیع لٹریچر مل سکتا ہے۔ اور اردو میں بھی ایسی کتابیں موجود

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۱۹۶۹ء

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی: سود۔ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۱ء۔ مولانا مفتی محمد شفیع: مسئلۂ سود، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۳۸۰ھ۔ محمد فضل الرحمٰن: تجارتی سود، شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۶۷ء۔ ڈاکٹر انور اقبال قریشی: ISLAM AND THE THEORY OF INTEREST، شیخ محمد اشرف لاہور ۱۹۴۶ء۔

ہیں جو ضروری معلومات بہم پہنچا سکتی ہیں۔ اس کتاب میں صرف یہ واضح کیا جائے گا کہ شرکت اور مضاربت کے اصولوں پر بنکوں کا قیام کس طرح عمل میں لایا جا سکتا ہے اور وہ اپنے معروف وظائف کس طرح انجام دے سکتا ہے۔ اس بحث میں قدم قدم پر ایسے مسائل سامنے آئیں گے جن کا تعلق زر کی بابت پالیسی (MONETARY POLICY)، یا مالیات عامہ (PUBLIC FINANCE) سے ہے۔ ان مسائل پر سیر حاصل بحث بھی اس کتاب میں ممکن نہیں۔ ان سے صرف حسب ضرورت ہی تعرض کیا جا سکے گا۔

دور جدید میں تجارتی بنکوں کے علاوہ دوسرے درمیانی مالی اداروں (FINANCIAL INTERMEDIARIES) مثلاً انشورنس کمپنیوں، تعمیراتی انجمنوں، سرمایہ کار اداروں وغیرہ کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ ادارے عوام کی بچتیں جمع کرنے اور انھیں سرمایہ کاری کی مخصوص راہوں میں لگانے میں اہم حصہ لیتے ہیں۔ ان کی سرگرمیاں کریڈٹ کی رسد میں اضافہ کا سبب بن سکتی ہیں اور زر کی بابتہ پالیسی پر کسی جامع بحث میں ان اداروں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ غیر سودی معیشت میں ایسے اداروں کی نوعیت اور ان کا دائرۂ کار علیحدہ سے غور و بحث کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آئندہ مباحث میں ان سے تعرض نہیں کریں گے اور زر و بنک کاری کے روایتی (CONVENTIONAL) تصور اور وظائف کی روشنی میں گفتگو کریں گے۔ اس ابتدائی مطالعہ میں ایسا کرنا ناگزیر ہے۔

غیر سودی بنک کاری کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ اس نظام کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے ضروری ہے کہ جس ملک میں اسے نافذ کیا جائے وہاں سود قانوناً ممنوع ہو اور سودی لین دین کو قابلِ سزا جرم قرار دیا جائے۔ جہاں اس قانون کو سختی کے ساتھ نافذ نہیں کیا جائے گا وہاں اس کا امکان باقی رہے گا کہ بعض اصحابِ سرمایہ انفرادی اغراض کے تحت اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچائیں۔ وہاں سودی لین دین کا 'چور بازار' (BLACK MARKET) وجود میں آکر غیر سودی نظام کی کارکردگی کو متاثر کر سکتا ہے۔ اس ناگزیر شرط کے علاوہ بعض ایسے حالات بھی ہیں جن کو پیدا کیے بغیر اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ غیر سودی معیشت میں توازن پیدا ہو سکے۔ مثلاً حاجت مند صارفین کے لیے اجتماعی کفالت کا معقول انتظام اور سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی کی محاصل کے ذریعہ ہمت شکنی۔ یہ اور ان جیسے دوسرے سازگار حالات ایک ایسے اسلامی نظام میں بدرجۂ اولیٰ پیدا کیے جا سکیں گے جو سود کو قانوناً ممنوع قرار دینے کے ساتھ دوسرے شرعی قوانین کو بھی نافذ کرے اور شرعاً مطلوب مقاصد کو حاصل کرنے کا پورا اہتمام کرے۔ اجتماعی نظام کے اس اہتمام کے ساتھ اگر عام افراد معاشرہ دیانت، ذمہ داری، اور سماجی خدمت کے جذبہ جیسے اُن اوصاف کے بھی حامل ہوں جو اسلام اپنے پیروؤں میں پیدا کرنا چاہتا ہے تو مجوزہ غیر سودی نظامِ بنک کاری سہولت کے ساتھ چلایا جا سکے گا اور وہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکے گا۔ جس معاشرہ میں افراد کا اخلاقی معیار پست ہو اور ذاتی اغراض کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دینے کا جذبہ عام ہو وہاں غیر سودی نظام بنک کاری کو چلانے کے لیے قانون کا بیش از بیش سہارا لینا پڑے گا جس سے اس نظام کی کارکردگی متاثر ہوگی۔

پہلا باب

بنک کا قیام

بنک کا قیام شرکتِ عنان[1] کے اصول پر عمل میں آئے گا۔ چند افراد[2] سرمایہ فراہم کریں گے تاکہ اس مشترکہ سرمایے سے مضاربت پر کاروبار کرایا جائے، اور دوسری

---

[1] "شرکتِ عنان یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ اس معاہدہ کے تحت شریک ہوں کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار کے نفع و نقصان میں متعین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔"

"شرکت کی صورت میں یہ لازمی نہیں کہ ہر شریک عملاً بھی کاروبار کرنے میں حصہ لے۔ البتہ کسی شریک کو کاروبار میں عملی حصہ لینے سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اصولاً اسے یہ حق حاصل رہے گا خواہ وہ عملاً حصہ لے یا نہ لے۔"

(شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ صفحہ ۱۵ - ۱۶)

[2] ایک فرد اپنے ذاتی سرمایہ سے بھی بنک قائم کر سکتا ہے، اسی طرح حکومت بھی ریاستی سرمایہ سے بنک قائم کر سکتی ہے۔ مگر عام طور پر بنک کے قیام کے لیے کثیر سرمایہ درکار ہوگا جسے چند افراد

خدمات بالمعاوضہ انجام دی جائیں اور اس طرح نفع کمایا جائے۔ ان سرمایہ فراہم کرنے والوں کو ہم آئندہ حصّہ دار کے نام سے یاد کریں گے۔

حصّہ داروں کی تعداد کم از کم دو ہو گی۔ زیادہ سے زیادہ تعداد کے لیے اصولاً کوئی حد نہیں مقرر ہے لیکن سہولت کار اور دوسرے مصالح کے پیش نظر مناسب ہو گا کہ تعداد کی کوئی آخری حد مقرر کر دی جائے اس حد کی تعیین ہر ملک اور ہر زمانے میں مختلف ہوتی ہے مگر یہ تعداد بہت زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ اسی طرح اجتماعی مصالح کا تقاضا ہو تو حصّہ داروں کی کم سے کم تعداد بھی مقرر کی جا سکتی ہے جو دو سے زائد ہونی چاہیے۔

ان حصّہ داروں کا فراہم کیا ہوا سرمایہ باہم مساوی بھی ہو سکتا ہے اور غیر مساوی بھی۔ یہ طریقہ اختیار کرنا زیادہ موزوں ہو گا کہ سرمایے کی ایک خاص مقدار مثلاً ایک لاکھ روپے کو ایک حصّہ قرار دیا جائے اور یہ طے کر دیا جائے کہ ہر شریک جتنے حصّے چاہے خرید سکتا ہے۔ بنک کے مجموعی مشترکہ سرمایے کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقداریں بھی مقرر کی جا سکتی ہیں۔

کسی حصّہ دار کا فراہم کردہ سرمایہ بنک کے مجموعی مشترکہ سرمایے کے ساتھ جو

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵) ل کر ہی فراہم کر سکیں گے۔ اسی لیے ہم نے آئندہ مباحث میں دوسری صورتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ عملاً ان صورتوں کو اختیار کرنے کی پوری گنجائش ہو گی، اور آئندہ مباحث کے تمام نتائج کا اطلاق ان صورتوں پر بھی ہو گا۔ بجز ان مباحث کے جن کا تعلق بنک کے حصّہ داروں کے درمیان نفع کی تقسیم سے ہے۔

نسبت رکھتا ہو اسی نسبت سے وہ حصّہ دار بنک کا مالک سمجھا جائے گا۔

کاروبار بنک کاری کے منافع کے سلسلے میں یہ اصول اختیار کر لینا مناسب ہو گا کہ ان کی تقسیم سرمایوں کی مقداروں (یا حصص کی تعداد) کی نسبت سے ہو گی۔ بنک کے مجموعی نفع کو اس کے مجموعی سرمایے پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اس طرح فی صد جو نفع آئے گا اسی کے حساب سے ہر صاحبِ سرمایہ کا نفع متعیّن کر لیا جائے گا۔ اصولاً اس بات کی پوری گنجائش ہے کہ شرکاء کے لیے نفع کی ایسی نسبتیں طے کر لی جائیں جو ان کے فراہم کردہ سرمایوں (خرید کردہ حصص) کے تناسب کی پابند نہ ہوں بلکہ ان سے مختلف ہوں۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض شرکاء دوسرے شرکاء کی بہ نسبت زیادہ تجربہ کار اور باصلاحیت ہوں، یا وہ زیادہ کاروباری اعمال انجام دینے کی ذمّہ داری لے رہے ہوں۔ لیکن حسابات میں سہولت اور کاروبار بنک کاری کی نوعیت کے پیش نظر ہماری رائے یہی ہے کہ کاروبار بنک کاری کے منافع شرکاء بنک کے درمیان ان کے فراہم کئے ہوئے سرمایوں کی مقداروں کی نسبت سے تقسیم کیے جانے چاہئیں۔

اگر کسی سال کاروبار بنک کاری میں بحیثیت مجموعی نقصان ہو تو یہ نقصان لازماً شرکاء بنک کے درمیان ان کے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم پائے گا۔ جیسا کہ شرکت کے شرعی احکام بیان کرتے ہوئے واضح کیا جا چکا ہے[1]۔

بنک کے قیام کے لیے شرکت کا معاہدہ اس شرط کے ساتھ کیا جائے گا کہ بنک براہ راست صنعتی، زرعی یا تجارتی کاروبار نہیں کرے گا[2] بلکہ مشترکہ سرمایہ کو شرکت

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحہ ۲۱

[2] یہ اصول ہم کسی شرعی پابندی کی بنا پر نہیں تجویز کر رہے ہیں بلکہ اس کی بنیاد کاروباری بنک کاری
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ پر)

یا مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لیے دینے کا طریقہ اختیار کرے گا۔ ساتھ ہی بنک کاروباری افراد اور اداروں نیز عام افراد، دوسرے اداروں اور حکومت کی ایسی خدمات بھی انجام دے گا جن کے عوض معقول اُجرت مل سکتی ہو۔ یہ اجرتیں بھی بنک کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہوں گی۔

ہر شریک اس بات پر رضامندی ظاہر کرے گا کہ بنک کے مشترکہ کاروبار کی جانب سے شرکت یا مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے اس کاروبار میں لگایا جائے اور کاروبار کی توسیع کے لیے قرض سرمایہ حاصل کیا جائے۔ تمام شرکاء کی جانب سے شرکت کو اس بات کی بھی اجازت ہوگی کہ دوسرے افراد یا اداروں کو سرمایہ قرض دیا جائے یا مضاربت یا شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا جائے۔ بنک کو پورا اختیار ہوگا کہ مشاہرہ یا اُجرت کے عوض مزدوروں کارکنوں اور ماہرین فن کی خدمات حاصل کرے۔ عمارتیں، سواریاں اور دوسرے سامان ضرورت خریدے یا کرایے پر حاصل کرے۔ اور مشترکہ سرمایہ میں وہ تمام تصرفات کرے جو بنک کے کاروبار کے مفاد میں ہوں۔

ہر شریک کو دوسرے شرکاء کی طرف سے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں کوئی دوسرا کاروبار کرے یا کسی کاروباری ادارے میں شرکت یا مضاربت کے اصول پر شامل ہو اور سرمایہ قرض لے یا قرض دے۔ شرکاء کے انفرادی

حاشیہ ۲ بقیہ ص۷ : اور معیشت کے مجموعی مصالح ہیں۔ ان مصالح کے بارے میں اختلاف رائے ممکن ہے لہٰذا یہ اصول بھی قابل ترمیم ہو سکتا ہے۔

اور نجی کاروباری تصرفات کا مشترکہ کاروبار سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

بنک کے کاروبار سے متعلق تمام اہم فیصلے حصہ داروں کے باہمی مشورے سے طے پائیں گے۔ اگر حصہ داروں کی تعداد بہت بڑی ہو تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ بہت سے امور کے بارے میں جن کی تعیین پہلے سے کر لی جانی چاہیے، فیصلے کا اختیار اپنی ایک نمائندہ مجلس کے سپرد کر دیں۔ روزمرہ کاروباری فیصلوں کو تنخواہ دار منیجروں کے سپرد کیا جا سکتا ہے جن کے تقرر اور معزولی کا اختیار حصہ داروں یا ان کے نمائندوں پر مشتمل مجلس کو ہوگا۔

کاروبارِ بنک کاری چونکہ ایک مسلسل کاروبار ہے لہٰذا اس کی تکمیل یا اختتام کا کوئی وقت نہیں مقرر ہے۔ ایسی صورت میں حصہ داروں کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ نفع ونقصان کی تعیین کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کر لیا جائے جو حصہ داروں اور شرکت دونوں کے حق میں موزوں ہو۔ مناسب ہوگا کہ ہر مالی سال کے اختتام پر شرکت کے نفع ونقصان کی تعیین کے لیے اس کے حسابات کی جانچ کی جائے۔ مجموعی نفع یا نقصان کی تعیین کے بعد ہر حصہ دار کے نفع یا نقصان کو متعین کیا جائے اور اس کے حصہ کا نفع اسے دے دیا جائے۔ نقصان کی صورت میں اسے مطلع کر دیا جائے کہ اس کے سرمایہ میں نقصان کے بقدر کمی واقع ہو گئی ہے۔ اس کے بعد آئندہ سال کے لیے معاہدہ شرکت کی تجدید کرتے ہوئے کاروبار جاری رکھا جائے۔ نئے مالی سال کا حساب پچھلے سال سے علیحدہ ہوگا۔ اس کے نقصانات کی تلافی میں وہ منافع نہیں واپس لیے جا سکیں گے جو پہلے تقسیم کیے جا چکے ہیں، نہ اس کے نفع سے گزشتہ نقصانات کی تلافی کی جا سکے گی۔ البتہ نقصان کی صورت میں حصہ داروں

کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے سرمایہ میں واقع ہونے والی کمی کو پورا کرنے کے لیے نقصان کے بقدر مزید سرمایہ فراہم کر دیں۔[1]

ہر شریک کو ہر وقت اس کا اختیار ہوگا کہ وہ شرکت سے علیحدہ ہو جائے۔ کسی حصہ دار کی جانب سے علیحدگی کا نوٹس ملنے پر اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ مشترکہ کاروبار کے حسابات مکمل کر کے اس شریک کا سرمایہ مع اس کے حصہ کے نفع یا نقصان کے واپس کر دیا جائے۔ اگر حسابات کی تکمیل کے لیے کچھ عرصہ مثلاً رواں سہ ماہی کے اختتام تک، انتظار ضروری ہو تو ایسا کیا جائے گا۔ اس بات کی بھی پوری گنجائش ہے کہ شرکت کا معاہدہ کرتے وقت شرکاء اپنے کو اس کا پابند کر لیں کہ کسی شریک کی علیحدگی مالی سال کے اختتام، یا سہ ماہی حسابات کے موقع پر ہی عمل میں آسکے گی۔ علیحدہ ہونے والے شریک یا شرکاء کے علاوہ باقی شرکاء کے حق میں شرکت باقی رہے گی۔[2]

کسی شریک کی موت سے اس شریک کی حد تک شرکت ختم ہو جائے گی اور مذکورہ بالا طریقے کے مطابق حسابات مکمل کر کے اس کا سرمایہ مع نفع یا نقصان کے اس کے شرعی

---

[1] ملاحظہ ہو: شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۳۸-۳۹
یہ معاملہ کی نوعیت کا اصولی تقاضا ہے۔ عملاً ایسی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں کہ نقصان کی تلافی کے لیے کسی حصہ دار سے مزید سرمایہ طلب کرنے کی ضرورت نہ پڑے، جیسا کہ اگلے باب میں واضح کیا گیا ہے۔

[2] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ صفحہ ۱۳۰۔

ورثاء یا ان افراد کو واپس کر دیا جائے گا جن کے حق میں اس نے وصیت کی ہو۔ البتہ اگر باقی شرکاء راضی ہوں تو مرنے والے حصہ دار کے وارث یا ورثاء کو اس کی جگہ دی جا سکتی ہے۔[1]

چونکہ بنک کو اس کے شرکاء کی جانب سے کاروبار کے لیے قرض لینے اور قرض دینے کی اجازت ہوگی لہٰذا ان شرکاء کی مالی ذمہ داری ان کے فراہم کردہ سرمایہ تک محدود نہیں ہوگی بلکہ ان سے متجاوز ہوگی۔ چونکہ عام طور پر قرض لین دین کے سلسلے میں بنک کسی حد کا پابند نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر شریک (حصہ دار) کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہوگی۔ اگر کاروبار بنک کاری میں اتنا زبردست خسارہ ہو کہ لیے ہوئے قرضوں اور دوسری واجب الادا رقوم کی ادائیگی کے لیے مشترکہ سرمایہ کافی نہ ہو تو اس کمی کو حصہ دار اپنے ذاتی مال میں سے پوری کریں گے۔[2] البتہ کسی حصہ دار نے اپنی ذاتی حیثیت میں جو مالی ذمہ داریاں اٹھائی ہوں ان کی ادائیگی میں دوسرے حصہ دار اس کے شریک نہ ہوں گے۔ حصہ داروں کے نجی کاروبار کی مالی ذمہ داریوں سے شرکت کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۱۴۶-۱۴۹

[2] " " " " ، صفحات ۱۲۰-۱۲۱

[3] بنک کے قیام کے بارے میں مذکورہ بالا بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے لیے سرمایہ شرکت کے اصول پر فراہم کیا جائے گا اور شرکاء کی مالی ذمہ داری (LIABILITY) غیر محدود ہوگی۔ دورِ جدید میں بڑے بنکوں کا قیام محدود مالی ذمہ داری (LIMITED LIABILITY) کے اصول پر حصص کی فروخت کے ذریعہ فراہم کیے ہوئے سرمایہ سے عمل
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

میں لایا جاتا ہے۔ بنک شرکت کی معروف فقہی شکل کے بجائے مشترکہ حصص پر مشتمل کمپنی (JOINT STOCK COMPANY) کے طور پر منظم کیا جاتا ہے۔ شریعت کی رو سے اس تنظیم کی نوعیت کیا ہے اور اس میں حصہ داروں کی مالی ذمہ داری محدود رکھی جا سکتی ہے یا نہیں، یہ ایک قابلِ تحقیق مسئلہ ہے۔ مسئلہ کی سادہ صورت کو سامنے رکھ کر یہی رائے بنتی ہے کہ حصہ داروں کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہونی چاہیے تاکہ کاروبار بنک کاری میں کسی زبردست خسارہ کی صورت میں بنک سے لین دین کرنے والوں کے مفادات محفوظ رہ سکیں مگر دورِ جدید میں ان مفادات کا تحفظ بنک کو اپنے منافع کے ایک حصہ کو مدِ محفوظ (RESERVE FUND) میں رکھنے کا پابند کر کے نیز دوسرے قوانین و ضوابط کے ذریعہ کیا جاتا ہے، لہٰذا اس موضوع پر از سرِ نو سوچنے کی ضرورت ہے۔ بحث کو پیچیدگی سے بچانے کے لیے ہم نے کسی مختلف فیہ طریقہ کو مجوزہ خاکہ میں کوئی کلیدی مقام دینے سے پرہیز کیا ہے۔ لیکن اگر بنکوں کی تنظیم محدود ذمہ داری کے مشترکہ حصص کی بنیاد پر کی جائے تو اس سے مجوزہ خاکہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ایسی صورت میں حصہ کی مقدار کم رکھ کر بڑے پیمانہ پر عام بچت کاروں اور چھوٹے اصحابِ سرمایہ سے بنک کے لیے سرمایہ جمع کیا جا سکے گا۔

دوسرا باب

بینک کا کاروبار

بینک کے کاروبار کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ وہ خدمات جو بینک فیس، کمیشن، یا متعین اجرت کے عوض انجام دے گا۔

۲۔ شرکت یا مضاربت کے اصول پر کاروبار میں سرمایہ لگانا۔

۳۔ بلامعاوضہ خدمات

ذیل میں پہلی دو قسموں کا مطالعہ کیا جائے گا تیسرے کام کا مطالعہ چوتھے باب میں کیا گیا ہے۔

بالمعاوضہ خدمات

ان خدمات سے حاصل ہونے والی آمدنی چونکہ ان خدمات کی انجام دہی پر آنے والی لاگت سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے یہ بھی بینک کے لیے نفع کمانے کا ایک اہم ذریعہ ہوں گی۔ دوسری جانب ان سے معاشرہ اور بالخصوص کاروباری طبقے کی اہم ضروریات پوری ہوں گی۔ یہ وہی خدمات ہیں جن کو معاصر بینک بھی فیس، کمیشن یا متعین معاوضوں کے بدلے انجام دیتے ہیں۔ چونکہ اس طرح کی بالمعاوضہ خدمات کی انجام دہی آج بھی سود سے پاک ہے، لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ طریقے غیر سودی نظام میں بھی جاری نہ رہیں۔ ان خدمات اور ان کی انجام دہی کے طریقوں کا تفصیلی مطالعہ موزوں مآخذ کی مدد سے کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں بعض اہم خدمات

کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا۔

ل۔ امانتیں رکھنا اور ان کی حفاظت کا اہتمام کرنا۔ بینک اپنے یہاں مقفل بکس (LOCKERS) رکھے گا جن میں زیورات، اہم کاغذات اور دستاویزیں، سندیں اور دوسری قیمتی اشیاء رکھی جا سکیں گی۔ بنک ان اشیاء کی حفاظت کا ذمہ لے گا اور اس کی مناسب اجرت وصول کرے گا۔

(ب) رقموں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ سفری چک، بینک ڈرافٹ، خطوطِ اعتماد (LETTERS OF CREDIT) اور مختلف قسم کی مالی سندوں کے ذریعے بنک چھوٹی بڑی رقوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور اس کا معاوضہ فی صد کمیشن یا فیس کی صورت میں وصول کرتے ہیں۔ چونکہ ہر بڑے بنک کی شاخیں متعدد مقامات پر ہوتی ہیں یا اگر شاخیں نہ ہوں تو بھی بنک ایک دوسرے سے لین دین رکھتے ہیں لہٰذا ان خدمات کی انجام دہی پر بنکوں کو برائے نام لاگت آتی ہے جب کہ گاہک کو اس سے کافی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ غیر سودی نظام بنک کاری میں بھی اختیار کیا جاتا رہے گا اور بنکوں کی آمدنی کا ذریعہ ہو گا۔

ج۔ بحری اور ہوائی جہازوں، ریل یا موٹر وغیرہ کے ذریعے منگوائے جانے والے تجارتی اموال اور دیگر سامانوں کو اپنے گاہکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے چھڑانے، گاہک کی طرف سے اس کی ہدایت کے مطابق ان کی قیمتیں ادا کرنے اور مال کو گاہک تک پہنچانے کی خدمات انجام دے کر بھی بینک معاوضہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی بدستور رائج رہے گا۔

د۔ اپنے گاہکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے غیر منقولہ جائداد کی خرید و فروخت کا معاملہ کرنا اور اس سلسلے میں قانونی کارروائیوں کی تکمیل کرانا بھی ان بالمعاوضہ خدمات میں سے ہے جو بینک انجام دے سکتے ہیں۔

ھ۔ بعض معاصر بنک کاروباری فریقوں کو نیا کاروبار شروع کرنے یا موجودہ کاروبار کی توسیع کے سلسلے میں ماہرانہ مشورے دینے، مشینری، خام مال اور دیگر اشیاء کی فراہمی اور خریداری میں ان کی مدد کرنے اور فی الجملہ کاروبار کی ترویج و ترقی میں ان کے کاروباری اور قانونی مشیر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں[1]۔ اس کام کی انجام دہی کے لیے بینک تنخواہ دار ماہرینِ فن کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور خود اپنے کاروباری گاہکوں سے اپنی ان خدمات کا معقول معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ یہ تمام معاوضے سود سے پاک ہیں اور غیر سودی نظام میں بھی حاصل کیے جا سکیں گے۔

و۔ بینک اپنے کھاتہ داروں اور گاہکوں کو اہم مالی امور میں مشورے دینے کے علاوہ ان کی جانب سے تجارتی حصص کی خرید و فروخت یا ان کے سرمایہ کو مختلف کاروباری اداروں میں لگانے کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں وہ اپنے گاہکوں کی

---

[1] DAVID ROCKFELLER: CREATIVE MANAGEMENT IN BANKING, PP. 40-44, MC GRAW HILL, NEW YORK. 1964. اور A. JAMES MEIGS: RECENT INNOVATIONS IN THE FUNCTIONS OF BNKS. AMERICAN ECONOMIC REVIEW. MAY 1966.

نمائندگی کرتے ہوئے ان حصص کے منافع وصول کرتے ہیں اور ان حصص کو اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ تمام خدمات بالمعاوضہ ہوتی ہیں اور مجوزہ نظام بنک کاری میں بھی جاری رہیں گی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے بالمعاوضہ خدمات کی کوئی متعین فہرست نہیں پیش کی جا سکتی۔ حالات کی تبدیلی، گاہکوں کی طلب اور بنکوں کی اپنی اپج اور پیش قدمی نئی نئی خدمات پیش کرے گی اور بنک ہر ایسی خدمت کو بخوشی انجام دے گا جس سے اس کا کاروبار بڑھتا ہو۔ اس کے گاہکوں کا حلقہ وسیع تر ہوتا ہو اور اسے مزید نفع حاصل ہوتا ہو۔ بنک اپنے تجربہ، ساکھ، نظام حفاظت اور اپنی ملک گیر بلکہ عالم گیر نوعیت کے سبب ان گوناگوں خدمات کو سہولت اور کفایت کے ساتھ انجام دے کر اپنے گاہکوں ــــــ عوام کاروباری افراد اور اداروں، حکومت اور دوسرے عوامی اداروں ــــــ سے ان کے معقول معاوضے وصول کر سکیں گے۔ عام طور پر یہ معاوضے ان خدمات کی لاگت سے زیادہ ہوں گے۔ مختلف بنکوں کی شرح معاوضہ مختلف ہو سکتی ہے۔ مگر بنکوں کی باہمی مسابقت ان شرحوں کو اعتدال کی حدود میں رکھے گی۔ ضرورت محسوس کی جائے تو مرکزی بنک یا حکومت اعتدال سے تجاوز کو روک سکے گی۔

نفع آور کاروبار میں سرمایہ لگانا

بنک کے لیے نفع کمانے کا سب سے بڑا ذریعہ اپنے سرمایہ کو شرکتِ عنان یا مضاربت[1] کے

[1] "مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے اور دوسرا اس سرمایہ سے کاروبار کرے
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اصول پر کاروبار کرنے والے فریقوں کو فراہم کرنا ہے۔ چونکہ سرمایہ لگانے کی یہ دونوں صورتیں اپنی نوعیت اور شرعی احکام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں لہٰذا ان پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کی جائے گی۔

(۱) بنک کے سرمایہ کے ذریعے شرکت

سرمایہ کے نفع آور استعمال کی ایک شکل یہ ہے کہ بنک کسی کاروباری فریق کے ساتھ اس کے کاروبار میں شریک ہو جائے۔ کاروبار میں کاروباری فریق کا سرمایہ بھی شامل ہوگا اور بنک کا بھی اور کاروبار چلانے میں

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۶ - اس معاہدہ کے تحت کہ اسے کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔"

مضاربت کی صورت میں بھی مال فراہم کرنے والے اور کاروبار کرنے والے متعدد افراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور اس سے چند افراد مل کر کاروبار کریں، یا سرمایہ ایک فرد کا ہو اور اس سے چند افراد مل کر کاروبار کریں، یا چند افراد مل کر سرمایہ فراہم کریں اور اس سرمایہ سے ایک فرد کاروبار کرے۔" (شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول ص۱۶)

"نقصان نام ہے اصل سرمایہ کے ڈوب جانے والے حصہ کا۔ لہٰذا نقصان ہمیشہ کاروبار میں لگے ہوئے سرمایوں پر ان کی تعدادوں کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا اور اسے ان سرمایوں کے مالک برداشت کریں گے۔"

"جس فریق نے کاروبار میں سرمایہ نہ لگایا ہو اس کو کاروبار کا نقصان نہ برداشت کرنا ہوگا۔"

(شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول صفحہ: ۱۷-۱۸)

کاروباری فریق کے ساتھ بینک کے تنخواہ دار نمائندے اور ماہرینِ فن بھی شریک ہوں گے۔ شرکت کے معاہدے میں کاروبار کی نوعیت، اس کے حدود، اگر مناسب سمجھا جائے تو اس کی مدت، اور نفع کی تقسیم کے اصول کی صراحت ہوگی۔ جہاں تک نقصان کا سوال ہے اس کی ذمہ داری لازماً سرمایوں کی مقدار کی نسبت سے تقسیم پائے گی۔ کاروبار کے اختتام، یا مدت کاروبار کی تکمیل پر یا کسی شریک کی جانب سے اختتام کاروبار کے اعلان پر کاروبار کے حسابات مکمل کرکے نفع اور نقصان کا تعین کیا جائے گا اور اسے مذکورہ بالا اصول کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔ اصل سرمائے نفع یا نقصان کے ساتھ بنک اور کاروباری فریق کو واپس مل جائیں گے۔

بنک جب شرکت کا معاہدہ کرے تو اسے اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ اس کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمایہ کے بقدر محدود ہو، لامحدود نہ ہو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ کاروبار جس میں بنک شرکتِ عنان کے اصول پر سرمایہ لگائے اس شرط کے تحت چلایا جائے کہ اسے سرمایہ شرکت کے حدود سے زیادہ وسعت نہ دی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ادھار لین دین اور قرض لینے یا دینے میں اس امر کا لحاظ رکھے گا کہ کسی وقت مشترکہ کاروبار کے ذمہ اس کی نقد تحویل اور موجود اثاثے کی قیمت کے مجموعے سے زیادہ مالی ادائیگیاں نہ واجب ہوں۔ محدود ذمہ داری کے اس اصول کی تشریح ہم شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول' بیان کرتے وقت کرچکے ہیں[1]۔

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ صفحات ۱۱۷-۱۲۱

اس حدبندی کی ضرورت اس لیے ہے کہ جیساکہ آئندہ صفحات میں واضح کیا جائے گا، بنک کے سرمایہ میں ایک بڑی رقم مضاربت کے اصول پر رقمیں جمع کرنے والوں کی فراہم کردہ ہوگی، نظام بنک کاری کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کھاتہ داروں کی مالی ذمہ داری محدود ہو۔ اس کی صورت صرف یہی ہوسکتی ہے کہ بنک اپنا سرمایہ جہاں بھی لگائے محدود مالی ذمہ داری کے ساتھ لگائے۔

شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے کی صورت میں بنک آزاد ہوگا کہ اپنے کاروباری شریکوں سے نفع کی تقسیم کے لیے جو اصول بھی چاہے طے کرلے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نفع میں بنک اور اس کے کاروباری شریک کے حصے فی صد یا نسبت کی صورت میں طے کیے جائیں۔ کسی فریق کے لیے کوئی متعین رقم نہ طے کی جائے۔ اس شرط کے ساتھ بنک آزاد ہے کہ نفع کی تقسیم کو سرمایوں کی مقداروں کے تابع رکھے، یا ان سے آزاد ہوکر کچھ اور نسبتیں طے کرلے۔ مختلف کاروباری اداروں یا فریقوں کے ساتھ شرکت کرتے وقت بنک نفع کی تقسیم کی مختلف نسبتیں بھی طے کرسکتا ہے۔

معاہدۂ شرکت کے اختتام پر اگر بنک کو اپنا سرمایہ نفع کے ساتھ واپس ملے تو یہ نفع اس کے مجموعی منافع بنک کاری میں شامل ہوجائے گا۔ اگر کسی شرکت میں اسے خسارہ اٹھانا پڑے تو یہ خسارہ بھی اس کے نفع نقصان کے مجموعی حسابات میں ضم ہوجائے گا۔ نفع ونقصان کی تعیین کے ضمن میں چند مسائل پیدا ہوتے ہیں مثلاً کسی مسلسل جاری کاروبار کے منافع کی تعیین کیوں کر عمل میں آئے گی، یا کسی جاری

کاروبار میں شریک ہونے یا اس سے علیحدگی اختیار کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ ان پر آئندہ بحث کی جائے گی کیونکہ یہ مسائل اس صورت میں بھی پیدا ہوتے ہیں جب بنک اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر لگاتا ہے۔

جس کاروبار میں بنک شریک ہوا ہے اس میں کاروباری فریق نے اگر بنک کے علاوہ دوسرے فریقوں سے بھی شرکت یا مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے لگایا ہے تو نفع نقصان کی تعیین کے لیے حسابات کس طرح مکمل کئے جائیں گے؟ اس سوال کا جواب بھی آئندہ دیا جائے گا۔ البتہ اس بات کی صراحت ضروری ہے کہ مشترکہ کاروبار کی جانب سے طویل المیعاد قرضے نہیں لیے جانے چاہئیں۔ قرض سرمایہ کاروبار میں لگانے سے کاروبار کی مالی ذمہ داری وسیع ہوتی ہے اور جیسا کہ ہم اوپر صراحت کر چکے ہیں، ضروری ہے کہ بنک کی شرکت سے کیے جانے والے کاروبار کو اس طرح چلایا جائے کہ وہ شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہم کردہ ذمہ داری (LIABLE) سرمایہ کی حدود کے اندر رہے۔ جہاں تک چھوٹی مدت کے لیے لیے ہوئے قرضوں کا سوال ہے ان کا معاملہ مختلف ہے اور ان پر آئندہ گفتگو کی جائے گی۔

شرعی اعتبار سے اس میں کوئی خرابی نہیں کہ بنک شرکت کے اصول پر سرمایہ لگائے مگر عملاً کاروبار کے چلانے میں شریک نہ ہو۔ البتہ اصولاً اسے یہ حق حاصل رہے گا اور جب مناسب سمجھے اسے استعمال بھی کر سکے گا۔ ہمارے نزدیک یہ ایک غیر عملی اور ناقابل لحاظ صورت ہے کیونکہ کاروباری فریق مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے کو اس صورت پر ترجیح دیں گے۔ جہاں تک نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری کا سوال ہے مضاربت اور ایسی شرکت کے درمیان کوئی فرق نہیں جس میں سرمایہ لگانے والا شریک کاروبار

چلانے میں حصہ نہ لے۔ نقصان جب بھی ہوگا سرمایوں میں ان کی مقدار کی نسبت سے ہوگا۔ خواہ یہ سرمائے شرکت کے اصول پر لگائے گئے ہوں یا مضاربت کے اصول پر۔ نفع کی تقسیم کی نسبتیں چونکہ بنیک اور کاروباری فریق کی باہمی رضامندی سے طے پائیں گی اس لیے وہ ہمیشہ اس طرح طے ہوں گی کہ مضاربت اور شرکت کی زیر غور شکل دونوں میں بنیک کا حصۂ نفع ایک ہی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے کے باوجود بنیک کاروبار چلانے میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کرے گا تو اس کا حصۂ نفع مشترکہ سرمایہ میں اس کے فراہم کردہ سرمایہ کی نسبت کے مطابق نہیں بلکہ اس سے کم طے پائے گا، تاکہ کاروباری فریق کو اس کے سرمایہ کے ذریعے کاروبار کرنے کا، نفع ہونے کی صورت میں صلہ مل سکے۔ اگر بنیک اس پر راضی نہ ہوگا تو کوئی کاروباری فریق اس کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کرنے پر نہ آمادہ ہوگا وہ مضاربت کو ترجیح دے گا جس میں بنک کے فراہم کردہ سرمایہ کے ذریعے حاصل ہونے والے نفع میں سے اس کا حصہ صراحت کے ساتھ طے ہوتا ہے۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا جا سکتا ہے۔ ایک کاروباری فرد ایک لاکھ کا سرمایہ خود لگا رہا ہے اور ایک لاکھ بنیک سے حاصل کرنا چاہتا ہے پہلی صورت یہ ہے کہ بنیک اس کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کرے اور کاروبار چلانے میں بھی عملاً اس کا شریک ہو۔ فرض کیجیے کہ اس صورت میں نفع کی مساوی تقسیم کا اصول طے پاتا ہے۔ اگر اس کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو دس ہزار بنیک کو ملیں گے اور دس ہزار کاروباری فریق کو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بنیک اسکے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے اور یہ طے

پائے کہ بنک کو اس کے فراہم کردہ سرمایے پر حاصل ہونے والے نفع کا نصف ملے گا اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو بنک کو پانچ ہزار ملیں گے اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار۔ دس ہزار تو اس کے اپنے سرمایے کا نفع ہے اور پانچ ہزار بنک کے سرمایہ سے کامیاب کاروبار کرنے کا صلہ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بنک ایک لاکھ کا سرمایہ شرکت عنان کے اصول پر لگائے لیکن یہ فیصلہ کرے کہ وہ کاروبار چلانے میں عملاً کوئی حصّہ نہ لے گا۔ ایسی صورت میں کاروباری فریق معاہدہ کرنے پر اسی وقت راضی ہوگا جب بنک مشترکہ کاروبار کا صرف چوتھائی نفع لینے پر راضی ہو۔ کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہونے پر اس شرط کے مطابق بنک کو پانچ ہزار ملیں گے اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار۔ اگر بنک کل نفع کا ایک تہائی طلب کرے تو کاروباری فریق مضاربت کی مذکورہ بالا شکل کو ترجیح دے گا۔

اگر مضاربت کے مذکورہ بالا معاہدے میں بنک نے اپنے لیے نفع کی کوئی دوسری نسبت طے کی ہو تو اسی کے اعتبار سے تیسری شکل میں بھی ترمیم کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایسی صورت میں دوسری اور تیسری شکل میں عملاً کوئی فرق نہ رہ جائے گا اور ان پر علیحدہ علیحدہ بحث بے سود ہے۔ ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر بنک کاروبار چلانے میں عملاً حصّہ لینا چاہے گا تو اپنا سرمایہ شرکت کے اصول پر فراہم کرے گا۔ اور اگر عملاً کاروبار میں حصّہ نہیں لینا چاہے گا تو اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر فراہم کرے گا۔

جدید بنک کاری کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اکثر ممالک میں عام تجارتی بنکوں

نے صنعتی، تجارتی اور زرعی کاروبار میں شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے سے احتراز کیا ہے۔ اگرچہ بعض ادوار میں بعض ملکوں میں اس طرف بھی رجحان رہا ہے[1]۔ عملاً یہ بات زیادہ موزوں نظر آتی ہے کہ عام تجارتی بینک صرف مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کا طریقہ اختیار کریں اور بعض مخصوص بینک شرکت کا طریقہ اختیار کریں۔ اس تقسیم کار کے بعد یہ ممکن ہو جائے گا کہ یہ مخصوص بینک اپنے کاروبار کی مخصوص نوعیت کا اپنے کھاتہ داروں سے معاہدے میں بھی لحاظ رکھیں مثلاً اگر کچھ کھاتہ دار غیر محدود مالی ذمّہ داری کے ساتھ رقمیں جمع کرنے پر آمادہ ہوں تو بینک شرکت کرتے وقت مشترکہ کاروبار کو اپنے ذمہ دار سرمایہ کے حدود میں رہنے کی شرط سے آزاد کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کا منشا غیر سودی نظام بنک کاری کا ایک عام، قابلِ عمل اور قابلِ فہم خاکہ تجویز کرتا ہے۔ لہٰذا ہم ان مخصوص بنکوں کے نظام پر تفصیلی گفتگو سے احتراز کریں گے جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں مضاربت پر سرمایہ

---

[1] بینکوں کی کاروبار میں براہ راست شرکت نے یورپ کی صنعتی ترقی میں بڑا حصّہ لیا ہے۔ فرانس میں بعض بینک اب بھی ایسا کرتے ہیں۔ اسپین میں بھی یہی طریقہ رائج ہے اور بنکوں کے نمائندے کاروباری اداروں کے انتظام میں شریک رہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

R. S. SAYERS: BANKING IN WESTERN EUROPE. P. 205 P. 365

OXFORD. 1962.

لگانے کی شکل پر نسبتہً زیادہ تفصیلی گفتگو کی جائے گی. کیوں کہ ہمارے نزدیک عام غیر سودی بنکوں کے لیے سرمایہ کے نفع آور استعمال کی نسبتہً محفوظ صورت یہی ہے کہ وہ اسے کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کریں. خود ان کے کاروبار چلانے میں شرکت نہ کریں. مذکورہ بالا بحث کا فائدہ یہ ہے کہ یہ عام بنیک بھی شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے کا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں. البتہ ایسی صورت میں ضروری ہوگا کہ یہ مشترکہ کاروبار کو بعض حدود سے آگے وسعت نہ دیں. یعنی ان میں طویل المیعاد قرض سرمایہ کی بھاری مقداریں نہ لگائیں۔

ب۔ بینک کے سرمایہ کے ذریعہ مضاربت

بینک کے لیے سرمایہ کے نفع آور کاروبار میں لگانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اسے کاروبار کرنے والے افراد اور اداروں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کرے. اس اصول کے تحت اگر کاروبار میں نقصان ہوا تو یہ نقصان سرمایہ میں واقع ہوگا اور بینک کو برداشت کرنا ہوگا. اگر نفع ہوا تو اس نفع میں بینک اور کاروباری فریق طے شدہ نسبتوں کے مطابق شریک ہوں گے۔

مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کی صورت میں بینک کاروبار کی روزمرہ تفصیلات میں کوئی مداخلت نہ کر سکے گا. البتہ معاہدہ کرتے وقت کاروباری فریق کی رضامندی سے، کاروبار کی نوعیت، وسعت، اور کاروباری فریق کے تصرفات کے سلسلے میں کچھ شرائط طے کی جا سکتی ہیں جن کی پابندی کاروباری فریق کے لیے ضروری ہوگی. مثلاً اگر معاہدے میں اس بات کی صراحت ہو کہ بنک سے حاصل کیا ہوا سرمایہ کسی متعین صنعتی کاروبار میں یا کسی متعین کارخانے میں لگایا جائے گا

تو کاروباری فریق کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اس سرمایہ کو زرعی کاروبار میں یا کسی اور صنعتی کاروبار میں یا کسی دوسرے کارخانے میں لگا دے یا اگر معاہدے میں اس بات کی صراحت ہو کہ کاروباری فریق کسی دوسرے کاروباری فریق کے ساتھ شرکت یا مضاربت کا معاہدہ کر کے اسی کاروبار میں لگانے کے لیے مزید سرمایہ نہ حاصل کرے گا تو اس کی پابندی بھی ضروری ہوگی. اس پر یہ پابندی بھی لگائی جا سکتی ہے کہ وہ ادھار مال نہیں خریدے گا. معاہدے کی یہ صورت بھی درست ہوگی کہ کاروباری فریق پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے اور اسے کاروبار کی نوعیت وسعت، دوسرے ذرائع سے سرمایہ حاصل کر کے اس میں لگانے، دوسرے فریقوں کے ساتھ شرکت یا مضاربت کا معاہدہ کرنے، وغیرہ امور کے بارے میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔
کاروبار کی تفصیلات میں عدم مداخلت کا طریقہ اختیار کرنے کے باوجود بینک اس امر کی نگرانی کر سکے گا کہ کاروباری فریق بینک سے لیے ہوئے سرمایہ کے استعمال میں ایسی بے احتیاطی یا سوء تدبیر سے کام نہ لے جو آگے چل کر خسارہ پر منتج ہو۔ اسے کاروبار کے حسابات جانچنے اور کاروباری فیصلوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کا حق ہوگا. البتہ اس پر راز چھپانے اور کاروبار کے مفاد کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے کی ذمہ داری بھی عائد ہوگی معاملات کی صفائی کے لیے ضروری سمجھا جائے تو نگرانی سے متعلق تفصیلات کو معاہدہ کی شرائط میں شامل کیا جا سکتا ہے. بے احتیاطی اور سوء تدبیر کی ان صورتوں کی صراحت بھی معاہدہ میں کی جا سکتی ہے جن میں بنک کو معاہدہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا. مناسب ہوگا کہ معاہدہ کی جو دفعات تمام بنکوں کے لیے اہم ہوں. مثلاً کاروبار کے حسابات کی

جانچ، ان کی نگرانی مرکزی بنک کی جانب سے اس کے مقرر کردہ افسروں کے ذریعہ ہو۔ سوء تدبیر یا بے احتیاطی کی وہ صورتیں بھی از روئے قانون متعین ہونی چاہئیں جن میں بنک کو معاہدہ فسخ کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ اگر معاہدہ کسی متعین مدت کے لیے کیا گیا ہو اور مدت پوری ہونے سے پہلے ہی بنک اس کو کاروباری فریق کی سوء تدبیر یا بے احتیاطی کی بنا پر فسخ کرنا چاہے تو اسے از روئے ضابطہ اس امر کا مکلّف بنانا چاہئے کہ متعلقہ افسروں یا کسی غیر جانب دار ٹریبونل کو اس بات پر مطمئن کرے کہ کاروباری فریق سوء تدبیر یا بے احتیاطی کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ افسر یا ٹریبونل کاروباری فریق کے عذرات سننے کے بعد کوئی فیصلہ دے جس کی تعمیل دونوں فریقوں کے لیے ضروری ہو۔ قانونی تحفظات کے ذریعہ اس بات کا اہتمام کیا جائے گا کہ بنکوں کو کاروباری فریقوں سے ان کا دیا ہوا سرمایہ وقت مقررہ پر حساب کے مطابق مع نفع یا نقصان واپس مل سکے۔ بنک کاروباری فریقوں کو سرمایہ دیتے وقت ان سے ضمانت لینے کا طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ ضمانت میں کاروباری اداروں کے اثاثے، غیر منقولہ املاک اور بنکوں اور اونچی ساکھ کے کاروباری اداروں کے تحریری کفالت نامے قبول کیے جا سکیں گے۔

ہمارے نزدیک بنک اور کاروباری فریق کے درمیان مضاربت کے معاہدے کی موزوں ترین صورت جسے ہم آئندہ مباحث میں اپنے سامنے رکھیں گے یہ ہوگی کہ کاروباری فریق کو مضاربت کے اصول پر دوسرے اصحاب سرمایہ سے سرمایہ حاصل کر کے اسی کاروبار میں لگانے، اپنا ذاتی سرمایہ لگانے، کاروبار کے مجموعی سرمایہ کے حدود میں رہتے ہوئے ادھار مال خریدنے، ادھار فروخت

کرنے اور تھوڑی مدت کے لیے قرض سرمایہ حاصل کر کے کاروبار میں لگانے کی اجازت ہو۔ کاروبار کی نوعیت اصولاً طے کر لینی چاہیے مگر تفصیلات میں کاروباری فریق کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر وہ کسی دوسرے فریق کے ساتھ شرکت میں کاروبار کرنا چاہتا ہے تو یہ بات معاہدے کے تحت واضح کر دینی چاہیے اور اس پر بنک کی رضامندی حاصل کر لینی چاہیے۔

تجارتی، صنعتی اور زرعی کاروبار میں ایک کثیر سرمایہ مستقل طور پر لگانا ہوتا ہے۔ لیکن ہر کاروبار میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں جن میں عارضی طور پر مزید سرمایے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً مصنوعات تیار ہیں، یا فصل کٹنے والی ہے، مگر ابھی بازار میں فروخت کر کے نقد دام حاصل کرنے میں کچھ عرصہ لگے گا۔ اس عرصے میں مزدوروں کو اجرتیں دینی ہیں، دوسرے ملازمین کو تنخواہیں ادا کرنی ہیں اور کچھ خام اموال کے بل ادا کرنے ہیں۔ ایسی ضرورتوں کو شرکت یا مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے نہیں پورا کیا جا سکتا، بلکہ انھیں عارضی طور پر قرض (CREDIT) حاصل کر کے پورا کر لینا کاروبار کے مفاد میں زیادہ بہتر ہے۔ یہ قرض عارضی ہوگا۔ جیسے ہی مال فروخت ہو جائے گا اسے واپس کیا جا سکے گا۔ جو تیار شدہ مال موجود ہے، وہ اس کی واپسی کی ضمانت ہے۔ ایسے قرضے جن کی ادائیگی کے ٹھوس ذرائع موجود ہوں اپنے آپ ادا ہو سکنے والے قرضے (SELF LIQUIDATING LOANS.) قرار دیے جا سکتے ہیں۔ جدید بنکوں کے دیے ہوئے تھوڑی مدت کے اکثر قرضے اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ بنک کاروباری فریق کے ساتھ مضاربت یا شرکت کا معاہدہ کرتے وقت اسے ایسے عارضی اور قصیر المیعاد SHORT TERM

قرض لینے کی اجازت دے۔ رہا یہ سوال کہ غیر سودی نظام میں ایسے قرضے کون دے گا اور کیوں دے گا تو اس کا جواب آئندہ صفحات میں دیا جائے گا۔

مضاربت میں کاروباری فریق کو کاروبار مضاربت کی جانب سے طویل المیعاد قرضے لینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان واجب الادا قرضوں کی وجہ سے کاروبار کی مالی ذمہ داری میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مالک کے فراہم کردہ سرمایہ سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ کاروباری فریق کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بینک کی مالی ذمہ داری میں اضافہ کرے۔ اگر وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر قرض لے کر اسے کاروبار میں لگانا چاہے تو اس کی حیثیت اس کے ذاتی سرمایہ کی ہوگی۔ اس کی واپسی کا ذمہ دار خود وہ ہوگا۔ کاروبار مضاربت پر یہ ذمہ داری نہ ہوگی کہ اس قرض کو واپس کرے۔

جہاں تک ادھار مال خریدنے کا تعلق ہے سرمایہ کاروبار کے دائرے میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی وقت بھی کاروبار کے ذمہ واجب الادا رقوم اس وقت اس کاروبار کی مالیت سے زیادہ نہ ہوں اس حد کے اندر رہتے ہوئے ادھار خریدنے کی اجازت کے مصالح ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔[1] ادھار مال فروخت کرنے کی اجازت بھی کاروباری فریق کو از روئے معاہدہ حاصل ہوگی، اس کی صراحت ضروری نہیں۔ چونکہ کاروباری فریق کا مفاد بھی کاروبار کی کامیابی اور نفع آوری ہی سے وابستہ ہے لہٰذا توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں ذمہ دارانہ اور محتاط رویہ اختیار کرے گا۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اسی کاروبار میں اس کا ذاتی سرمایہ بھی لگا ہوا ہو۔

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۱۱۲ - ۱۱۶ -

بینک کاروباری فریق سے اپنے دیئے ہوئے سرمایہ سے کیے جانے والے کاروبار کے نفع کا ایک متعین فی صد حصہ کاروباری فریق کو دے گا۔ نفع کی تقسیم کی یہ نسبت بینک اور کاروباری فریق کی باہمی رضامندی سے طے ہوگی۔ ایک بینک مختلف کاروباری فریقوں سے نفع میں شرکت کی مختلف نسبتیں بھی طے کر سکتا ہے یہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ بینک ایک عام اعلان کے ذریعے یہ واضح کر دے کہ وہ کاروباری فریقوں کو کس متعین فی صد حصہ نفع کے عوض سرمایہ فراہم کرے گا اور تمام فریقوں سے اس نسبت کے تحت معاہدہ کرے۔ اس کتاب میں آئندہ جو مثالیں دی گئی ہیں ان میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ بینک مضاربت پر سرمایہ فراہم کرتے وقت اس کے نفع کا نصف اپنے لیے اور نصف کاروباری فریق کے لیے طے کرتا ہے لیکن نفع میں مساوی شرکت کا یہ اصول صرف ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ عملاً اس بات کی پوری گنجائش ہے کہ نفع میں شرکت کے لیے کوئی دوسری نسبت طے کی جائے یا مختلف بینک مختلف نسبتوں پر معاملہ کریں یا مختلف علاقوں یا ملکوں میں بنک نفع کی مختلف نسبتیں طے کریں۔

بنک اور کاروباری فریق کے درمیان نفع کی تقسیم: اب ہم بنک اور کاروباری فریق کے درمیان نفع کی تقسیم کا اصول واضح کرنے کے لیے مختلف مثالیں دیں گے۔ مختلف صورتیں ممکن ہیں، جن میں بعض درج ذیل ہیں:-

پہلی صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق صرف بینک سے حاصل کردہ سرمایہ سے کاروبار کر رہا ہو اس کاروبار میں کوئی اور سرمایہ نہ لگایا گیا ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے

علاوہ اسی کاروبار میں اپنا ذاتی سرمایہ بھی لگا رکھا ہو۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کاروبار میں اپنی ذمہ داری پر قرض لے کر مزید سرمایہ لگایا ہو۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ کسی اور صاحب سرمایہ سے مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے اسی کاروبار میں لگا رکھا ہو۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے جس کاروبار میں بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ لے کر لگایا ہو وہ کاروبار وہ کسی اور کاروباری فریق کے ساتھ شرکت میں کر رہا ہو اور اس کاروبار میں بینک کے فراہم کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کے شریک کا سرمایہ بھی لگا ہوا ہو۔

آخری صورت یہ ہے کہ مذکورہ بالا مختلف صورتیں ایک ساتھ پائی جائیں یعنی جس کاروبار میں بینک سے حاصل کردہ سرمایہ لگایا جا رہا ہو اس میں کاروباری فریق کا ذاتی سرمایہ، اس کے شریک کاروبار کا سرمایہ اور کسی دوسرے صاحبِ سرمایہ سے مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ بھی لگایا گیا ہو۔

ذیل میں ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری مختصراً واضح کی جائے گی۔ واضح رہے کہ ان تمام صورتوں میں بینک سے حاصل کردہ سرمایہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیا گیا ہے نہ کہ شرکت کے اصول پر۔ تمام صورتوں میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ بینک سے ایک لاکھ روپے اس شرط پر حاصل کئے گئے ہیں کہ اس سرمایہ سے حاصل ہونے والے نفع کا نصف بینک کو ملے گا اور نصف کاروباری فریق کو

۱۔ پہلی صورت میں اگر کاروبار میں دس ہزار روپیہ کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے پانچ ہزار کاروباری فریق کو ملے گا اور باقی پانچ ہزار مع ایک لاکھ اصل سرمایہ کے بینک کو واپس مل جائے گا۔ اگر اس کاروبار کے نتیجے میں دس ہزار کا نقصان ہوتا ہے اور سرمایہ گھٹ کر نوّے ہزار رہ جاتا ہے تو بینک کو صرف نوّے ہزار واپس ملے گا یعنی دس ہزار روپے کا پورا نقصان بینک کو برداشت کرنا ہوگا۔ کاروباری فریق کو نہ کچھ ملے گا، نہ اس سے کچھ لیا جائے گا۔ اگر بینک نے نفع کی تقسیم کے لیے کوئی اور نسبت طے کی ہو۔ مثلاً بینک کا حصّہ ۴۰ فی صد اور کاروباری فریق کا حصّہ ۶۰ فی صد، یا اس کے برعکس، تو نفع کی تقسیم طے شدہ نسبت کے مطابق ہوگی۔ مگر نقصان کی صورت میں سارا نقصان بینک برداشت کرے گا۔ مضاربت میں نقصان ہمیشہ سرمایہ میں واقع ہوتا ہے اور صاحب سرمایہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس اصول پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بینک اور کاروباری فریق کے درمیان معاہدۂ مضاربت میں نفع کی تقسیم کے لیے کیا نسبتیں طے پائی ہیں۔

۲۔ دوسری صورت میں کاروباری فریق بینک سے حاصل کردہ ایک لاکھ کے علاوہ اپنے پاس سے بھی ایک لاکھ کا سرمایہ لگاتا ہے اور دو لاکھ کے سرمایہ سے کاروبار کرتا ہے۔ فرض کیجیے کہ اس کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے اِس نفع کو پہلے مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا، پھر بینک کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے نصف بینک کو دیا جائے گا، باقی نفع کاروباری فریق کو ملے گا۔ چنانچہ پندرہ ہزار کاروباری فریق کا حصۂ نفع ہوگا۔ اور پانچ ہزار بینک کا حصۂ نفع ہوگا۔ بینک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ واپس مل جائے گا اور کاروباری فریق اپنا لگایا ہوا سرمایہ واپس

پائے گا۔ کاروباری فریق کو جو پندرہ ہزار نفع ملا ہے اس میں سے دس ہزار اس کے اپنے سرمایہ کا نفع ہے اور پانچ ہزار بینک سے حاصل کیے ہوئے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے اس کا حصہ ہے جو اس سرمایہ کے ذریعے کامیابی کے ساتھ کاروبار کرنے کے صلے میں اُسے ملا ہے۔

اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نقصان ہو تو دس ہزار کا نقصان بینک برداشت کرے گا اور دس ہزار کا نقصان کاروباری فریق برداشت کرے گا۔ جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے نقصان سرمایہ میں کمی کا نام ہے اور اسے اصحابِ سرمایہ اپنے سرمایوں کی مقدار کی نسبت سے برداشت کرتے ہیں۔

۳- تیسری صورت میں کاروباری فریق بینک سے حاصل کردہ ایک لاکھ کے علاوہ ذاتی ذمہ داری پر قرض لے کر ایک لاکھ کا مزید سرمایہ کاروبار میں لگاتا ہے۔ کاروبار کے نقطۂ نظر سے اس سرمایہ کی حیثیت اس کے ذاتی سرمایہ کی ہوگی اور نفع و نقصان مذکورہ بالا دوسری صورت کے مطابق تقسیم پائے گا۔ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان، قرض کی واپسی کا ذمہ دار کاروباری فریق ہوگا۔ اگر کاروبار کے نتیجے میں دو لاکھ کا سرمایہ بڑھ کر دو لاکھ بیس ہزار ہو جائے۔ یعنی بیس ہزار کا نفع ہو، تو ایک لاکھ پانچ ہزار بینک کو ملیں گے اور ایک لاکھ قرض واپس کر دینے کے بعد پندرہ ہزار کاروباری فریق کا نفع شمار ہوگا۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہوا اور دو لاکھ کا سرمایہ گھٹ کر ایک لاکھ اسی ہزار رہ جائے تو بینک کو نوّے ہزار واپس ملیں گے اور باقی نوّے ہزار میں دس ہزار اپنے پاس سے ملا کر کاروباری فریق کو اپنا لیا ہوا قرض ادا کرنا ہوگا۔ قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار کاروباری فریق ہے، بینک

اس کی اس ذمہ داری میں شریک نہیں۔

۴- چوتھی صورت میں بینک سے حاصل کیے ہوئے ایک لاکھ اور کاروباری فریق کے ایک لاکھ کے علاوہ کسی دوسرے صاحب سرمایہ سے ایک لاکھ روپیہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیے گئے ہیں اور کاروبار تین لاکھ کے سرمایہ سے کیا جا رہا ہے۔ فرض کیجیے کہ اس صاحب سرمایہ سے بھی یہی طے پایا ہے کہ اس کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے نصف کاروباری فریق کو ملے گا اور نصف صاحب سرمایہ کو۔ اگر اس کاروبار میں تیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے بیس ہزار کاروباری فریق کو ملیں گے، پانچ ہزار بینک کو اور پانچ ہزار صاحب سرمایہ کو۔ بینک، کاروباری فریق اور صاحب سرمایہ کو اپنے اصل سرمائے بھی واپس مل جائیں گے۔ تقسیم کا اصول اس صورت میں بھی یہی ہے کہ پہلے مجموعی نفع کو مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ پھر بینک اور دوسرے صاحب سرمایہ کے سرمایوں پر آنے والے نفع میں سے کاروباری فریق کا حصہ طے شدہ شرط کے مطابق نکالا جائے گا۔ اگر مضاربت کے معاہدے میں نفع کی مساوی تقسیم کی بجائے کوئی دوسری نسبت طے پائی ہو تو اس کے مطابق حصہ نکالا جائے گا۔

اس کاروبار میں اگر تیس ہزار کا نقصان ہو تو یہ نقصان تینوں سرمایوں پر ان کی مقداروں کی نسبت سے تقسیم پائے گا۔ بینک، کاروباری فریق اور دوسرے صاحب سرمایہ ہر ایک کو اپنے سرمایوں میں دس ہزار کا نقصان ہوگا اور ہر ایک کو صرف نوّے ہزار واپس ملیں گے۔ بینک اور دوسرے صاحب سرمایہ کے نقصان کا کوئی حصہ کاروباری فریق کو نہیں برداشت کرنا ہوگا۔

۵ - پانچویں صورت یہ ہے کہ کاری فریق بینک سے مضاربت کے اصول پر ایک لاکھ روپے حاصل کرے اور بینک کی اجازت سے، اس سرمایہ کے ذریعے ایک دوسرے کاروباری فریق کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کرے۔ دوسرا کاروباری فریق بھی ایک لاکھ کا سرمایہ لگاتا ہے اور کاروبار دو لاکھ کے مجموعی سرمایہ سے کیا جاتا ہے۔ دونوں شرکاء کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ کاروبار کے نفع میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔ بینک اور کاروباری فریق کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ کاروباری فریق کو جو نفع ہوگا اُس کا نصف بینک کو ملے گا اور نصف کاروباری فریق کو۔ اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے دس ہزار دوسرے کاروباری فریق کو ملیں گے جس نے شرکت کے اصول پر ایک لاکھ کا سرمایہ لگایا ہے، پانچ ہزار بینک کو ملیں گے جس نے مضاربت کے اصول پر پہلے کاروباری فریق کو ایک لاکھ کا سرمایہ فراہم کیا ہے۔ اور پانچ ہزار کاروباری فریق کو ملیں گے جس نے بینک کے سرمایہ کے ذریعے شرکت میں کاروباری جدوجہد انجام دی ہے۔

اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نقصان ہوتا تو دس ہزار کا خسارہ بینک کو برداشت کرنا ہوتا اور دس ہزار دوسرے کاروباری فریق کو جس نے شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا تھا۔ پہلے کاروباری فریق کو، جس نے سرمایہ نہیں لگایا ہے، نقصان نہیں برداشت کرنا پڑتا۔ البتہ وہ اپنی کاروباری جدوجہد کا کوئی صلہ بھی نہ پاتا۔

مذکورہ بالا صورت میں یہ بالکل جائز ہوتا کہ پہلے کاروباری فریق اور اس کے شریک کے درمیان سرمایہ کی مساوات کے باوجود، یہ طے پاتا کہ نفع میں سے پہلے کاروباری فریق کو ساٹھ فی صد ملے گا اور اس کے شریک کو چالیس فی صد۔ یا یہ طے پاتا

کہ نفع میں سے پہلے کاروباری فریق کو ایک تہائی ملے گا اور اس کے شریک کو دو تہائی ہر صورت میں بینک کو اس نفع میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق حصہ ملتا جو کاروباری فریق کو اپنے شریک سے از روئے معاہدہ ملتا۔ یہ بھی درست ہوتا کہ معاہدہ اس شرط پر کیا جاتا کہ کاروبار کے مجموعی نفع میں سے پچاس فی صد دوسرے کاروباری شریک کو پچیس فی صد بینک کو اور پچیس فی صد بینک سے مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے والے فریق کو ملے گا۔ یہ فی صد حصے اس سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں جو اس مثال میں مذکور ہیں۔

۶ - آخری صورت کی مختلف مثالیں ممکن ہیں کیوں کہ یہ صورت پہلی چند صورتوں کو باہم ملانے سے بنتی ہے۔ نفع کی تقسیم کا اصول سمجھنے کے لیے ذیل کی ایک مثال کافی ہوگی۔

کاروباری فریق نے ایک لاکھ کا سرمایہ خود لگایا ہے اور ایک لاکھ کا سرمایہ اس کے شریک کاروبار عمؔر نے لگایا ہے۔ مشترکہ کاروبار کی جانب سے مضاربت کے اصول پر ایک لاکھ روپئے بینک سے حاصل کئے گئے ہیں اور ایک لاکھ روپے ایک دوسرے صاحب سرمایہ زیدؔ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ بینک اور زیدؔ سے یہ طے پایا ہے کہ ان کے فراہم کردہ ...... سرمایوں پر آنے والے نفع کا نصف انھیں ملے گا اور نصف کاروبار کرنے والوں کو۔ کاروباری فریق اور عمؔر کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ وہ مشترکہ کاروبار کے مجموعی منافع میں برابر کے شریک ہوں گے۔ یہ مشترکہ کاروبار چار لاکھ کے مجموعی سرمایہ سے کیا جاتا ہے۔ اگر کاروبار میں چالیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو بینک کو پانچ ہزار، زید کو پانچ ہزار، عمؔر کو پندرہ ہزار اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار ملیں گے۔ نفع کی تقسیم کا اصول یہ ہے کہ پہلے کل نفع کو کل سرمایہ پر تقسیم کیا گیا۔ ہر ایک لاکھ پر

دس ہزار کا نفع ہوا۔ معاہدۂ مضاربت کے مطابق زیدؔ اور بنک کو اس نفع کا نصف یعنی پانچ ہزار فی کس ملا، باقی تیس ہزار مشترکہ کاروبار کے مجموعی منافع ہیں جو حسب معاہدہ عمرؔ اور اس کے شریک کاروبار کے درمیان مساوی طور پر تقسیم پائے۔

اس کاروبار میں اگر چالیس ہزار کا خسارہ ہوتا تو یہ خسارہ بنک زیدؔ، عمرؔ اور کاروباری فریق کو برداشت کرنا ہوتا کیونکہ ان کے سرمائے برابر ہیں۔

بنک کے نقطۂ نظر سے ان تمام صورتوں میں جو چیز مشترک ہے وہ یہ کہ اگر کاروبار میں نقصان ہو تو بنک کو اپنے فراہم کردہ سرمایہ کے حصے میں آنے والے نقصان کو پورا کا پورا برداشت کرنا ہوگا۔ اگر کاروبار میں نفع ہو تو بنک کو اپنے سرمایہ کے حصے میں آنے والے نفع میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق کاروباری فریق کا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ مذکورہ بالا مثالیں ہم نے صرف یہ واضح کرنے کے لیے دی ہیں کہ اس اصل پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ جس کاروباری فریق کو بنک نے مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا ہے اس کے کاروبار کی نوعیت اور وسعت کیا ہے یعنی اس میں دوسرے سرمائے بھی لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔

مذکورہ بالا صورتوں میں کاروباری فریق کی طرف سے لیے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ نفع اور نقصان کا حساب لگانے سے پہلے یہ قرضے ادا کر دیئے جائیں گے اور نفع اور نقصان کے حساب میں ان قرضوں کو کاروبار کے سرمایہ میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ نفع یا نقصان کا فی صد صرف اصل سرمایہ اور طویل المیعاد قرض کی بنیاد پر معلوم کیا جائے گا جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ تھوڑی مدت کے لیے لیے جانے والے قرضوں کی حیثیت روزمرہ کے ادھار لین دین کی ہے۔ اس میں

کوئی شبہ نہیں کہ ادھار لین دین سے کاروبار کو وسعت حاصل ہوتی ہے اور نفع کا امکان بڑھتا ہے لیکن یہ ادھار لین دین اس اصل سرمایہ کی بنیاد پر اور اسی کے بھروسے پر کیا جاتا ہے جو کاروبار کا اصل سہارا ہوتا ہے۔ نفع و نقصان کا حساب اسی اصل سرمایہ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ یہی حال تھوڑی مدت کے لیے لیے جانے والے (عموماً چھوٹی مقدار کے) قرضوں کا ہے۔ ان کی بدولت کاروبار کو وسعت حاصل ہوتی ہے اور نفع کمانے کے مواقع بڑھتے ہیں۔ لیکن نفع و نقصان کا حساب کرتے وقت ان کو "سرمایہ" میں نہیں شامل کیا جائے گا۔

بنک کی جانب سے اپنے سرمایہ کے ذریعے دوسرے صاحب سرمایہ کاروباری افراد اور اداروں کے ساتھ شرکت کی صورت میں کبھی یہ ممکن ہے کہ اس کاروبار میں بنک اور اس کے شریک کے سرمایوں کے علاوہ مضاربت پر حاصل کیا ہوا سرمایہ، شرکت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ، یا طویل المیعاد قرض سرمایہ شامل ہو۔ ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم کا اصول مختلف مثالوں کے ذریعے واضح کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا آخری صورت پر غور کرنے سے بھی یہ اصول آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو کاروبار شرکت عنان کے اصول پر کیا جا رہا ہو اور اس میں مضاربت اور قرض سرمایہ بھی تمام شرکاء کی رضامندی سے حاصل کر کے لگایا گیا ہو اس کے مجموعی منافع میں سے پہلے مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے والوں کو ان کا حصۂ نفع ادا کیا جائے گا۔ پھر باقی نفع شرکاء کاروبار میں طے شدہ نسبتوں کے مطابق تقسیم پائے گا۔ نقصان کی صورت میں وہ قرض جو مشترکہ کاروبار کی جانب سے لیا گیا تھا پورا کا پورا ادا کیا جائے گا۔ مضاربت کے سرمایوں کو صرف اسی قدر کمی کے ساتھ واپس کیا جائے گا جو مجموعی خسارہ کو کل سرمایہ ——— شرکت، مضاربت اور قرض کی

بنیادوں پر حاصل کردہ سرمایہ ــــ پر تقسیم کرنے سے مضاربت کے سرمایہ کے حصے میں آتا ہو، باقی خسارہ مشترکہ کاروبار کا خسارہ ہوگا جسے شرکاء اپنے فراہم کردہ سرمایوں کی نسبت سے برداشت کریں گے۔ ہماری تجویز کے مطابق بینک کسی ایسے کاروبار میں شرکت پر سرمایہ نہیں لگائے گا جس میں طویل المیعاد قرض سرمایہ بھی لگایا جا رہا ہو۔ اس لیے شرکت کے سرمایہ کے علاوہ صرف مضاربت پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگایا جا سکے گا جس کے نفع اور نقصان کی تقسیم کا اصول مذکورہ بالا آخری صورت میں واضح کیا جا چکا ہے۔ شرکت کی جانب سے لیے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کا حکم وہی ہے جو اوپر مضاربت کی صورت میں واضح کر دیا گیا ہے۔

جاری کاروبار میں سرمایہ لگانے کا مسئلہ:

کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کرنے کی صورت میں نفع اور نقصان کی تقسیم کا طریقہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے لیکن اس ضمن میں بعض مخصوص صورتیں مزید غور و بحث کی محتاج ہیں۔ ذیل میں ان مسائل پر روشنی ڈالی جائے گی۔

بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنے والا کاروباری فریق اگر اس سرمایہ سے ایک نیا کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے تو آئندہ اس کاروبار کے نفع و نقصان کی تعیین اور باہم حساب فہمی میں کوئی دشواری نہ ہوگی لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کاروباری فریق پہلے سے کوئی کارخانہ چلا رہا ہو، یا کوئی صنعتی زرعی یا تجارتی کاروبار کر رہا ہو اور اس کاروبار میں مزید سرمایہ لگانے کے لیے بینک سے رجوع کرے۔ ایسی صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ بینک اپنا سرمایہ لگانے سے پہلے اس بات کی تحقیق کرلے

کہ کاروبار میں پہلے سے کتنا سرمایہ لگا ہوا ہے اور بینک کا سرمایہ شامل کرتے وقت اس کاروبار کی مجموعی مالیت کیا ہے۔ اس کے بغیر کاروبار میں لگے ہوئے مختلف سرمایوں کے نفع یا نقصان کی تعیین ممکن نہ ہوگی ــــ کسی جاری کاروبار کی مالیت کی تشخیص کا معروف طریقہ یہ ہے کہ اس کی جملہ املاک مشینوں، عمارتوں، تیار شدہ مصنوعات، خام مال وغیرہ ــــ کی قیمت بازار کے موجودہ نرخ کے مطابق متعین کرلی جائے یعنی یہ معلوم کرلیا جائے کہ وہ چیزیں اگر اس وقت خریدی جائیں تو کن داموں میں مل سکیں گی۔ اس کے بعد کاروبار کی قابل وصول رقوم اور اس کے ذمے واجب الادا رقوم معلوم کی جائیں اور ان دونوں کے مثبت یا منفی فرق کو املاک و اثاثہ کی مجموعی قیمت میں شامل کیا جائے۔ یہ مجموعی رقم اس وقت اس کاروبار کی مالیت قرار پائے گی۔ یہی مالیت بینک کے دیئے ہوئے سرمایہ کے علاوہ کاروبار کا اپنا سرمایہ قرار پائے گی اور آئندہ کاروبار کے مجموعی نفع یا نقصان میں سے بینک کے حصے میں آنے والے نفع یا اس کے ذمہ آنے والے نقصان کی تعیین اس کی بنیاد پر ہوگی۔ اس میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بینک کے سرمایہ کی شمولیت سے پہلے کاروبار کا مالک صرف کاروباری فریق تھا یا اس کے مجموعی سرمایہ میں دوسرے شرکاء کا یا مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے والے اصحابِ سرمایہ کا سرمایہ بھی شامل تھا۔

مالیت کی تشخیص کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس پر بینک اور کاروباری فریق دونوں راضی ہوں۔ اس کام کے لیے ایسے غیر جانب دار ماہرین فن کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں جن کی مہارت اور دیانت پر دونوں فریقوں کو اعتماد ہو۔ معاہدے کے وقت جو رقوم واجب الادا اور قابل وصول ہوں ان کے بارے میں یہ طریقہ بھی

اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اُن کی ذمّہ داری کاروباری فریق خود لے لے اور کاروبار کی مالیت متعین کرنے میں ان رقوم کا لحاظ نہ کیا جائے۔

یہی مسئلہ اس صورت میں پیدا ہوگا جب کوئی کاروباری فریق پہلے سے جاری کاروبار کو آئندہ بینک سے شرکت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے بینک کی شرکت میں کرنے کا فیصلہ کرے۔ بعض فقہاء نے باہمی اختلاف کا امکان ختم کرنے اور جہل اور غرر (لاعلمی اور فریب) کا سدّباب کرنے کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ شرکت کے وقت دونوں شرکاء نقد سرمایہ کے ساتھ شریکِ کاروبار ہوں۔ جاری صنعتی کاروبار کو مشترکہ کاروبار میں تبدیل کرتے وقت اس طریقے کو اختیار کرنا بہت زحمت طلب اور کاروبار کے مفاد کے خلاف ہے اور معیشت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔ اس لیے صنعتی نوعیت کے کاروبار میں ہم مذکورہ بالا طریقے کو اختیار کرنا درست قرار دیتے ہیں۔ تشخیص مالیت کے ذریعے کاروبار کی مجموعی مالیت معلوم کر کے کاروباری فریق کا سرمایہ متعین کر لیا جائے اور بینک اپنا سرمایہ نقد کی صورت میں فراہم کرے۔ آئندہ حسابات انہی دونوں سرمایوں کی مقداروں کی بنیاد پر کیے جائیں۔ تشخیص مالیت کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس پر دونوں فریق راضی ہوں اور باہمی نزاع یا جہل اور غرر کا کوئی امکان نہ باقی رہے۔

دوسرا اہم مسئلہ مدّتِ معاہدہ کا ہے۔ اگر کسی کاروبار کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک متعین عرصے میں کاروبار مکمل ہو جائے گا اور اس میں لگا ہوا سرمایہ دوبارہ نقد کی شکل اختیار کر لے گا اور بینک اس پوری مدّت کے لیے سرمایہ لگانا چاہے تو نفع نقصان کے حساب میں کوئی زحمت نہ ہوگی۔ اختتامِ کاروبار پر نتائجِ کاروبار کی

روشنی میں فریقین باہم حساب فہمی کر سکیں گے لیکن دورِ جدید میں اکثر صنعتی کاروبار مسلسل جاری رہتے ہیں اور ان کے اختتام کا کوئی وقت نہیں مقرر کیا جاسکتا۔ ایسی صورت میں بینک کے لیے دو طریقے ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنا سرمایہ ایک متعین مدّت کے لیے فراہم کرے اور دوسرا یہ کہ بغیر مدّت کی تعیین کے سرمایہ لگائے اور جب چاہے اسے واپس لے لے۔ دونوں صورتوں میں سرمایہ کی واپسی کے وقت حساب فہمی کے لیے کاروبار کی مالیت کی تشخیص کا وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جس کی نشان دہی اوپر کی جاچکی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر کاروباری فریق بینک کا سرمایہ واپس کرنے کے بعد بھی کاروبار جاری رکھنا چاہے تو حساب فہمی کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ کاروبار کا پورا سرمایہ نقد کی صورت میں منتقل کر لیا جائے۔ صرف حسابات صاف کرنے کے لیے کارخانہ، مشینوں، خام مال اور دیگر اثاثہ کو عملاً فروخت کرنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ مسلسل جاری صنعتی کاروبار میں اگر حسابات کی تکمیل کے لیے کاروبار کے جملہ اثاثہ کو نقد کی شکل میں منتقل کرنا ضروری قرار دیا جائے تو یہ صنعتی کاروبار کے لیے مہلک ہوگا اور اس کے مضر اثرات صرف کاروبار کرنے والے پر نہیں بلکہ پوری معیشت پر مرتب ہوں گے۔ عملاً اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صنعتی کاروبار کرنے والے افراد بینکوں سے سرمایہ نہ حاصل کر سکیں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ تشخیص مالیت کے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق حساب فہمی اور نفع و نقصان کی آخری تقسیم کو جائز قرار دیا جائے۔ بینک کو اس کا سرمایہ لازماً نقد کی صورت میں ملے گا اور حسابات کی روشنی میں اسے جتنا نفع ملنا چاہیے وہ بھی نقد کی صورت میں دیا جائے گا۔ اس مقدار میں نقد کی فراہمی اس کاروباری فریق

کے ذمے ہوگی جو اگرچہ کاروبار کو جاری رکھنا چاہتا ہے مگر بینک سے لیا ہوا سرمایہ واپس کر رہا ہے۔ وہ اس کے لیے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے اس کی تفصیل سے تعرض مسئلۂ زیر بحث کے لیے غیر ضروری ہے۔

جیسا کہ شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول پر بحث کرتے وقت واضح کیا جا چکا ہے۔ فقہاء کے نزدیک حسابات کی تکمیل اور نفع و نقصان کی آخری طور پر تقسیم کے لیے ضروری ہے کہ کاروبار کا سرمایہ نقد کی صورت میں منتقل کر لیا جائے۔[1] ان کی یہ رائے اس مصلحت پر مبنی ہے کہ حسابات کے طریقے میں دھوکہ، لاعلمی یا کسی فریق کی حق تلفی کی گنجائش نہ ہونا چاہیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس مصلحت کا پوری طرح حصول ان کی تجویز کردہ صورت میں بآسانی ممکن ہے لیکن انھوں نے جو طریقہ تجویز کیا ہے وہ تجارتی اور زرعی کاروبار میں تو اختیار کیا جا سکتا ہے مگر دورِ جدید کے صنعتی کاروبار میں اس طریقے پر اصرار متعدد انفرادی اور اجتماعی مضرتوں کا سبب بن سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں ان مصالح کے تحفظ کی کوئی متبادل صورت اختیار کرنی ہوگی۔ ہمارے نزدیک کاروبار کی مالیت کی اس طریقے پر تشخیص جس پر فریقین راضی ہوں ان مصالح کے تحفظ کے لیے کافی ہوگی۔ اسی بنا پر ہم موجودہ حالات میں حسب ضرورت حساب فہمی کے اس طریقے کو جائز سمجھتے ہیں۔

حساب فہمی میں سہولت اور صفائی معاملات کا ایک مناسب طریقہ یہ ہوگا کہ ہر کاروباری فریق کے لیے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ موزوں متعین وقفوں کے بعد—

---

[1] متعلقہ فقہی مباحث کے لیے ملاحظہ ہو "شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول"، صفحات ۴۱-۴۸۔

مثلاً سالانہ، شش ماہی یا سہ ماہی — اپنے حسابات مرتب کرے اور حسابات رکھنے کے جدید طریقوں کے مطابق کاروبار کی مجموعی مالیت متعین کرلے۔ بینک اس کاروبار میں اپنا سرمایہ انھی وقفوں کے لحاظ سے لگائے۔ یعنی ایک سہ ماہی یا چند سہ ماہیوں کے لیے، یا ایک سال یا چند برسوں کے لیے۔ اس مدت کے پورا ہونے پر فریقین میں سے ہر ایک کو اختیار ہو کہ وہ معاہدہ کو ختم کر دیں۔ بینک کو اس کا سرمایہ واپس دے دیا جائے اور نفع و نقصان کا حساب کر کے بینک کا حساب صاف کر دیا جائے اگر فریقین چاہیں تو وہ آئندہ سہ ماہی یا آئندہ سال کے لیے معاہدہ کی تجدید کر لیں۔ ایسی صورت میں نفع و نقصان کی یہ تقسیم قطعی ہوگی اور آئندہ سہ ماہی یا سال کے نفع و نقصان کو اس تقسیم سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر فریقین چاہیں تو وہ معاہدہ علیٰ حالہٖ قائم رکھیں۔ نفع یا نقصان کی اس تقسیم کو عارضی قرار دیں اور اختتامِ معاہدہ کے وقت آخری طور پر نفع یا نقصان کی تقسیم کا کام آئندہ کے لیے اٹھا رکھیں۔ متعین مدت کے لیے معاہدہ کرنے کی صورت میں اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے اختتامِ معاہدہ اسی صورت میں ممکن ہوگا جب دونوں فریق ایسا کرنے پر راضی ہوں یا مدت پوری ہونے سے پہلے کاروباری فریق کی موت واقع ہو جائے اور اس کے نتیجے میں معاہدہ ختم کرنا ناگزیر ہو جائے۔

اگر کاروباری فریق بینک سے کچھ سرمایہ حاصل کر کے کاروبار میں لگانے کے بعد آئندہ اسی کاروبار میں لگانے کے لیے بینک یا کسی دوسرے صاحب سرمایہ سے مزید سرمایہ حاصل کرنا چاہے تو اس سرمایہ کو کاروبار میں لگانے سے پہلے کاروبار کی مالیت تشخیص مالیت کے اسی طریقے کے مطابق متعین کی جائے گی جس کا

اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔ نیا سرمایہ شامل کرتے وقت ہر فریق ایک نئے معاہدے کے تحت شریکِ کاروبار ہوگا اور اس وقت تک کے نفع نقصان کی تعیین کر کے ان اصحابِ سرمایہ کا حساب صاف کر دینا ضروری ہوگا جن کے سرمائے پہلے سے لگے ہوئے ہوں۔ ضروری نہیں کہ ان کے سرمائے واپس کیے جائیں یا ان کے حصے کا نفع عملاً انھیں ادا کر دیا جائے۔ بلکہ ان کے سرمائے مع نفع (یا نقصان) کی مقدار کی تعیین کافی ہوگی اور آئندہ انھیں اس کاروبار میں اسی سرمایے کے ساتھ شریک سمجھا جائے گا۔

اگر بینک نے کاروباری فریق کو غیر متعین مدّت کے لیے سرمایہ فراہم کیا ہو تو بھی موزوں وقفوں پر ـــــــ سہ ماہی، شش ماہی یا سالانہ ـــــ حسابات کرنے اور نفع و نقصان کی تقسیم کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ بینک کو اپنے کھاتہ داروں کے حسابات کی تکمیل کے لیے موزوں وقفوں پر اپنے مجموعی نفع نقصان کی تعیین کی ضرورت پیش آئے گی اس لیے طویل مدت یا غیر متعین مدّت کے لیے سرمایہ لگانے کو اس بات میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے کہ ہر سہ ماہی، شش ماہی یا سال کے اختتام پر نفع نقصان کی تعیین کی جاتی رہے اور بینک کو اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کا نفع ملتا رہے۔

اس پوری بحث میں ہم نے شرکت اور مضاربت دونوں طریقوں کے مطابق سرمایہ لگانے کا ذکر کیا ہے لیکن آئندہ مباحث میں ہم یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ بینک سرمایہ لگاتے وقت مضاربت ہی کا اصول اختیار کرتا ہے۔ شرکتِ عنان کا طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ اس سے ان مباحث کی پیچیدگی دور ہو جائے گی۔ اور اُن کے نتائج پر کوئی خاص اثر نہیں پڑے گا۔ مجوّزہ نظامِ بنک کاری کے تمام پہلو سامنے آجانے کے

بعد بآسانی اس امر پر غور کیا جا سکتا ہے کہ اگر بینک مضاربت کے پہلو بہ پہلو شرکتِ عنان کا طریقہ بھی اختیار کرتا ہے تو اس سے اس نظام پر کیا اثر پڑے گا اور اس کی کن تفصیلات میں ترمیم ضروری ہوگی۔

مناسب ہوگا کہ آگے بڑھنے سے پہلے اس بحث کے نتائج پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

- بینک اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو دے گا۔
- بینک کا حصۂ نفع اس کے دیئے ہوئے سرمایہ پر آنے والے نفع کی ایک کسر کے طور پر طے پائے گا۔
- بینک اپنے دیئے ہوئے سرمایہ پر آنے والا پورا نقصان خود برداشت کرے گا۔
- بینک کی مالی ذمہ داری اس کے دیئے ہوئے سرمایہ سے متجاوز نہ ہوگی۔ (یعنی بینک کا زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا لگایا ہوا پورا سرمایہ ڈوب جائے، کچھ بھی واپس نہ ملے۔)
- آخری طور پر حساب فہمی سے پہلے بھی نفع کی تقسیم عمل میں آسکتی ہے۔
- اختتامِ معاہدہ پر بینک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ اس نفع کے اضافے یا اس نقصان کے بقدر کمی کے ساتھ واپس مل جائے گا جو اس میں واقع ہوا ہو۔
- آغازِ معاہدہ پر اس بات کی تعیین ضروری ہوگی کہ بینک کے فراہم کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کاروبار میں کتنا اور سرمایہ لگا ہوا ہے یا اب لگایا جا رہا ہے۔
- جس کاروبار میں بینک نے سرمایہ لگایا ہو اس میں کسی اور ذریعے سے، یا خود اسی بینک سے حاصل کر کے مزید سرمایہ لگانے کی صورت میں ایک نیا معاہدہ کرنا ضروری

ہوگا۔

- بینک متعین مدتوں کے لیے بھی سرمایہ لگا سکے گا۔
- مدت متعین نہ ہونے کی صورت میں، اور مدت متعین ہو تو کاروباری فریق کی رضامندی سے بینک کسی وقت بھی اپنا دیا ہوا سرمایہ واپس لے سکے گا۔ البتہ حساب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو تو بینک کو کچھ عرصہ مثلاً جاری سہ ماہی کی تکمیل تک انتظار کرنا ہوگا۔

ج۔ کاروباری اداروں کے حصص کی خریداری

بینک کے لیے اپنے سرمایہ کے نفع آور استعمال کی ایک موزوں شکل تجارتی اور صنعتی کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے حصص (SHARES) کی خریداری ہے۔ آج کل بہت سے کاروباری ادارے اپنا سرمایہ حصص کی فروخت کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ ہر حصہ کا مالک اصولاً ایک مشترکہ کاروبار میں ایک شریک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے حصے کی قیمت کو کمپنی کے کل سرمایہ کے ساتھ جو نسبت ہو اسی نسبت سے وہ اس کمپنی کے مالکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک کمپنی میں دس لاکھ روپیہ کا سرمایہ لگا ہوا ہے اور اس کے ایک حصہ کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے تو اس حصہ کا مالک کمپنی کے ہزارویں حصے ($\frac{1}{1000}$) کا مالک سمجھا جائے گا۔

کاروبار میں نفع ہونے کی صورت میں یہ نفع حصہ داروں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم پاتا ہے۔ جس سال کاروبار میں خسارہ ہوا اس سال کوئی نفع تقسیم نہیں کیا جاتا مگر حصہ داروں سے اس خسارے کی تلافی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا۔ بلکہ آئندہ

منافع یا گزشتہ غیر تقسیم شدہ منافع سے اس کی تلافی کی جاتی ہے۔ آئندہ جب اتنے منافع ہوتے ہیں کہ سابق نقصانات کی تلافی کے بعد بھی نفع تقسیم کرنا ممکن ہو تو نفع تقسیم کیا جاتا ہے۔

یہ کمپنیوں کے حصص اور ان پر ملنے والے نفع کا بہت سادہ اور موجودہ عملی صورت حال سے کسی قدر ہٹا ہوا بیان ہے۔ لیکن یہ بیان غیر حقیقت پسندانہ نہیں اور زیر غور نظام کے لیے اسے سوچنے کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

بازار میں یہ حصص خریدے اور فروخت کیے جاتے ہیں۔ ان کے نرخ بازار کا اتار چڑھاؤ بڑی حد تک ماضی میں ان کی نفع آوری اور مستقبل میں ان کی متوقع نفع آوری پر ہوتا ہے۔

ان حصص کی خرید و فروخت کا طریقہ اسلامی نظام معیشت میں جاری رکھا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ ان حصہ داروں کی مالی ذمہ داری، مشترکہ کاروبار میں مداخلت کے حق اور حصص کی خرید و فروخت سے متعلق بعض نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ ایسے سوالات نہیں جن کا حل ناممکن ہو۔ مشترکہ کاروباری کمپنیوں کے موجودہ ڈھانچہ میں مناسب ترمیمات، سٹہ بازی کے خاتمے اور حصص پر نفع کی تقسیم نیز ان کی خرید و فروخت کو بعض ضوابط کا پابند بنا کر مروجہ طریقوں کو ہر طرح کی شرعی قباحت سے پاک کرنا بآسانی ممکن ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں ہم ان مسائل پر تفصیلی بحث نہیں کر سکتے لیکن ہم یہ فرض کر کے گفتگو جاری رکھیں گے کہ حصص کی خرید و فروخت کا طریقہ غیر سودی نظامِ معیشت میں نہ صرف رائج رہے گا، بلکہ سودی لین دین کی حرمت کے سبب زیادہ فروغ پائے گا۔ ظاہر ہے کہ تجارتی حصص کی وہ تمام قسمیں جن کے ساتھ سود

وابستہ ہو، یا جن میں ایک کم سے کم شرح نفع کی ضمانت دی گئی ہو خارج از بحث ہیں۔ یہاں صرف ان عام حصص (COMMON STOCK) کا ذکر ہے جن کی نفع آوری خود کمپنی کے کاروبار میں نفع ہونے پر منحصر ہوتی ہے۔

بینک اپنے سرمایہ کا ایک حصہ ایسے حصص کی خریداری پر صرف کر سکتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے ان کو ہر سال نفع مل سکے۔ وہ بہ یک وقت مختلف قسم کے حصص اور مختلف کاروباری اداروں کے حصص خرید کر اس بات کا اہتمام بھی کر سکتے ہیں کہ اپنے خریدے ہوئے حصص پر بحیثیت مجموعی انہیں ہمیشہ نفع ہو۔

حصص میں سرمایہ لگانے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب بینک کو نقد سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ ان حصص کو فروخت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ مباحث سے واضح ہوگا۔ بینک کے لیے اپنی نقدیت (LIQUDITY) کو برقرار رکھنا ایک اہم کام ہوگا حصص کی ملکیت اس کام میں مددگار ثابت ہوگی۔

حصص کی فروخت پر بینک کو خسارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مفاد کے تحت اس بات کی کوشش کرے گا کہ خسارہ اٹھا کر حصص نہ فروخت کرنے پڑیں۔ حصص کے ذریعے ہونے والا نفع یا نقصان کاروبار بنک کاری کے مجموعی منافع میں شامل سمجھا جائے گا۔

تیسرا باب

بینک اور اصحابِ سرمایہ

گزشتہ باب میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ بینک اپنے سرمایہ کو مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگا کر تجارتی حصص خرید کر اور کمیشن یا فیس کے عوض مختلف خدمات انجام دے کر کس طرح نفع اور اجرت کی صورت میں آمدنی حاصل کرنے کا اہتمام کرے گا۔ اوپر ہم نے صرف اس سرمایہ کا ذکر کیا ہے جو بینک قائم کرنے والے حصہ داروں نے فراہم کیا ہو۔ اس باب میں ان دوسرے طریقوں کا جائزہ لیا جائے گا جو بینک مزید سرمایہ حاصل کرنے کے لیے اختیار کرے گا۔

مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ کا حصول :

بینک عام پبلک اور بچت کاروں کو اس بات کی دعوت دے گا کہ وہ اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر بینک کو دیں۔ بینک اس سرمایہ کے ذریعے وہ کاروبار کرے گا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اس کاروبار کے ذریعے ان سرمایوں پر جو نفع ہوگا اس میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق ایک حصہ بینک کو ملے گا اور باقی نفع

مضاربت پر سرمایہ جمع کرنے والوں کو ملے گا۔ ذیل میں بینک اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ جمع کرنے والوں کے درمیان معاہدہ کی تفصیلات واضح کی جائیں گی۔ سہولت کے لیے ہم ان افراد کو بینک کے کھاتہ دار کہیں گے جو اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر بینک میں جمع کریں۔ ان کھاتہ داروں کے علاوہ ایسے افراد بھی بینک میں اپنا سرمایہ جمع کر سکیں گے۔ جو اسے "قرض" کھاتہ میں رکھنا چاہیں اس کھاتہ کی نوعیت اور اس میں جمع کیے جانے والے سرمایہ کے استعمال کی کیفیت بھی اسی باب میں واضح کی جائے گی۔

مضاربت کھاتہ

مضاربت کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والوں کے ساتھ بینک حسب ذیل معاہدہ کرے گا۔

۱۔ بینک اس سرمایہ کو اپنے سرمایہ کے ساتھ کاروبار میں لگائے گا۔ کل سرمایہ پر اسے مجموعی طور پر جو نفع ہوگا وہ کل سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس تقسیم کے نتیجے میں کسی کھاتہ دار کے سرمایہ پر جتنا نفع آئے گا اس کی ایک طے شدہ نسبت (نصف، تہائی یا چوتھائی وغیرہ) بینک کو ملے گی اور باقی نفع کھاتہ دار کو ملے گا۔ نفع کی تقسیم کی یہ نسبت فریقین کی رضامندی سے طے پائے گی۔

۲۔ اگر بینک کو اپنے کاروبار میں مجموعی طور پر خسارہ ہوتا ہے تو یہ خسارہ کاروبار میں لگے ہوئے کل سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس تقسیم کے نتیجے میں کسی کھاتہ دار کے سرمایہ میں جو خسارہ واقع ہوگا وہ پورا خسارہ اس کھاتہ دار کو برداشت کرنا ہوگا۔

۳۔ کسی کھاتہ دار کی مالی ذمہ داری اس کی جمع کردہ رقم سے متجاوز نہیں ہوگی یعنی اسے زیادہ سے زیادہ جو نقصان ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اس کی جمع کردہ رقم ڈوب جائے۔ بینک نے اگر قرض سرمایہ کاروبار میں لگایا ہو اور اسے حصہ داروں اور مضاربت کھاتہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ سے زیادہ وسعت دی ہو اور اسے کاروبار میں اتنا زبردست خسارہ ہو کہ یہ سارا سرمایہ ڈوب جائے پھر بھی واجب ادا رقوم باقی رہ جائیں تو ایسی صورت میں ان تمام رقوم کی ادائیگی کے لیے مضاربت کھاتہ والوں سے مزید رقم کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مطالبہ صرف حصہ دار شرکاء سے کیا جا سکتا ہے جن کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہوگی۔

۴۔ مضاربت کھاتہ میں جمع کی جانے والی رقمیں کسی مدت کی تعیین کے بغیر بھی جمع کی جا سکتی ہیں اور ایک متعین مدت مثلاً ایک سہ ماہی یا چند سہ ماہیوں کے لیے بھی۔

۵۔ ہر سہ ماہی کے اختتام پر کھاتہ دار کے نفع نقصان کا حساب کر کے اسے مطلع کیا جائے گا۔ اسے اختیار ہوگا کہ وہ معاہدہ ختم کر کے اپنا سرمایہ مع نفع نقصان کے واپس لے لے۔ یا نفع کی قسط وصول کر لے اور اس بات پر راضی ہو کہ نفع کی یہ تقسیم عارضی ہے اور آئندہ خسارے کی صورت میں یہ نفع اس نقصان کی تلافی میں محسوب کیا جا سکے گا۔ ان میں سے جو طریقہ کھاتہ دار اپنے حصۂ نفع کے سلسلے میں اختیار کرے گا وہی طریقہ بینک اپنے حصۂ نفع کے سلسلے میں بھی اختیار کرے گا اگر سہ ماہی حساب سے یہ معلوم ہوا ہو کہ کھاتہ دار کو خسارہ ہوا ہے اور وہ معاہدہ جاری رکھنا چاہے تو آئندہ سہ ماہی میں ہونے والے نفع میں سے پہلے اس خسارے کی

تلافی کی جائے گی۔ پھر اگر کچھ نفع باقی رہے تو وہ فریقین کے درمیان طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم پائے گا۔ کھاتہ دار کے لیے یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ سہ ماہی حسابات کو آخری قرار دے اور ان کے مطابق نفع یا نقصان کے ساتھ اپنا سرمایہ وصول کرے لیکن پھر اسی سرمایہ کو آئندہ کے لیے از سرِ نو مضاربت کے اصول پر دے دے۔ ایسی صورت میں عملاً رقم کی واپسی ضروری نہ ہوگی بلکہ حسابات کی صفائی کے بعد بنک کو تجدیدِ معاہدہ کے فیصلہ سے مطلع کر دینا کافی ہوگا۔ اس صورت میں آئندہ نفع نقصان کا گزشتہ نفع نقصان سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

۶۔ کھاتہ دار جب چاہے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر نفع اور نقصان کے حساب کے لیے اسے رواں سہ ماہی کے اختتام کا انتظار کرنا ہوگا۔ البتہ اگر بنک راضی ہو تو گزشتہ سہ ماہی کے حسابات کو بھی حساب مکمل کرنے کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ مضاربت کھاتہ کی رقمیں چیک کے ذریعے نہیں نکالی جا سکیں گی، نہ ان کھاتوں میں سے رقوم چیک کے ذریعے دوسرے افراد کو منتقل کی جا سکیں گی، بلکہ ان رقوم کو نکالنے کے لیے ایک مناسب عرصہ پہلے اطلاع دینی ہوگی۔ البتہ اگر بنک پیشگی اطلاع پر اصرار نہ کرے تو اس کی بھی پوری گنجائش ہوگی۔

۷۔ مذکورہ بالا حسابات کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ہر سہ ماہی کے اختتام پر بنک اپنے پورے کاروبار کا حساب مرتب کر کے اس کے مجموعی نفع یا نقصان کی تعیین کرے گا۔ جن کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر سرمائے فراہم کیے گئے ہوں ان سے حساب کرنے کے لیے تشخیص مالیت کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے جصص کی قیمت بازار کے جاری نرخ کے مطابق متعین کر کے

ان کی ملکیت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نفع اور اضافۂ اصل (CAPITAL GAIN) کی تعیین کی جائے گی۔

۸۔ مضاربت کھاتہ میں نئی رقوم ہر سہ ماہی کے آغاز پر جمع کی جا سکیں گی جو بچت کار اور اصحاب سرمایہ سہ ماہی کی درمیانی تاریخوں میں سرمایہ جمع کرنا چاہیں ان کی رقمیں قبول کر لی جائیں گی لیکن اگر ان رقموں کا فوری طور پر استعمال ممکن نہ ہو تو رواں سہ ماہی کے اختتام پر انہیں نفع نقصان کا حساب کرنے میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ البتہ اگر بنک کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ ان رقموں کو حصص کی خرید، مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے یا خدمات کی انجام دہی کے سلسلے کے اخراجات میں استعمال کر سکے اور رواں سہ ماہی کے اختتام پر نفع یا نقصان کی تعیین میں ان رقموں کو ان مدتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے شامل کرے جن کے لیے یہ لگائی گئی ہیں تو وہ ایسا ہی کرے گا۔ بنکوں کے درمیان بچتیں اور سرمائے حاصل کرنے کے لیے مسابقت اس بات کی ضامن ہوگی کہ وہ حتی الامکان ایسا کریں گے تاکہ مضاربت کھاتہ میں رقمیں ہر وقت جمع کی جاتی رہیں۔ لیکن بنکوں کی نگرانی کرنے والی سماجی ہیئت یعنی مرکزی بنک کو اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ حسابات کے طریقے ایسے ہوں جو کسی کھاتہ دار یا حصہ دار کی حق تلفی کا باعث نہ بنیں۔ حسابات کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس میں جہل (عدمِ علم) کو دخل نہ ہو۔ نہ غرر (دھوکہ) کا اندیشہ ہو۔ بنکوں کے حسابات کو جہل، غرر اور غبن سے پاک رکھنے کے لیے مرکزی بنک ان کو ایسے ضوابط کا پابند بنائے گا جو ماہرینِ فن کی مدد سے ہر فریق کے مفادات و مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے وضع کیے گئے ہوں۔

یہ بات کہ مضاربت کھاتہ میں جمع کی جانے والی رقمیں ایک سہ ماہی یا چند سہ ماہیوں کے لیے جمع کی جائیں اور رقموں کی آمد اور واپسی سہ ماہیوں کے اختتام پر ہو ہماری طرف سے ایک تجویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تجویز کا منشا، حساب کتاب کو جہل، غرر اور غبن کے عناصر سے پاک رکھنا اور عدل کی ضمانت دینا ہے، اسی لیے ہم نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ہر کاروباری فریق جسے بنک نے سرمایہ فراہم کیا ہو سہ ماہی حسابات مرتب کرے اور بنک اپنے کاروبار کا بھی ہر سہ ماہی پر پورا حساب مرتب کرے۔ تاکہ ہر فریق کے نفع یا نقصان کی تعیین پورے کاروبار کے نتائج کی بنیاد پر کی جا سکے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تک پورے کاروبار کے نتائج نہ معلوم ہوں کسی ایک کھاتہ دار یا حصہ دار کے نفع یا نقصان کی تعیین ممکن نہیں اور یہ بات جائز نہ ہو گی کہ ٹھیک ٹھیک تعیین کے بغیر محض اندازہ یا تخمینہ کو حساب فہمی کی بنیاد بنایا جائے۔

تین مہینے کی مدّت بذات خود کوئی اصولی اہمیت نہیں رکھتی۔ کوئی دوسری مدت بھی تجویز کی جا سکتی ہے لیکن اس سلسلے میں چند امور کا لحاظ رکھنا ہو گا۔ کاروباری فریق جو بنک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے کاروبار میں لگائیں گے انہیں اس بات کا اطمینان حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اس سرمایہ کو اتنے عرصے استعمال کر سکیں گے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ایک کارخانہ دار یہ چاہے گا کہ اسے اس سرمایہ کے ذریعے خام مال خرید کر اس کے ذریعے مصنوعات تیار کر کے فروخت کرنے کا موقع ملے، جس کے لیے چند ماہ کی مدّت ضرور درکار ہو گی۔ مختلف قسم کے کارخانوں یا تجارتی اداروں کے لیے اس عرصے کی تعیین مختلف ہو گی اور بنکوں کی پالیسی ایسی ہونی چاہیے کہ ہر قسم کے کاروباری اداروں کو اپنی ضرورات کے

مطابق مختلف عرصوں کے لیے کاروباری سرمایہ مل سکے۔ دوسری طرف سرمایہ لگانے والے اور بچت کر کے اُسے مضاربت کھاتہ میں جمع کرنے والے افراد یہ چاہیں گے کہ ان کی رقمیں بہت لمبی مدّتوں کے لیے پابند نہ ہو جائیں اور انہیں نفع کے لیے بہت طویل عرصہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ اگر کھاتہ داروں کے نفع کا حساب کرنے کا وقفہ زیادہ طویل رکھا گیا تو اس کا اثر بچت کی رسد اور مضاربت کھاتہ میں سرمایہ کی آمد پر پڑے گا۔ بنکوں کے لیے عرصۂ حساب تجویز کرتے وقت ان دونوں مصالح کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

تین مہینے کی مدّت نہ بہت چھوٹی ہے نہ بہت بڑی۔ یہ ایک درمیانی مدّت ہے۔ پھر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر سہ ماہی کے اختتام پر بنک کاروباری فریقوں سے سرمایہ واپس طلب کرے گا۔ ضرورت صرف ہر کاروباری فریق سے حساب طلب کرنے کی پیش آئے گی۔ ایک کاروباری فریق کو متعدد سہ ماہیوں تک کے لیے سرمایہ دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ عام صورت یہ ہو گی کہ سرمایہ غیر متعین مدت کے لیے دیا جائے گا۔ حسابات ہر سہ ماہی پر کیے جاتے رہیں گے اور سرمایہ اس وقت واپس لیا جائے گا جب بنک یا کاروباری فریق دونوں میں سے کوئی ایک اپنے مفاد و مصالح کی روشنی میں معاہدہ ختم کرنا مناسب سمجھے۔ اسی طرح کھاتہ داروں کی جانب سے بھی بچتیں اور سرمائے غیر متعین مدت کے لیے جمع کیے جایا کریں گے۔ ہر سہ ماہی پر حسابات مکمل کر کے نفع نقصان کی تعیین اور تقسیم ہوتی رہے گی، مگر اکثر رقمیں بدستور مضاربت کھاتہ میں جمع رہیں گی۔ کھاتہ دار اپنی رقم اسی وقت نکالے گا جب وہ اسے کسی دوسرے نفع آور کام میں

لگانا یا ذاتی صرف میں لانا چاہے گا۔ جہاں تک ایک بینک کے مضاربت کھاتہ سے رقم واپس لے کر دوسرے بینک کے مضاربت کھاتہ میں جمع کرنے کا تعلق ہے اس کا نظام بینک کاری پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہر سہ ماہی کے اختتام پر کسی بینک سے مضاربت کھاتہ کی جو رقمیں واپس طلب کی جائیں گی ان کے بالمقابل کچھ رقمیں آئندہ سہ ماہی کے لیے جمع بھی کی جائیں گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر معمولی حالات کے علاوہ اس بات کی ضرورت شاذ و نادر ہی پیش آئے گی کہ بینک کو کاروباری فریقوں سے سرمایہ کی واپسی کا مطالبہ صرف اس لیے کرنا پڑے کہ اسے مضاربت کھاتہ کی کچھ رقمیں واپس کرنی ہیں۔ آئندہ صفحات کے مطالعہ کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھی جا سکے گی کہ بینک کی وہ پالیسی جو کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے اور اس سرمایہ کو واپس لینے سے تعلق رکھتی ہے بڑی حد تک آزاد ہوگی۔ مضاربت کھاتہ میں رقوم کی آمد یا ان سے رقوم کی واپسی کی پابند نہ ہوگی۔

اس مقصد کے تحت مناسب ہوگا کہ بینک مضاربت کھاتہ کی ایک متعین فی صد رقم ریزرو کے طور پر رکھے۔ تاکہ کھاتہ داروں کو رقم کی واپسی، عام حالات میں، کاروباری فریقوں سے سرمائے واپس لینے پر منحصر نہ ہو۔ ایک بہت چھوٹی نسبت مثلاً تین فی صد یا پانچ فی صد ریزرو رکھ کر یہ منشا پورا کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام بینکوں کی سہ ماہیاں ایک ساتھ شروع اور ایک ساتھ ختم ہوں۔ ہر بینک اس بات کی تعیین میں آزاد ہوگا کہ اس کی سہ ماہی

کس تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بینک میں مضاربت پر رقمیں جمع کرنے کی مقررہ تاریخیں جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر کی پہلی تاریخیں یا پہلے ہفتے ہوں۔ دوسرا بینک فروری، مئی، اگست اور نومبر کے آغاز میں رقوم قبول کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس طرح پورے نظام بنک کاری میں ہر وقت سہ ماہی کا آغاز و اختتام ہوتا رہے گا جس سے کھاتہ داروں کو مزید سہولت فراہم ہوسکے گی۔ نیز کاروباری طبقہ کو بھی ہر وقت نیا سرمایہ حاصل کرنا ممکن ہو جائے گا۔

اگر تجربے سے تین ماہ کے علاوہ کوئی اور مدّت ——— چار ماہ، چھ ماہ یا ایک سال ——— زیادہ موزوں معلوم ہو تو اسے اختیار کیا جا سکے گا۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ابتدا ہی سے مختلف بینک مختلف وقفوں پر حسابات صاف کرنے کا طریقہ اختیار کرلیں گے۔ یہ بات عام بچت کاروں اور اصحابِ سرمایہ، نیز کاروباری فریقوں کے لیے بھی زیادہ سہولت کا سبب بنے گی کہ ایک بینک ہر سہ ماہی پر حساب کرتا ہے، دوسرا ہر چھ ماہ پر اور تیسرا سالانہ حساب کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ بعض بینک زیادہ لمبی مدتوں کے لیے مضاربت پر سرمایہ لگانے میں اختصاص پیدا کرلیں گے اور طویل مدّت میں تکمیل پانے والے صنعتی کاروبار کے لیے سرمایہ کے طالب کاروباری فریق ان سے اپنی ضرورت پوری کریں گے۔ دوسرے بینک درمیانی یا چھوٹی مدتوں کے لیے سرمایہ فراہم کریں گے اور کاروباری افراد کا ایک حلقہ ان کی طرف رجوع کرے گا۔ اس طرح ہر قسم کے کاروبار کے لیے بہ سہولت سرمایہ فراہم ہوسکے گا۔ عملی تجربہ بینکوں کی باہم مسابقت اور مرکزی بینک کی وہ رہنمائی اور ضابطہ بندی جو وہ اجتماعی ضروریات و مصالح کی بنیاد پر

کرے گا۔ پورے نظام بینک کاری کو موزوں طریقے سے چلانے کا ذریعہ بنے گی۔

مضاربت کھاتہ کے نفع نقصان کی تعیین:

دوسرے باب میں ہم مثالوں کے ذریعے واضح کر چکے ہیں کہ بینک کاروباری فریقوں سے اپنے دیے ہوئے سرمایہ کے نفع نقصان کا حساب کس طرح کرے گا۔ اب ہم یہ واضح کریں گے کہ بینک اپنے کھاتہ داروں اور حصّہ داروں کے درمیان اپنے منافع یا نقصانات کو کس طرح تقسیم کرے گا۔ بحث کو پیچیدگی سے بچانے کے لیے ہم یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ بینک کے خریدے ہوئے تجارتی حصص کے ذریعے ہونے والی آمدنی بھی مضاربت پر دیے ہوئے سرمایہ کے منافع یا نقصانات میں شامل ہے۔ نیز یہ کہ خدمات کے ذریعے جو آمدنی ہو رہی ہے وہ بینک کے مجموعی انتظامی اخراجات کے برابر ہے اس طرح عملاً خالص آمدنی کی صرف ایک شکل باقی رہ جائے گی۔ یعنی مضاربت پر لگائے ہوئے سرمایہ کے منافع۔

نفع کی تعیین اور تقسیم کا اصول وہی ہے جو اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ مضاربت کھاتہ میں جمع کی جانے والی پوری رقم[۵۱] حصّہ داروں کے فراہم کردہ پورے سرمایہ

---

۵۱ اگر مضاربت کھاتہ کا ایک متعین حصہ ریزرو کے طور پر رکھا جائے تو ایسا کرنا بھی اس کے کاروباری استعمال میں شامل سمجھا جانا چاہیے۔ اس ریزرو کے علاوہ باقی رقوم کاروباری فریقوں کو فراہم کی جائیں گی مگر ان سے حاصل ہونے والے نفع کو کل کھاتہ بشمول ریزرو تقسیم کر کے نفع کا فی صد معلوم کیا جائے گا۔

میں ملا کر کاروبار میں استعمال کی جائے گی۔ یعنی کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر دینے، حصص خریدنے اور گاہکوں کی مختلف خدمات کی انجام دہی کے اہتمام میں لگائی جائے گی۔ (سہ ماہی یا سال ختم ہونے پر) مجموعی طور پر جو منافعہ ہوگا وہ پورے سرمایہ پر تقسیم کر دیا جائے گا جس سے نفع کی فی صد شرح معلوم ہو جائے گی۔ مجموعی منافع کا حساب منفرد کاروباری فریقوں سے معاہدے کے نتیجے میں ہونے والے منافع اور نقصانات کو باہم جمع کر کے لگایا جائے گا۔ مضاربت کھاتہ میں ہر منفرد کھاتہ دار کے حساب میں طے شدہ نسبت کے مطابق نفع کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ مضاربت کھاتہ داروں کا نفع ان کو دینے کے بعد جو نفع باقی بچے گا حصّہ داروں کے درمیان ان کے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم پائے گا۔ اگر کاروبار میں بحیثیت مجموعی خسارہ ہوا تو یہ خسارہ کل سرمایہ پر تقسیم کر کے نقصان کا فی صد معلوم کیا جائے گا۔ اور ہر کھاتہ اور حصہ دار کے سرمایہ میں اسی فی صد نقصان کے مطابق کمی کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس اصول کو مثالوں کے ذریعے سمجھ لینا مناسب ہو گا۔

فرض کیجیے کہ دس حصہ داروں نے فی کس ایک لاکھ روپیے لگا کر دس لاکھ کے مشترکہ سرمایہ سے بینک قائم کیا ہے جس کے مضاربت کھاتہ میں دس ہزار کھاتہ داروں نے اوسطاً فی کس پانچ سو روپیے جمع کیے ہیں یعنی مضاربت کھاتہ میں جمع کیا جانے والا کل سرمایہ پچاس لاکھ ہے۔ حصّہ داروں کے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ وہ منافع کاروبار میں مساوی طور پر شریک ہوں گے۔ بینک کا اپنے کھاتہ داروں سے یہ معاہدہ ہے کہ ان کے سرمایہ کو کاروبار بینک کاری میں لگانے سے

جو نفع حاصل ہو گا اس کا چوتھائی بینک کو ملے گا اور تین چوتھائی کھاتہ دار کو ملے گا۔

ساٹھ لاکھ کے اس مجموعی سرمایہ کو بینک مختلف کاروباری فریقوں کو ایک سال کی مدت کے لیے مضاربت کے اصول پر دیتا ہے۔ اس شرط پر کہ کاروباری فریق اس سرمایہ کے ذریعے کیے جانے والے کاروبار کے نفع کا نصف خود لے گا اور نصف بینک کو دے گا۔ سال کے اختتام پر حساب کیا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض کاروباری فریقوں کو خسارہ ہوا اور بعض کاروباری فریقوں کو نفع ہوا۔ کسی کو کم نفع ہوا اور کسی کو زیادہ۔ خسارہ کی تمام رقموں اور نفع کی رقموں میں سے بینک کے حصے کو باہم جمع کرنے کا نتیجہ تین مختلف صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ مجموعی طور پر نفع حاصل ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مجموعی طور پر خسارہ ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ نفع ہو نہ خسارہ بلکہ بینک کو صرف اپنا لگایا ہوا سرمایہ واپس مل سکے۔ ذیل میں ان تینوں صورتوں پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالی جائے گی۔

پہلی صورت میں فرض کیجیے کہ بینک نے جن کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کیا تھا ان سے بحیثیت مجموعی بینک کو تین لاکھ روپے اپنے حصۂ نفع کے طور پر ملے[1]۔ ساٹھ لاکھ کے سرمایہ پر تین لاکھ کے نفع کا مطلب یہ ہوا کہ شرحِ نفع پانچ فی صد ہے۔

---

[1] مثلاً جن کاروباری فریقوں کو نفع ہوا ہے ان سب کے منافع کی میزان آٹھ لاکھ ہے جن کاروباری فریقوں کو نقصان ہوا ہے ان کے خسارہ کی میزان ایک لاکھ ہے۔ بینک کو چار لاکھ نفع کا حصہ ملا۔ اور ایک لاکھ کا خسارہ برداشت کرنا پڑا۔ اس کا خالص نفع تین لاکھ ہوا۔

کھاتہ داروں سے طے شدہ شرط کے مطابق انہیں ہر ایک سو پر ۳¾ روپے ملیں گے۔ باقی ۱¼ روپیہ ہر سو روپے پر بینک کو اپنے حصۂ نفع کے طور پر ملے گا ہر وہ کھاتہ دار جس نے پانچ سو روپے جمع کیے تھے اٹھارہ روپے پچھتر پیسے بطور نفع کے حاصل کرے گا۔

مضاربت کھاتہ کی کل رقم یعنی پچاس لاکھ پر ایک لاکھ ستاسی ہزار پانچ سو روپے (187500) نفع کے تقسیم کیے جائیں گے۔ باقی نفع یعنی ایک لاکھ بارہ ہزار پانچ سو (112500) روپے شرکت کا مجموعی نفع ہے جو حصہ داروں کے درمیان تقسیم پائے گا۔ ہر حصہ دار کو ایک لاکھ کے سرمایہ پر گیارہ ہزار دو سو پچاس روپے (11250) نفع کے طور پر ملیں گے۔

دوسری صورت میں فرض کیجیے کہ بینک کو بحیثیت مجموعی اپنے کاروباری فریقوں سے تین لاکھ کا خسارہ اٹھانا پڑا[1] یعنی اس نے جو ساٹھ لاکھ روپے مضاربت کے اصول پر فراہم کیے تھے ان میں سے صرف ستاون لاکھ واپس مل سکے۔ شرح نقصان پانچ فی صد ہے لہٰذا ہر کھاتہ دار کو اپنی جمع کردہ رقم میں پانچ فی صد کی برداشت کرنی پڑے گی۔ جس کھاتہ دار نے پانچ سو روپے جمع کیے تھے اسے صرف چار سو پچھتر واپس

---

[1] جس کے مختلف وجوہ ممکن ہیں۔ مثلاً جن کاروباری فریقوں کو نفع ہوا ان کے نفع کی مجموعی میزان چار لاکھ ہے جس میں سے دو لاکھ بینک کو ملے۔ مگر جن کاروباری فریقوں کو نقصان ہوا ان کے نقصان کی مجموعی میزان پانچ لاکھ ہے۔ مجموعی طور پر بینک کو تین لاکھ کا خسارہ ہوا۔

مل سکیں گے۔ اسی طرح ہر حصہ دار کو بھی پانچ فی صد نقصان ہوا۔ ہر حصہ دار کا سرمایہ اب ایک لاکھ سے گھٹ کر پچانوے ہزار ہو گیا ہے۔

تیسری صورت میں جب بینک کو اپنے بعض کاروباری فریقوں سے اتنا خسارہ اٹھانا پڑے کہ دوسرے کاروباری فریقوں سے ملنے والا منافع اس خسارے کی تلافی کی نذر ہو جائے کھاتہ داروں اور حصہ داروں کو نہ نفع ملے گا نہ کوئی نقصان برداشت کرنا ہوگا۔

ان مثالوں سے ایک بات یہ واضح ہوتی ہے کہ نقصان کی صورت میں تو حصہ داروں اور مضاربت کھاتہ داروں دونوں کو ایک ہی شرح سے نقصان ہوتا ہے مگر نفع کی صورت میں حصہ داروں کی شرح نفع کھاتہ داروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حصہ داروں کو اپنے سرمایہ پر آنے والا پورا نفع ملتا ہے اور اس کے علاوہ مضاربت کھاتہ کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے بھی حصہ ملتا ہے جب کہ مضاربت کھاتہ داروں کو اپنے سرمایہ پر آنے والا نفع بھی پورا نہیں ملتا بلکہ اس کا ایک حصہ مثلاً تین چوتھائی ملتا ہے۔ اس فرق کی بنیاد یہ ہے کہ حصہ دار ہی کاروبار بنک کاری انجام دیتے ہیں اور اپنی کاروباری صلاحیت، تجربہ اور جد و جہد کے ذریعے کل سرمایہ کو نفع کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ مضاربت کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والے صرف سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ کاروبار بنک کاری میں نہیں شریک ہوتے۔ بنک کی تنظیم عمل میں لانا، بالمعاوضہ خدمات کا اہتمام، موزوں تجارتی حصص کی خرید و فروخت کا فیصلہ کرنا اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کے لیے موزوں باصلاحیت اور کامیاب کاروباری فریقوں کا

انتخاب اہم کاروباری اعمال ہیں جن کو بنک کے حصہ دار خود انجام دیتے ہیں یا ان کی انجام دہی کے سلسلے میں تنخواہ دار عملہ کی موزوں رہنمائی کرتے ہیں۔ مضاربت کھاتہ کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے انھیں جو حصہ ملتا ہے وہ انہی کاروباری اعمال کا صلہ ہے۔ یہ حصہ دار اس صلہ کے حصول کے لیے مضاربت کھاتہ داروں سے زیادہ خطرہ بھی مول لیتے ہیں۔ کیوں کہ کاروبار بنک کاری میں خسارہ کی صورت میں مضاربت کھاتہ دار تو صرف اپنے سرمایہ کے ایک حصہ سے محروم ہوتے ہیں مگر حصہ دار سرمایہ میں گھاٹے کے علاوہ اپنی کاروباری جد و جہد کا کوئی صلہ بھی نہیں پاتے۔ اس طور پر ان کا دوہرا نقصان ہوتا ہے۔ اس نقصان کے امکان اور نتائج کاروبار کے غیر متیقن ہونے کے باوجود حصہ دار جو کاروباری جد و جہد انجام دیتے ہیں ان کے پیش نظر یہ بات عدل و انصاف کے عین مطابق ہے کہ نفع کی صورت میں انھیں کھاتہ داروں سے زیادہ نفع ملے۔

کاروبار بنک کاری میں قرض سرمایہ کا استعمال:

بنک اپنے کاروبار کی توسیع کے لیے عام پبلک سے حاصل کیے ہوئے قرض کو بھی کاروباری اغراض کے لیے استعمال کر سکے گا۔ یہاں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرض سرمایہ بھی شاملِ کاروبار ہو تو نفع نقصان کی تعیین و تقسیم کا طریقہ کیا ہوگا۔ ایسی صورت میں قرض سرمایہ کو حصہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ کے ساتھ شمار کیا جائے گا اور کل سرمایہ پر مجموعی منافع کاروبار کی تقسیم میں اس قرض سرمایہ کو بھی حساب میں شامل کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا طریقے کے مطابق

مضاربت کھاتہ کے حصۂ نفع کی تعیین اور علیحدگی کے بعد باقی نفع کو صرف اس سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا جو حصہ داروں نے خود فراہم کیا ہے۔ قرض سرمایہ کو اس حساب میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ کیونکہ قرض سرمایہ کے سلسلے میں حصہ داروں کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ یہ سرمایہ واپس کر دیں۔ اس پر انہیں نفع نہیں تقسیم کرنا ہے۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہو تو پہلے اس خسارہ کو مضاربت کھاتہ، حصّہ داروں کے سرمایہ اور قرض سرمایہ سب کے مجموعے پر تقسیم کیا جائے گا مضاربت کھاتہ داروں کے حصّہ نقصان کی تعیین کے بعد باقی خسارہ کو حصّہ دار اپنے فراہم کردہ سرمایہ میں برداشت کریں گے۔ کیونکہ قرض کی واپسی نفع اور نقصان دونوں صورتوں میں ضروری ہے اور دونوں صورتوں میں یہ حصّہ داروں کی ذمّہ داری ہے۔ مضاربت کھاتہ داروں کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

مذکورہ بالا پہلی مثال میں یہ فرض کیجیے کہ مضاربت کھاتہ کی کل رقم صرف چالیس لاکھ تھی۔ حصّہ داروں کی رقم دس لاکھ ہے اور دس لاکھ انھوں نے قرض کے طور پر حاصل کر کے کاروبار میں لگایا ہے۔ اب تین لاکھ کے مجموعی نفع میں سے چالیس لاکھ پر ایک لاکھ پچاس ہزار کھاتہ داروں کو ملے گا۔ باقی ایک لاکھ پچاس ہزار حصہ داروں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ کاروبار میں لگا ہوا ساٹھ لاکھ کا سرمایہ جو کاروبار مکمل ہونے کے بعد واپس آگیا ہے اس میں سے چالیس لاکھ کھاتہ داروں کو ملے گا دس لاکھ حصہ داروں کا سرمایہ بینک میں واپس آجائے گا اور دس لاکھ قرض کی واپسی میں جائے گا۔ اس صورت میں اس صورت کے بالمقابل حصہ داروں کو زیادہ نفع ملا ہے جس میں قرض سرمایہ نہیں استعمال کیا گیا تھا اس کا سبب یہ ہے کہ

اپنی ذمّہ داری پر لیے ہوئے قرض کے سارے منافع حصہ داروں ہی کو ملیں گے۔ کھاتہ داروں کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا کیونکہ وہ اس قرض کی واپسی کی ذمّہ داری میں شریک نہیں ہیں۔

اگر اس کاروبار میں مجموعی طور پر تین لاکھ کا نقصان ہوا اور ساٹھ لاکھ کا جو سرمایہ مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگایا گیا تھا اس میں سے صرف ستاون لاکھ بینک کو واپس ملیں تو کھاتہ داروں کو پانچ فی صد کے حساب سے خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ یعنی انھیں چالیس لاکھ کی جگہ صرف اڑتیس لاکھ واپس ملیں گے۔ باقی انیس لاکھ میں سے دس لاکھ قرض کی واپسی میں چلے جائیں گے۔ حصّہ داروں کا سرمایہ دس لاکھ سے گھٹ کر صرف نو لاکھ رہ جائے گا۔ ہر حصہ دار کو دس فی صد کا خسارہ ہوگا۔ یہ خسارہ اس خسارہ سے زیادہ ہے جو قرض سرمایہ نہ استعمال کرنے کی صورت میں حصہ داروں کو برداشت کرنا پڑا تھا اس کا سبب یہ ہے کہ حصہ دار بینک کی جانب سے قرض لیے ہوئے سرمایہ کی واپسی کے ذمہ دار ہیں خواہ کاروبار بینک کاری میں نفع ہو یا نقصان۔ یہ خسارہ کھاتہ داروں کے خسارے سے بھی، فی صد کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کھاتہ دار قرض کی واپسی کی ذمہ داری میں شریک نہیں۔

ان مثالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ بینک جب قرض سرمایہ کاروبار کے لیے استعمال کرے گا تو نفع کی صورت میں اسے زیادہ نفع ہوگا اور نقصان کی صورت میں اسے زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ قرض لیے ہوئے سرمایہ کی مقدار شرکت کے اصول پر فراہم کیے ہوئے سرمایہ یعنی حصّہ داروں کے سرمایہ کے مقابلے میں

جتنی زیادہ ہوگی نقصان کی صورت میں حصہ داروں کے لیے شرح نقصان اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ نظری طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ انھیں نقصان کی تلافی کر کے قرض سرمایہ کی واپسی کے لیے اپنے فراہم کردہ سرمایہ کے علاوہ مزید سرمایہ ادا کرنا پڑے لیکن ان خطرات کے بالمقابل جتنا زیادہ قرض سرمایہ استعمال کیا جائے گا کاروبار میں نفع کی صورت میں حصہ داروں کی شرح نفع بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

قرض کھاتہ

بینک عوام کو دعوت دے گا کہ وہ آمدنیاں اور بچتیں حفاظت اور ادائیگی میں سہولت کے لیے اسے قرض دیں۔ بینک یہ ذمہ داری لے گا کہ وہ عندالطلب ان قرضوں کو واپس کر دے گا۔ قرض کھاتہ میں رقمیں جمع رکھنے والے چک کے ذریعے اپنے کھاتہ سے رقم نکال سکیں گے یا دوسروں کے حق میں منتقل کر سکیں گے۔ بینک ان سہولتوں کی کوئی اجرت نہیں طلب کرے گا۔ قرض کھاتہ موجودہ بینکوں کے جاری حسابات (CURRENT ACCOUNTS.) یا عندالطلب قابلِ واپسی کھاتہ (DEMAND DEPOSIT.) کی طرح ہوگا اور اس سے وہی سہولتیں حاصل ہوسکیں گی جو موجودہ بینکوں کے جاری حسابات سے حاصل ہوتی ہیں۔

بینک کے پاس یہ رقمیں امانت کے طور پر نہیں ہوں گی بلکہ قرض کے طور پر ہوں گی۔

قرض کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والے کو اس بات کی ضمانت حاصل ہوگی کہ اس کی رقم مطالبہ کرنے پر ضرور واپس ملے گی۔ اس ضمانت کو ملک کے مرکزی بینک کی سند حاصل ہوگی جو عام بینکوں کی نقدیت برقرار رکھ کر اور کھاتوں کے بیمہ کی اسکیم کے ذریعے اس ضمانت کو قابل اعتماد بنائے گا۔

ان رقموں کے قرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ بینک کے پاس رہیں بینک ان پر تصرف کر سکے گا سے اس بات کی آزادی حاصل ہوگی کہ وہ ان رقموں کو نفع آور کاروبار میں لگائے۔ اگر بینک کو قرض کھاتہ کے سرمایہ کے کاروباری استعمال میں نقصان ہو تو یہ نقصان اُسے خود برداشت کرنا ہوگا۔ کھاتہ داروں کو ان کی رقمیں بغیر کسی کمی کے واپس کرنا ہوں گی۔ اگر بینک کو قرض سرمایہ کے کاروباری استعمال سے نفع ہو تو یہ نفع بھی اسی کو ملے گا قرض کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والوں کو اس میں سے کوئی حصہ پانے کا حق نہ ہوگا۔ کھاتہ داروں کو اتنی ہی رقم واپس ملے گی جتنی انھوں نے جمع کی ہو نہ کم نہ زیادہ۔

عام طور پر لوگ اپنی آمدنیاں بیک وقت نہیں خرچ کر ڈالتے بلکہ رفتہ رفتہ خرچ کرتے ہیں اور اس دوران میں اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے بنکوں کے جاری حسابات میں جمع رکھتے ہیں۔ مجوزہ غیر سودی نظام میں یہ رقمیں قرض کھاتہ میں آئیں گی کیوں کہ اس کی نوعیت وہی ہے جو موجودہ نظام میں عندالطلب کھاتوں کی ہے۔ مزید برآں قرض کھاتہ میں ان لوگوں کی بچتیں بھی آئیں گی جو انھیں مضاربت کھاتہ میں رکھ کر نفع کی امید پر نقصان کا اندیشہ نہیں مول لینا چاہتے بلکہ اپنی بچتوں کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ بینکوں کو

(غیر سودی) قرض حاصل ہونے کی بنا پر ان سے یہ خدمت لی جائے کہ وہ (غیر سودی) قرض دیں۔ گویا مجوزہ نظام میں کاروباری طبقہ اور کسی درجے میں حکومت اور عوام کو بنکوں سے قرض ملنے کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ان کے قرض کھاتہ میں رقمیں جمع کی جائیں۔ اجتماعی شعور رکھنے والے عوام کو قرض کھاتہ کی یہ حیثیت ترغیب دلائے گی کہ وہ اپنی رقمیں خود ذخیرہ کر رکھنے کی بجائے بنکوں کے قرض کھاتوں میں جمع کریں۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ بنیک قرض کھاتہ کا حساب رکھنے اور ان رقموں کی حفاظت پر آنے والے اخراجات کس طرح پورے کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو قرض کھاتہ میں جمع سرمایہ کے ایک حصہ کے کاروباری استعمال سے منافع کی جو توقع ہوگی وہ اس بات کے لیے کافی ہوگی کہ یہ مصارف خود برداشت کریں اور انھیں کاروبار بنک کاری کے عام انتظامی مصارف میں شمار کریں۔ چونکہ ان رقموں کی نوعیت قرض کی ہوگی نہ کہ حفاظت سے رکھنے کے لیے دی ہوئی رقموں کی لہذا بنک ان کھاتوں پر کوئی اجرت خدمت SERVICE CHARGES) نہیں وصول کر سکیں گے۔

جدید بنکوں کا تجربہ بتاتا ہے کہ عندالطلب کھاتوں میں جمع کی جانے والی رقوم بحیثیت مجموعی ان طویل مدت کے لیے جمع کی جانے والی رقوم سے زیادہ ہوتی ہیں جو بچت کے کھاتہ میں جمع کی جاتی ہیں[ل]۔ یہی صورت حال قرض اور مضاربت کھاتوں

ل ملاحظہ ہو ریڈ کلف کمیٹی کی "نظام زر کی بابت رپورٹ" اگست ۱۹۵۹ء۔ لندن۔ (ہر میجسٹیز اسٹیشنری آفس) صفحہ ۴۳۔ ۱۹۵۸ء میں برطانیہ کے بنکوں کے مجموعی کھاتوں کا ۶۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

کے سلسلہ میں بھی متوقع ہے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا، آج جو لوگ اپنی بچتیں طویل المیعاد کھاتوں (TIME DEPOSITS) میں جمع کرتے ہیں ان میں سے بعض مجوزہ غیر سودی نظام میں اپنی بچتوں کو مضاربت کھاتہ کی بجائے قرض کھاتہ میں جمع کریں گے۔ آئندہ مباحث میں ہم نے یہ فرض کیا ہے کہ قرض اور مضاربت کھاتہ میں ۳ اور ۲ کی نسبت پائی جائے گی۔

نقد محفوظ بینکوں کے لیے یہ ممکن ہے کہ عندالطلب کھاتوں میں جمع سرمایہ کی ایک چھوٹی سی کسر کو نقد کی صورت میں محفوظ رکھ کر ان کھاتوں سے واپس طلب کی جانے والی رقموں کو نقد کی صورت میں ادا کر سکیں کیوں کہ تمام کھاتہ دار بیک وقت اپنی رقمیں نہیں واپس طلب کرتے۔ یہی طریقہ مجوزہ نظام میں قرض کھاتہ کے سلسلے میں اختیار کیا جائے گا۔ یعنی بنیک اس کے بالمقابل ایک متعین فی صد ریزرو رکھ کر باقی رقم کو قابل استعمال سمجھیں گے۔

عندالطلب کھاتوں کے بالمقابل رکھے جانے والے ریزرو کی نسبت طویل المیعاد کھاتوں کے ریزرو کی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ طویل المیعاد حسابات سے رقمیں واپس لینے کے لیے بنیک کو چند دنوں قبل اطلاع دینا ضروری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) فی صد عندالطلب کھاتوں پر مشتمل تھا، اور چالیس فی صد طویل المیعاد کھاتوں پر۔ عندالطلب کھاتوں پر بنیک سود نہیں ادا کرتے۔ امریکہ میں بھی دونوں کھاتوں کے درمیان تقریباً یہی نسبت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ WHITTLESEY, CHARLES R & OTHERS: MONEY AND BANKING. P. 120 MACMILLAN, N.Y. 1963.

ہوتا ہے۔ اس کے باوجود عملاً انگلستان اور بعض دوسرے ممالک میں بینک ریزرو رکھنے کے سلسلے میں دونوں کھاتوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتے[1]۔ بلکہ اپنے کھاتوں کی مجموعی میزان کا ایک متعین فی صد حصّہ ریزرو کے طور پر نقد کی صورت میں رکھتے ہیں۔ سہولت کی خاطر آئندہ مباحث میں ہم نے بھی یہی فرض کیا ہے کہ بینک قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ دونوں کے بالمقابل دس فی صد ریزرو رکھتے ہیں۔ دونوں کھاتوں کے لیے یکساں نسبت ریزرو فرض کرنے کا ہماری بحث کے اصولی نتائج پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ الگ الگ نسبت ریزرو فرض کرنے کی صورت میں بھی نتائج بحث یہی ہوں گے۔ البتہ بحث کے دوران جو عددی مثالیں دی جارہی ہیں وہ پیچیدہ ہوجائیں گی۔

کاروبار بنک کاری میں ایک معروف طریقہ یہ ہے کہ حصّہ داروں کے سرمایہ پر آنے والے منافع اُن کو پورے کا پورے نہیں دیئے جاتے بلکہ ان کے ایک حصہ کو روک کر مختلف قسموں کے ریزرو (RESERVE) فنڈ قائم کئے جاتے ہیں، سب سے

---

[1] D. H. Robertson: MONEY. p. 96. Cambridge. 1956.

دنیا کے تمام ممالک کا جائزہ لیا جائے تو ان کی نصف تعداد ایسی ہے جہاں دونوں کھاتوں کے بالمقابل ایک ہی نسبت سے ریزرو رکھنے کا دستور ہے۔ باقی ممالک میں دونوں کھاتوں کے لیے ریزرو کی نسبتیں مختلف ہیں، مگر جدید ترین رجحان ایک ہی نسبت سے ریزرو رکھنے کی طرف ہے، ملاحظہ ہو:
PETER G. FOUSEK: FOREIGN CENTRAL BANKING p. 47.
FEDERAL RESERVE BANK OF NEW YORK, 1957.

اہم ریزرو یا مدّ محفوظ وہ ہے جس کا مقصد غیر معمولی خسارہ کی صورت میں کاروبار کو تباہی سے بچانا ہوتا ہے۔ عام حالات میں بھی یہ طریقہ زیادہ مفید ہے کہ منافع کے ایک حصّہ کو روک کر اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ جس سال خسارہ ہو اس سال خسارہ کی تلافی سابقہ منافع کے اس روکے ہوئے حصّہ سے کرلی جائے اور حصّہ داروں کا اصل سرمایہ گھٹنے نہ دیا جائے۔ غیر سودی نظام میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا جاسکے گا۔ البتہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی حصّہ دار بنک سے علیحدہ ہو تو، اس نسبت کے مطابق جو اس کے سرمایہ کو بنک کے مجموعی سرمایہ (حصص) میں حاصل ہے، اُسے روکے ہوئے منافع میں سے بھی حصّہ دیا جائے۔

کیا مضاربت کھاتہ داروں کے حصّہ میں آنے والے منافع کا ایک حصّہ روک کر اس بات کا اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ خسارہ کی صورت میں اس خسارہ کی تلافی سابقہ منافع سے کرلی جائے اور ان کی جمع کردہ رقم میں کمی نہ کرنا پڑے؟ ایسا کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس امر کا اہتمام ممکن ہو کہ زیدؔ کے خسارہ کی تلافی عمرؔ کے منافع میں سے نہ کی جائے۔ یہ بات واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے کہ کس کھاتہ دار کے نفع میں سے کتنی رقم مدّ محفوظ میں شامل کی گئی ہے، اور اس کھاتہ دار کے نقصان کی تلافی اسی کے نفع سے کی جانی چاہیے۔ جب کوئی کھاتہ دار اپنا کھاتہ بند کر رہا ہو تو اسے سال رواں کے نفع کے ساتھ مدّ محفوظ میں سے بھی اتنی رقم واپس مل جانی چاہیے جو اس کے سابقہ منافع میں سے روک کر جمع کی گئی تھی مگر اُسے خسارہ کی تلافی کے لیے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ مضاربت کھاتہ داروں کے سلسلہ میں یہ طریقہ اختیار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کاروبار میں خسارہ کی صورت میں بنک کو کسی

کھاتہ دار کے کھاتہ میں کمی کا اعلان کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، بجز ان کھاتہ داروں کے جو اپنا کھاتہ بند کر رہے ہوں اور ان کے سابقہ منافع میں سے محفوظ کی ہوئی رقم اتنی نہ ہو کہ حالیہ خسارہ کی تلافی کر سکے۔

مذکورہ بالا طریقے اختیار کرنے کی صورت میں انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لیے حساب کتاب کا کام بہت بڑھ جائے گا، اور اس پر خاصی لاگت آئے گی۔ اس زحمت کے پیش نظر مسئلہ کا یہ حل بھی قابل غور ہے کہ ہر حصہ دار اور کھاتہ دار اس بات پر راضی ہو جائے کہ وہ خسارہ سے متاثر ہونے والے حصہ داروں اور کھاتہ داروں کی امداد اور کاروبار بنک کاری کے مجموعی مفاد کے تحفظ کے لیے، تعاون باہمی کے جذبہ کے تحت، اپنے نفع کے ایک حصہ سے دست بردار ہو جائے تاکہ اس سے خساروں کی تلافی ہو سکے۔ ایسی صورت میں روکے ہوئے منافع سے قائم کیا جانے والا ریزرو فنڈ بنک کی ملکیت ہوگا اور اگر کبھی بنک نے کاروبار ختم کر دینے کا فیصلہ کیا تو اس مد میں موجود سرمایہ اس وقت کے حصہ داروں کے درمیان تقسیم ہوجائے گا۔

اگرچہ یہ طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں، اور ہمارے خیال میں عملاً اختیار کیے جائیں گے، لیکن آئندہ صفحات میں ہم اس طریقہ اور اس قسم کے ریزرو کو نظر انداز کر کے گفتگو کریں گے۔ آئندہ صفحات میں ریزرو سے مراد صرف وہ ریزرو ہوں گے جو مضاربت اور قرض کھاتہ کی مجموعی رقوم کے ایک متعین فی صد کے بقدر اس غرض سے رکھے جائیں گے کہ ان کھاتوں سے واپس طلب کی جانے والی رقوم کی بروقت ادائیگی ممکن ہو۔ نفع کے ایک حصہ کو روک کر خسارہ کی تلافی کے لیے جو ریزرو فنڈ قائم کیا جائے گا اس سے حسابات میں کوئی پیچیدگی نہیں پیدا ہوگی، نہ اس کو

نظر انداز نہ کرنے سے آئندہ مباحث میں کوئی بڑا خلا محسوس کیا جائے گا۔

بنکوں کے درمیان مسابقت

ہر بنک کو اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لئے ساتھ ہی اس بات کی بھی فکر ہوگی کہ اسے اپنے کاروبار میں زیادہ سے زیادہ نفع ہو۔ کامیابی کا انحصار بڑی حد تک اس پر ہے کہ بنک سرمایہ لگانے کے لیے اچھے کاروباری فریقوں کا انتخاب کرے جن سے معاہدۂ مضاربت کے تحت بیش از بیش نفع حاصل ہو اور کم سے کم نقصان اٹھانا پڑے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اس کے مضاربت اور قرض کھاتوں میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کیا جائے۔ بنک کے کھاتوں میں جتنا زیادہ سرمایہ آئے گا اتنا ہی زیادہ اسے اس بات کا موقع ملے گا کہ وہ سرمایہ لگانے میں تنوع (DIVERSIFICATION) کی پالیسی اختیار کرے۔ سرمایہ لگانے کے لیے مختلف کاروباری فریقوں، متعدد صنعتوں، مختلف علاقوں اور مختلف مدتوں کا انتخاب خسارہ کا امکان کم کرتا ہے، مگر ایسا کرنا کثیر سرمایہ حاصل ہونے پر ہی ممکن ہوگا۔

عام بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ کی نظر اس شرح نفع پر ہوگی جو کوئی بنک اپنے مضاربت کھاتہ داروں کو عملاً پیش کرتا رہا ہو۔ جو بنک ماضی میں اپنے کھاتہ داروں کو خسارہ سے بچانے اور بیش از بیش شرح کے مطابق نفع دینے میں کامیاب رہا ہو وہی حال میں زیادہ سے زیادہ بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ کو اپنا کھاتہ دار بننے پر آمادہ کر سکے گا۔ بنکوں کے درمیان مسابقت کا

میدان یہی ہے۔ ہر بنک اس بات کی کوشش کرے گا کہ اپنے کاروبار کو خسارہ سے بچاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنائے۔

مسابقت کا ایک دوسرا میدان بالمعاوضہ خدمات کی حسن وسلیقہ کے ساتھ کم فیس یا اُجرت پر انجام دہی ہے۔ بنکوں کے درمیان مسابقت غیر سودی نظام میں بھی ان کی کارکردگی کا معیار اونچا کرنے کا سبب بنے گی۔

جدید معیشت میں دِن بدِن ان درمیانی مالی اداروں (FINANCIAL INTER MEDIARIES.) کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے جو عوام کی بچتیں حاصل کرنے کے لیے انھیں طرح طرح کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں، مثلاً پراویڈنٹ فنڈ اسکیم، انشورنس کمپنیاں، ہاؤسنگ سوسائٹی، وغیرہ۔ بنکوں کو ان اداروں سے بھی مسابقت کرنا ہوتی ہے۔ اس مسابقت میں کامیابی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ان خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے رہیں جو وہ بلا معاوضہ یا معمولی معاوضہ پر انجام دے سکتے ہیں۔

چوتھا باب

بنک کے قرضے

بنک کاروباری فریقوں کو چھوٹی مدّتوں کے لیے قرض دے گا، اس خدمت کا وہ کوئی معاوضہ وصول نہیں کرے گا۔ البتہ یہ خدمت وہ ایک حد تک ہی انجام دے سکے گا جس کی تعیین اس کے قرض کھاتہ میں جمع شدہ سرمایے کی نسبت سے کی جائے گی۔ قرض لینے والوں کو وقت مقررہ تک قرض کی ہوئی رقم کی واپسی کی ضمانت دینی ہوگی۔

اگرچہ بنک اپنے دیے ہوئے قرضوں پر کوئی سود نہ وصول کرسکیں گے نہ قرض لینے والے سے کسی اور صورت میں کوئی معاوضہ طلب کرسکیں گے مگر معاشرہ بنکوں کو ان کی اس اہم سماجی خدمت کا صلہ دے گا یعنی ان کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ ''قرض کھاتہ'' میں جمع شدہ باقی سرمایہ کو نفع آور کاروبار میں لگائیں۔ واضح رہے کہ بنک کو اپنے قرض کھاتہ میں جمع کیے جانے والے سرمایہ پر کوئی سود نہیں دینا ہوگا۔

بنک میں جو لوگ اپنی بچتیں اور سرمائے قرض کے طور پر جمع کریں گے وہ جب چاہیں ان رقموں کو واپس طلب کرسکیں گے لیکن بنکوں کا طویل تجربہ یہ بتاتا ہے

کہ ان کے جاری حسابات (CURRENT ACCOUNT) میں جمع کی جانے والی رقوم کا بیشتر حصہ جمع رہتا ہے واپس نہیں طلب کیا جاتا۔ کسی ایک دن یا ایک ہفتے میں عندالطلب واجب الادا رقوم کی ایک چھوٹی سی کسر مثلاً دسواں حصہ ہی واپس طلب کیا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل ہر روز یا ہر ہفتے اس کھاتے میں مزید رقوم جمع کی جاتی ہیں۔ کھاتوں کے مالک بدلتے رہتے ہیں لیکن ان کی مجموعی رقم کا بہت بڑا حصہ ہمیشہ بینک کے پاس جمع رہتا ہے[1]۔ اگر بینک اپنے قرض کھاتے کی مجموعی رقم کی ایک چھوٹی سی کسر، مثلاً بیسواں یا دسواں حصہ ہمیشہ نقد کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھنے کا اہتمام کرے تو اس کے لیے بآسانی یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ اس محفوظ نقد اور روزمرہ جمع کی جانے والی نقد رقوم کی مدد سے قرض کھاتوں سے روزمرہ نکالی جانے والی رقوم ادا کر سکے۔ قرض کھاتہ کا باقی حصہ بینک استعمال کر سکتا ہے۔ معاصر نظام بنک کاری میں جاری حسابات کا یہ باقی حصہ بہت تھوڑی مدت کے سودی قرضے دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بینکوں کی آمدنی کا ذریعہ بنتا ہے۔ غیرسودی نظام میں اس باقی حصہ کا ایک جز، غیرسودی قرض دینے کے لیے استعمال کیا جائے گا اور دوسرا جز، مضاربت پر سرمایہ لگا کر نفع کمانے کے لیے استعمال کیا جا سکے گا اس نفع کا کوئی حصہ کھاتہ داروں کو نہیں دیا ہوگا۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ بنک کو

---

[1] "انفرادی کھاتوں کی مقداریں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ کھاتے دار آتے جاتے رہیں، لیکن جاری حسابات کی مجموعی رقم ہمیشہ موجود رہتی ہے"

(ریڈکلف کمیٹی رپورٹ۔ صفحہ ۳۴)

مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ سے حاصل ہونے والے نفع کی شرح اس معمولی شرح سود سے زیادہ ہوگی جو معاصر بنک عندالطلب واجب الادا قرضوں، (CALL LOANS) اور بہت تھوڑی مدت کے دوسرے قرضوں پر وصول کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ مفروضہ درست ہو کہ غیرسودی بنکوں کے قرض کھاتہ میں معاصر سودی بنکوں کے جاری حسابات سے زیادہ رقمیں جمع کی جائیں گی[1] تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کھاتہ کے ایک حصہ کے نفع آور استعمال سے غیرسودی بنکوں کو اس سے کم آمدنی ہو جتنی معاصر بنکوں کو اس کھاتہ کی رقمیں سودی قرض کے طور پر دینے سے ہوتی ہے۔ اس ضمنی نکتہ سے قطع نظر، زیر بحث موضوع کے لیے اہم بات یہ ہے کہ قرض کھاتہ کے ایک حصہ کے نفع آور استعمال کا حق ملنا اس بات پر موقوف ہوگا کہ اس کھاتہ کے دوسرے حصہ کو غیرسودی قرض دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

جیساکہ آئندہ 'مرکزی بینک' سے متعلق بحث میں واضح کیا جائے گا غیرسودی قرض دینے کے باعث عام تجارتی بینک اس بات کے بھی حق دار ہو جائیں گے کہ ضرورت

---

[1] جیساکہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ غیرسودی بینکوں کے قرض کھاتہ میں بعض وہ رقمیں بھی جمع کی جائیں گی جو موجودہ بینکوں کے طویل المیعاد کھاتوں (Time deposits) میں جمع کی جاتی ہیں۔ یہ وہ رقمیں ہوں گی جن کے مالک اگرچہ عرصے تک ان رقموں کو استعمال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے لیکن ان کو مضاربت کھاتہ میں رکھ کر نقصان کا اندیشہ بھی نہیں مول لینا چاہتے۔ اگر یہ خیال درست ہے تو مجوزہ نظام کے قرض کھاتہ میں معاصر نظام کے عندالطلب کھاتوں سے زیادہ رقمیں جمع کی جائیں گی۔

پڑنے پر وہ مرکزی بینک سے قرض حاصل کر سکیں۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ عام تجارتی بینکوں کو اپنے دیئے ہوئے قرض کی کل مقدار کی ایک متعین نسبت کی حد تک مرکزی بینک سے قرض دیئے جا سکیں گے۔ عام بینک مرکزی بینک سے قرض لیتے وقت اپنے دیے ہوئے قرضوں سے متعلق دستاویزوں یا سندوں کو ضمانت کے طور پر پیش کر سکیں گے۔ مرکزی بینک اپنے دیئے ہوئے قرضوں پر عام بینکوں سے سود یا کسی اور صورت میں کسی معاوضے کا طلب گار نہ ہوگا۔

اس اجمالی بیان کے بعد مناسب ہوگا کہ ہم اس کے بعض پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالیں کیونکہ جدید علم معاشیات کے طالب علموں اور معاصر نظام بنک کاری کے ماہرین کے لیے یہ ایک نئی تجویز ہے جس کی معقولیت اور عملی افادیت پر اطمینان حاصل کرنے کے لیے اس کے ہر پہلو کا قریب سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ ذیل میں مندرجہ ذیل امور پر الگ الگ گفتگو کی جائے گی۔

ا- کاروباری افراد کے لیے قصیر المیعاد قرضوں کی اہمیت۔
اور غیر سودی معیشت میں ان کی فراہمی کی ممکن صورت

ب- قرض کھاتہ سے اس ضرورت کی تکمیل کا امکان۔

ج- عام بینکوں کے لیے غیر سودی قرض دینے کے محرکات۔

د- قرض کھاتہ میں سے غیر سودی قرض دینے کے لیے حد یا نسبت کی تعیین۔

ہ- اس بات کا فیصلہ کہ قرض کن طلب گاروں کو دیا جائے۔

و- دیئے جانے والے قرضوں کی مدت کی تعیین کا اصول۔

ز- دیئے جانے والے قرضوں کی ادائیگی کی ضمانتیں۔

ح- دیئے جانے والے قرضوں کے حسابات وغیرہ پر آنے والے انتظامی اخراجات کا مسئلہ۔

ا- قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت اور ان کی فراہمی:

کاروبار کرنے والوں کو بعض اوقات چھوٹی مدتوں کے لیے سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ضرورت صنعتی، تجارتی اور زرعی ہر طرح کے کاروبار میں پڑتی ہے لیکن صنعتی کاروبار میں ایسی ضرورتیں بالعموم پیداواری عمل کی تکمیل کے مراحل میں پیش آتی ہیں۔ کاروبار چلانے والا چند دنوں یا چند ہفتوں کے لیے مزید سرمایہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسے یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اس عرصے کے بعد اپنی تیار شدہ مصنوعات کی فروخت سے ہونے والی آمدنی کے ذریعے وہ اس سرمایہ کو واپس کر سکتا ہے، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ وہ تاجر جو بیرون ملک سے مال منگوا کر بازار میں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ مال کے ملک میں آجانے اور بازار میں فروخت کیے جانے کے درمیانی وقفہ کے لیے سرمایہ کا محتاج ہو سکتا ہے۔ زرعی کاروبار میں فصل کے تیار ہو جانے اور اس کی فروخت کے درمیانی وقفہ کے لیے سرمایہ کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ یہ سرمایہ بعض ضروری ادائیگیوں کے لیے یا مال کو بازار میں لانے اور فروخت کرنے کے اخراجات کی تکمیل کے لیے درکار ہوتا ہے۔ جدید معیشت میں یہ ضرورت بینک سے لیے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کے ذریعے پوری کی جاتی ہے۔ یہ قرضے عند الطلب واپسی کے وعدے پر، ایک دن کے لیے، چند دنوں کے لیے، یا چند

ہفتوں کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں اور ان پر طے شدہ شرح کے مطابق سود ادا کرنا ہوتا ہے۔

کاروباری طبقے کو تھوڑی مدت کے لیے جو سرمایہ درکار ہوتا ہے اسے شرکت یا مضاربت کے اصول پر حاصل کرنا اس مسئلے کا عملی حل نہیں ہو سکتا۔ اسکی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اتنی تھوڑی مدت کے لیے لگائے جانے والے سرمایہ کے نفع نقصان کا حساب دشوار ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی کاروباری فرد یہ نہیں پسند کرے گا کہ کاروباری اعمال کی تکمیل کے مراحل میں وہ کسی صاحب سرمایہ سے نفع میں شرکت کا معاہدہ کر کے اس نفع کے ایک حصہ سے دست بردار ہو جائے جو اس کے خیال میں پورا کا پورا اس کی محنت کا پھل ہے اور اسی کو ملنے والا ہے۔ اگر کاروبار کے آخری مراحل میں نقصان کے اندیشے ظاہر ہونے لگیں تو کاروباری فرد کو کسی صاحب سرمایہ سے شرکت یا مضاربت کے اصول پر سرمایہ نہ مل سکے گا۔

اس مسئلہ کا حل یہ بھی نہیں ہے کہ کاروباری فرد شروع ہی سے اس تھوڑی مدت کے لیے سرمایہ محفوظ رکھے۔ اگر وہ کاروبار میں لگائے جانے والے مجموعی سرمایہ کے ایک حصّہ کو عرصے تک اس لیے بیکار رکھے کہ آخری مراحل میں چند دنوں یا ہفتوں کے لیے اسے اس سرمایہ کی ضرورت پڑے گی تو اس کا کاروبار اسی محفوظ کردہ سرمایہ کی مقدار کی نسبت سے محدود ہو جائے گا۔ اگر معیشت میں اس مسئلے کا یہی حل عام طور پر اختیار کر لیا جائے تو اس سے معیشت میں مجموعی کاروبار کا دائرہ سکڑ جائے گا اور معاشی ترقی کی رفتار کم ہو جائے گی۔ کاروبار کے

پھلنے پھولنے اور معیشت کی ترقی کے لیے وہی حل موزوں ہو سکتا ہے جو سرمایہ کی اس عارضی ضرورت کو اس طرح پورا کرے کہ اس سے طویل المیعاد سرمایہ کاری میں کوئی کمی نہ واقع ہو۔

یہ شرط صرف اسی صورت میں پوری ہوگی جب اس کمی کو کریڈٹ (CREDIT) یا بنیک کے پیدا کردہ زر کے ذریعے پورا کیا جائے، کیونکہ یہ کریڈٹ بھی اتنا ہی عارضی ہوتا ہے جتنی وہ ضرورت عارضی ہوتی ہے جس کی تکمیل کے لیے اسے وجود میں لایا جاتا ہے۔ جب کوئی کاروباری فریق بنیک سے قرض لیتا ہے تو بنیک لیے ہوئے قرض کے بقدر نیا زر پیدا کرتا ہے[1]۔ کاروباری فریق اس زر کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔ کاروبار کی تکمیل اور مال کی فروخت ہونے پر جب وہ لیا ہوا قرض بنیک کو واپس کرتا ہے تو بنیک کا پیدا کردہ زر واپس شدہ رقم کے بقدر کم ہو جاتا ہے۔ عارضی طور پر وجود میں لائے جانے والے اس زر کے ذریعے ایک اہم سماجی خدمت انجام پا جاتی ہے۔ یعنی مصنوعات وغیرہ کی تیاری میں لگائی جانے والی پیدا آور خدمات کو ان کے معاوضے مل جاتے ہیں قبل اس کے کہ یہ مصنوعات صارفین کے ہاتھوں فروخت ہوں اور ان کے دام پیدا کنندہ کو حاصل ہو سکیں۔

---

[1] زر بنیک (BANK MONY.) یا کریڈٹ (CREDIT) کی تخلیق کے عمل اس کی عارضی نوعیت اور اس کی مفید سماجی خدمت کے موضوع پر مناسب مآخذ کی طرف رجوع کر لینا مناسب ہوگا۔ مثلاً:

D. H. ROBERTSON: MONEY. CHAPTER V

CAMBRIDGE 1956.

جدید سودی معیشت میں قصیر المیعاد سرمایہ کی قرض کے طور پر فراہمی اسی طریقے پر عمل میں آتی ہے۔ یہ بات کہ ان قرضوں پر بینک سود وصول کرتے ہیں اس حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرسکتی کہ بینکوں کے دیئے ہوئے قرضے نیا زر ہوتے ہیں جو اسی مقصد کے تحت عارضی طور پر وجود میں لائے جاتے ہیں اور قرضوں کی واپسی کے ساتھ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے مجوزہ نظام میں بھی ان کی نوعیت یہی ہوگی۔ معیشت میں سود کا رواج ہونے یا نہ ہونے کا زر بنک کی نوعیت اور قصیر المیعاد قرضوں کے سماجی عمل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ب۔ قرض کھاتہ اور قصیر المیعاد قرضے:

اوپر ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ اگر بینک عند الطلب واجب الادا قرضوں کی ایک متعین کسر مثلاً دسواں حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھیں تو وہ اس زر محفوظ اور روزمرہ جمع کیے جانے والے نئے قرض سرمایوں کی مدد سے اس کھاتے سے واپس طلب کی جانے والی جملہ رقوم کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ یہ بات عوام کی عادت پر مبنی ہے۔ جدید معاشرے میں عام طور پر لوگ اپنی بچتیں اور سرمائے اپنے پاس رکھنے کے بجائے بینکوں میں رکھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنی آمدنی میں سے بہت تھوڑی رقم روزمرہ چھوٹی چھوٹی ادائیگیوں کے لیے اپنے پاس نقد کی صورت میں رکھتے ہیں اور باقی آمدنی بھی بینک کے جاری حسابات میں جمع کر دیتے ہیں۔ بڑی رقمیں لوگ عام طور پر چک کے ذریعے ادا کرتے ہیں۔ اس میں ان کو بھی سہولت ہوتی ہے اور ان لوگوں کو بھی جنھیں یہ رقمیں ادا کی جاتی ہیں ـــــ یہ لوگ ـــــ تاجر، ملازم پیشہ افراد، مختلف

خدمات انجام دینے والے ماہرین ـــــ ان چکوں کو بینک میں اپنے جاری حساب میں جمع کر دیتے ہیں اور خود بھی زیادہ تر رقمیں چک کے ذریعے ادا کرنے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ عوام کی اس عادت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کی مجموعی آمدنی کا بیشتر حصہ ہمیشہ بنکوں کے جاری حسابات میں جمع رہتا ہے اور تھوڑا حصہ عوام کے پاس نقد کی صورت میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر ادائیگیاں چک کے ذریعے عمل میں آتی ہیں۔ اکثر چک بھنائے نہیں جاتے بلکہ ان کو پانے والا اپنے حساب میں جمع کر دیتا ہے۔ بینک سے چک کے عوض نقد رقم کا مطالبہ کرنے والے یا اپنے حساب میں سے نقد رقم نکالنے والے لوگ عموماً وہ ہوتے ہیں جن کو چھوٹی رقمیں ادا کرنی ہوتی ہیں۔ ان کے بالمقابل روزانہ بہت سے لوگ نقد رقمیں اپنے حسابات میں جمع کرتے ہیں۔ عوام کی یہی عادت نظام بنک کاری کی اساس ہے۔ اسی عادت کی بدولت یہ ممکن ہو سکا ہے کہ معاشرے میں زر کی مجموعی رسد اس میں موجود کل نقد کی کئی گنا ہوتی ہے۔ زر کی مجموعی رسد کی ایک چھوٹی سی کسر، مثلاً دسواں حصہ نقد کی صورت میں ہوتا ہے اور باقی نو حصے 'زر بنک' کی صورت میں ہوتے ہیں۔

اسی عادت کی بنیاد پر بینک یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ جب ان کے حساب میں کوئی رقم جمع کی جاتی ہے تو وہ اس کے بالمقابل اس کی ایک چھوٹی سی کسر، مثلاً دسواں حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھنے کے بعد باقی رقم کو قابلِ استعمال سمجھتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ معاصر نظام بنک کاری میں یہ استعمال سودی قرض دینے کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ غیر سودی معیشت میں اس باقی رقم کا ایک حصہ مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کے نفع آور کام میں استعمال کیا جائے اور

ایک حصہ قصیر المیعاد غیر سودی قرض دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

جو حصہ مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کیا جائے گا اس کا بیشتر حصہ دوبارہ کسی نہ کسی بینک میں جمع کیا جائے گا کیونکہ کاروباری افراد بھی، عوام کی طرح ہی عادات رکھتے ہیں کہ وہ اکثر ادائیگیاں ـــــ خام مال کے دام، تنخواہیں، کارخانہ کی عمارت کا کرایہ وغیرہ ـــــ چک کے ذریعے ادا کرتے ہیں۔ چک کے ذریعے ادائیگی کرنے کی سہولت کے خاطر وہ اپنی رقمیں موجودہ نظام میں بینکوں کے جاری حسابات میں رکھتے ہیں اور مجوزہ نظام میں 'قرض کھاتہ' میں رکھیں گے جیسا کہ ہم تیسرے باب میں واضح کر چکے ہیں۔ غیر سودی بینکوں کے قرض کھاتے، معاصر بینکوں کے جاری حسابات (CURRENT ACCOUNTS) کا بدل ہوں گے۔

اسی قرض کھاتے کا جو حصہ کاروباری فریقوں کو تھوڑی مدتوں کے لیے قرض دینے میں استعمال کیا جائے گا اس کا بیشتر حصہ بھی دوبارہ کسی نہ کسی بینک میں جمع کیا جائے گا۔ کیونکہ ان رقموں کو بھی کاروباری افراد کم و بیش اسی طرح کی ادائیگیوں کے لیے استعمال کرنا چاہیں گے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

اس سلسلے کو اور دراز کیجیے تو نظر آئے گا کہ جن افراد کو کاروباری افراد اس قرض لیے ہوئے یا مضاربت پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ میں سے ادائیگیاں کریں گے ـــــ عمارتوں کے مالک، تنخواہ دار ملازمین، خام مال اور نیم تیار شدہ مصنوعات فروخت کرنے والے تاجر اور صناع، اور مزدور وہ بھی اپنی عادت کے مطابق اپنی زیادہ تر رقوم بینکوں میں جمع رکھیں گے۔

اس باب میں ہم زر بینک کی تخلیق کے عمل اور غیر سودی نظام بنک کاری میں اس عمل کے جاری رہنے کی وضاحت نہیں کر رہے ہیں۔ یہ کام اگلے باب میں کیا گیا ہے۔ یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ مجوزہ طریقے کے مطابق بینک قرض کھاتہ کی رقموں کے بڑے حصے کو قرض دینے اور مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کے لیے استعمال کر سکیں گے۔ ان کا یہ استعمال خود ان کے کھاتوں میں مزید رقموں کی آمد کا ذریعہ بنے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح دراز ہوگا جس طرح معاصر نظام بنک کاری میں ہوتا ہے۔ اس طرح کاروباری طبقہ کو قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت اور اس ضرورت کے پورا ہونے کی اہمیت کے پیش نظر ہم مجوزہ طریقے کو اختیار کر سکتے ہیں۔ اس طریقے سے متعلق پیدا ہونے والے بعض مسائل پر آگے بحث کی جائے گی مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طریقے سے یہ ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔

ج۔ غیر سودی قرض دینے کے محرکات

اب ہم اس طریقے کے ایک عملی طریقہ ہونے کی دلیل کے طور پر یہ واضح کریں گے کہ بینکوں کو غیر سودی قرضے دینے کے قوی محرکات فراہم کر کے اس بات کا اہتمام کیا جا سکتا ہے کہ وہ یہ خدمت انجام دیتے رہیں تاکہ ایک اہم سماجی ضرورت پوری ہوتی رہے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ مرکزی بینک کی جانب سے یہ ضابطہ بنایا جائے گا کہ ہر بینک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قرض کھاتہ میں جمع شدہ کل رقم کا، مثلاً پچاس فی صد، غیر سودی قرض دینے کے لیے آمادہ رہے۔ اگر وہ ایسا کرے گا

تو اس کے صلے میں اسے یہ اختیار ہوگا کہ اس کھاتے کا چالیس فی صد نفع آور کاروبار میں لگا سکے۔ (باقی دس فی صد کے بارے میں ہم یہ فرض کر رہے ہیں کہ اسے بینک نقد محفوظ کے طور پر رکھے گا۔) جو بینک غیر سودی قرض دینے پر آمادہ نہ ہو اسے اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ "قرض کھاتہ" کھولے، یعنی عوام کی بچتیں اور سرمائے غیر سودی قرض کے طور پر حاصل کرے۔ عوام سے غیر سودی قرض وہی بینک حاصل کر سکے گا جو ان قرضوں کے نصف کے بقدر سرمایہ کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے پر آمادہ ہو۔

یہ ضابطہ غیر سودی قرض دینے کا پہلا محرک ہوگا اور ہماری نظر میں یہ محرک ایک قوی محرک ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ بینک اپنے قرض کھاتہ کے ایک معتد بہ حصے، مذکورہ بالا مثال کے مطابق چالیس فی صد کو نفع آور کاموں میں استعمال کرنے کے موقع کو اتنی اہمیت دے گا کہ اس موقع کے عوض وہ دوسرے حصہ مثلاً پچاس فی صد کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ غیر سودی قرض کے طور پر حاصل کیے جانے والے سرمایہ کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے میں کوئی نقصان نہیں ــــــ کیونکہ بینک کو یہ قرضے لازماً واپس کیے جائیں گے۔ جیسا کہ ہم ذیل میں واضح کریں گے، پورے نظام معیشت کی تنظیم اس طور پر عمل میں لائی جائے گی کہ بینک کو اس کے دیئے ہوئے قرضے ضرور واپس ملیں۔ اس بے ضرر کام کے عوض بینک کو اس بات کا موقع ملے گا کہ وہ ایک کثیر سرمائے کو مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگا کر، یا اس کے ذریعے تجارتی حصص خرید کر نفع کمائیں۔ بلاشبہ سرمایے کے نفع آور کاموں میں لگانے میں اس بات کا اندیشہ بھی ہے کہ نقصان

اٹھانا پڑے۔ چونکہ بینک کو اپنے قرض کھاتے کی رقمیں کھاتہ داروں کو لازماً ادا کرنی ہوں گی لہٰذا وہ نقصان کا خطرہ مول لینے میں بہت احتیاط برتیں گے۔ لیکن عملی مفروضہ یہ نہیں ہے کہ اس احتیاط کے سبب وہ اس سرمایہ کو بے کار رکھیں گے۔ زیادہ حقیقت پسندانہ مفروضہ یہ ہے کہ وہ اس سرمایہ کو نسبتاً محفوظ کاموں میں لگائیں گے، خواہ اس سے حاصل ہونے والے نفع کی شرح کم ہو۔ نفع آور کاروبار کی ایک محفوظ شکل مخدمات بالمعاوضہ انجام دی جانے والی خدمات کا نظم و اہتمام ہے جو بینک اپنے ذمے لیتا ہے۔ بینک کو ایسے کاروباری اداروں کے انتخاب میں بھی کوئی زحمت نہ ہوگی جن کے بارے میں سابق تجربے کی روشنی میں ان کو یہ اطمینان ہو کہ ان کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے میں نقصان کا اندیشہ کم ہے۔

گزشتہ باب سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ بینک کو ایک کثیر سرمایہ مضاربت کے اصول پر کھاتہ داروں سے اور شرکت کے اصول پر حصہ داروں سے حاصل ہوگا۔ قرض کھاتہ داروں سے حاصل کردہ سرمایے کے قابل استعمال حصہ کو بینک مضاربت اور شرکت کے اصول پر حاصل ہونے والے سرمایہ کے ساتھ ملا کر کاروبار میں لگائیں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ مضاربت پر سرمایہ لگانے کے لیے موزوں فریقوں کے انتخاب میں بینکوں کو اتنی مہارت حاصل ہوگی کہ اس کاروبار میں بحیثیت مجموعی، نقصان کا اندیشہ صرف ایک نظری اندیشہ رہ جائے گا۔

خلاصہ یہ... کہ ہمارے نزدیک بینک کے مجموعی کاروبار کے نتائج سے قطع نظر ایک کثیر سرمایے کے نفع آور استعمال کا موقع، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے نفع کا کوئی حصہ اصحاب سرمایہ کو نہیں دینا ہے اپنے اندر زبردست جاذبیت رکھتا ہے اور اس بات کا قوی محرک ثابت ہوگا کہ یہ موقع حاصل کرنے

کے لیے بینک قرض کھاتے کے دوسرے حصے کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے پر خوشی سے آمادہ ہو جائیں۔

مرکزی بینک یہ ضابطہ بنائے گا کہ عام تجارتی بینک بوقت ضرورت اس سے قرض حاصل کر سکتے ہیں۔ ان قرضوں پر ان سے کوئی سود نہیں وصول کیا جائے گا، نہ کسی اور صورت میں کوئی معاوضہ طلب کیا جائے گا۔ البتہ ان کو دیے جا سکنے والے قرض کی مقدار ان کے دیے ہوئے قرضوں کی مقدار پر موقوف ہوگی۔ جن بینکوں نے (غیر سودی) قرضے نہ دیے ہوں وہ مرکزی بینک سے قرض نہ حاصل کر سکیں گے۔ مرکزی بینک کسی بینک کو اس کے دیے ہوئے قرضوں کے مثلاً دس فی صد یا بیس فی صد کے بقدر قرض دے گا۔ اس قرض کو وہ اپنی ضروریات نقد پوری کرنے یعنی اپنی نقدیت بحال رکھنے اور مطالبہ کی جانے والی رقوم کی ادائیگی کے لیے استعمال کرے گا۔ بینکوں کے لیے سب سے اہم چیز عوام کا ان پر یہ اعتماد ہے کہ وہ ان کے عندالطلب کھاتوں کی رقمیں مطالبہ کرنے پر فوراً ادا کر سکتے ہیں، یا ان کے مضاربت کھاتہ کی رقوم، مطالبہ کرنے پر مناسب وقفہ کے بعد واپس کر سکتے ہیں۔ بینک عام طور پر اس کا اہتمام کرے گا کہ اپنے پاس اتنا نقد محفوظ رکھے اور اپنی قرض دی ہوئی رقوم، یا مضاربت کے اصول پر فراہم کردہ سرمایے کی واپسی کے متعلق قرض لینے والوں یا کاروباری فریقوں سے ایسے معاہدے کرے کہ اسے نقد کے مطالبات پورے کرنے میں کوئی زحمت نہ پیش آئے لیکن بازار کے حالات اور عوام کی طلبِ نقد بدلتی رہنے والی چیزیں ہیں اور ایسی صورتیں پیش آ سکتی ہیں کہ بینک کا اپنا نقد مطالباتِ نقد کی تکمیل کے لیے

کافی نہ ہو۔ ایسی صورت میں بینک کو مرکزی بینک سے کسی معاوضے کے بغیر قرض ملنے کی سہولت بہت بڑی نعمت ہے جس کی وہ بہت قدر کرے گا اور اس سہولت کا حصول غیر سودی قرضے دینے کا ایک قوی محرک ثابت ہوگا۔ اس ضابطے پر تفصیلی گفتگو آئندہ مرکزی بینک کے ذیل میں کی جائے گی۔

قرض دینے کا تیسرا اہم محرک عوام اور کھاتہ داروں کی نگاہ میں اپنی ساکھ اونچی رکھنے اور کاروباری گاہکوں سے تعلقات بہتر رکھنے کی خواہش ہے۔ یہ بات کہ بینک (غیر سودی) قرض دے کر معاشرے کی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں عوام کے اندر بینکوں سے حسن ظن پیدا کرے گی اور وہ بینکوں کو محض نفع کے طالب کاروباری اداروں کی بجائے معاشرے کی اہم خدمت انجام دینے والے ادارے کی حیثیت سے دیکھیں گے۔ نظام بینک کاری کے کامیابی کے ساتھ چلنے میں عوام کے اس نظام کے بارے میں حسن ظن اور اس پر اعتماد کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے۔ اس وجہ سے یہ رائے خاصا وزن رکھتی ہے کہ بینک عوام کا حسن ظن اور اعتماد حاصل کرنے کے لیے (غیر سودی) قرض دینے کی وہ خدمت اپنے ذمے لیں گے جس کی انجام دہی میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ جن افراد یا اداروں کو بینک قرضے دے گا وہ اس کے شکر گزار ہوں گے، اور ان سے بینک کے تعلقات خوشگوار رہیں گے جس کے نتیجے میں بینک اُن سے یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ اس کا کھاتہ دار یا گاہک بننا پسند کریں گے اور ضرورت پیش آنے پر اس سے بالمعاوضہ خدمات

بھی حاصل کریں گے۔ اگر ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ بینک (غیر سودی) قرضے کن افراد اور اداروں کو دے گا تو یہ بات زیادہ آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ ان افراد کی خدمت سے بینک کو ان کی جانب سے کن فوائد کی توقع ہو سکتی ہے۔

بینک کے قرضے زیادہ تر کاروباری طبقے کے لیے ہوں گے، جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں ان میں بڑی تعداد ان کاروباری فریقوں کی ہو سکتی ہے جو اسی بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے کاروبار کر رہے ہیں جس سے ان کو تھوڑی مدت کے لیے قرض ملا ہے۔ یہ قرض جس حد تک اس کے کاروباری اعمال میں سہولت کا باعث بنے گا اور کاروبار کو وسعت دے گا اسی حد تک اس کا فیض خود بینک کو بھی پہنچے گا کیونکہ بینک کا مفاد اس کاروبار کی کامیابی سے وابستہ اور وہ اس کے نفع میں شریک ہے جس حد تک یہ قرضے اس کاروبار کے منافع میں اضافے کا سبب بنیں گے اسی حد تک طے شدہ نسبت تقسیم نفع کے مطابق بینک کو ملنے والا نفع بھی بڑھے گا۔ (اوپر ہم یہ صراحت کر چکے ہیں کہ کاروبار کے منافع کا حساب لگانے میں تھوڑی مدت کے قرضوں کو کاروبار کے سرمایے میں نہیں شامل کیا جائے گا) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنے کاروباری (مُضارِب) فریقوں کو قرض دینے سے بینک کو فائدہ ہوگا اور یہ فائدہ قرض دینے کا ایک محرک ہوگا۔ اسی طرح جن کاروباری افراد یا اداروں کو کسی بنک سے بوقت ضرورت تھوڑی مدت کے لیے غیر سودی قرضے ملیں گے وہ اس بنک سے تعلقات بڑھانے کے لیے اسی بنک میں قرض کھاتے کھولنا پسند کریں گے۔ ہر کاروباری فرد یا ادارہ کاروباری ضرورتوں کے تحت عندالطلب کھاتہ کھولتا ہے تاکہ اس میں اپنی فاضل

رقمیں جمع کر سکے اور روزمرہ ادائگیوں کے لیے چک کا طریقہ استعمال کر سکے۔ قدرتی طور پر وہ یہ کھاتہ اسی بنک میں کھولے گا جس سے بوقت ضرورت اسے زائد از جمع رقم (OVER DRAFT) یا قصیر المیعاد قرض ملنے کی امید ہو۔

ایک بینک ایسے کاروباری اداروں اور افراد کو بھی قرض دے گا جن کے ساتھ اس کا کوئی معاہدہ مضاربت یا شرکت کی بنیاد پر نہ ہو چکا ہو لیکن حقیقت پسندانہ مفروضہ یہی ہے کہ ایسے افراد نے اگر قرض دینے والے بینک سے مضاربت یا شرکت کا معاہدہ نہیں کیا ہے تو کسی اور بینک سے کیا ہو گا۔ تمام بینکوں کے مجموعی مفاد کے نقطۂ نظر سے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ مضاربت پر سرمایہ ایک بینک سے حاصل کیا جائے اور قرض دوسرے بینک سے لیا جائے۔ کاروباری فریقوں کو تھوڑی مدت کے لیے قرض دینے سے بینکوں کے مجموعی مفاد کی ترویج ہو گی اور یہ بھی اسی درجے کا ایک محرک ہے جیسا کہ گزشتہ پیراگراف میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ بینک کاروباری طبقے کے افراد کے علاوہ صارفین اور حکومت یا رفاہِ عامّہ کے دوسرے اداروں کو قرضے دے گا یا نہیں غور طلب ہے اور اس پر علیٰحدہ سے تفصیلی بحث کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ یہ بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ بینک ان افراد اور اداروں کو (غیر سودی) قرض دینے کا طریقہ اختیار کر سکتا ہے جو اس کے پاس اپنے جاری حسابات رکھتے ہوں۔ ان قرضوں کی نوعیت بڑی حد تک (OVER DRAFT.) یا کھاتوں کی مقدار سے زائد رقوم ادا کرنے کی ہوگی۔ اس طرح بینک اپنے قرض کھاتہ داروں

کو ایک ایسی سہولت فراہم کرے گا جو قرض کھاتہ میں رقم جمع کرنے کا محرک ثابت ہوں گی اور بینک کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ اس کے قرض کھاتہ میں زیادہ سے زیادہ رقمیں جمع کی جائیں، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ قرض سرمایہ کا نفع آور استعمال کر سکے۔ اس کے علاوہ کھاتہ داروں کو بوقت ضرورت اپنے کھاتہ کی مقدار سے زیادہ رقم دینے یعنی چھوٹی رقمیں قرض دینے کا ضابطہ بنا کر بینک ان کی ہمدردیاں حسن ظن اور اعتماد حاصل کر سکے گا جس کی نظامِ بنک کاری کے لیے بڑی اہمیت ہے۔

یہ تین محرکات، نفع آور استعمال کے لیے کثیر سرمایہ کو غیر سودی قرض کے طور پر حاصل کرنا، بوقت ضرورت مرکزی بینک سے غیر سودی قرض حاصل کر کے اپنی نقدیت کا استحکام عمل میں لانا اور کاروباری طبقہ اور عوام کا حسن ظن اور اعتماد حاصل کرنا ہمارے نزدیک اتنے قوی محرکات ہیں کہ ان کی موجودگی میں اس بات میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ بینک راضی خوشی اپنے قرض کھاتہ کے ایک متعین فی صد حصے کو غیر سودی قرضے دینے کے لیے استعمال کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

د۔ قرض کھاتہ اور دیئے جانے والے قرضوں کے درمیان نسبت کی تعین

یہ سوال کہ بینک کو از روئے ضابطہ اپنے قرض کھاتہ کی مجموعی رقم کی کس نسبت یا فی صد مقدار کو قرض دینے کا پابند کیا جائے ایک اہم سوال ہے جس کا صحیح جواب غیر سودی نظامِ بنک کاری کے عملی تجربات کی روشنی میں ہی دیا جا سکے گا۔ کاروباری طبقہ کی ضروریات، بینک کے کاروباری مفادات اور معیشت کے مجموعی مصالح تینوں کی پوری رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی حد یا نسبت متعین

کی جانی چاہیے۔ اس ضابطے کا منشا یہ ہے کہ معیشت کی ایک اہم ضرورت اس حد تک پوری ہو جائے کہ کاروبار معیشت سہولت کے ساتھ چلے اور پھلے پھولے۔ متعین کی جانے والی حد اتنی کم نہیں ہونی چاہیے کہ کاروباری طبقہ کی ضرورت نہ پوری ہو اور وہ تنگی میں مبتلا ہو، کیونکہ جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو سرمایہ طویل المیعاد سرمایہ کاری کے کام آتا اس کا ایک حصہ ان عارضی ضرورتوں کی تکمیل پر صرف ہوگا اور کاروبار کا دائرہ تنگ ہو جائے گا۔ یہ حد اتنی زیادہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ نقد ریزرو نکالنے کے بعد قرض کھاتہ میں سے بینکوں کے نفع آور استعمال کے لیے جو حصہ بچے وہ اتنا کم ہو کہ بینک اس سے حاصل ہونے والے نفع کو اس قابل نہ سمجھیں کہ قرض کھاتہ رکھنے اور قرض دینے کا بکھیڑا مول لیں، مجوزہ نظام کامیابی کے ساتھ اسی صورت میں چل سکے گا جب غیر سودی قرض دینے کے مذکورہ بالا محرکات اتنے قوی ہوں کہ ان پر بھروسہ کیا جا سکے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ آغازِ کار میں ماہرینِ بنک کاری اور کاروباری طبقہ کے نمائندوں کے مشورے سے ایک نسبت طے کر لی جائے اور بعد میں تجربے کی روشنی میں اس میں ایسا ردوبدل کیا جاتا رہے کہ مذکورہ بالا مصالح حاصل ہو سکیں۔ جیسا کہ ہم آئندہ واضح کریں گے، یہ نسبت مرکزی بینک جب مناسب سمجھے تبدیل کر سکے گا۔ صرف مثال کی حد تک ہم اس کتاب میں یہ فرض کریں گے کہ یہ نسبت نصف (پچاس فی صد) ہے۔ یعنی ہر بینک کو اپنے قرض کھاتہ کی نصف رقم (غیر سودی) قرض کے طور پر دینے پر آمادہ رہنا ضروری ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم اس نسبت کے لیے نسبتِ قرض (LENDING RATIO) کی اصطلاح

استعمال کریں گے۔

۵۔ قرضوں کی طلب اور رسد کے درمیان توازن:

کسی وقت معیشت میں بینکوں کی جانب سے دیئے جاسکنے والے قرض کی مجموعی رسد کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ان بینکوں کے قرض کھاتوں میں مجموعی طور پر کتنی رقم جمع کی گئی ہے۔ ہماری فرض کردہ نسبت قرض کے مطابق قرض کی رسد قرض کھاتہ کے نصف کے بقدر ہوگی۔ نسبتِ قرض میں مناسب تبدیلی عمل میں لاکر مرکزی بینک قرض کی رسد میں کمی بیشی بھی کرسکتا ہے۔ جہاں تک قرض کی طلب کا سوال ہے یہ کہنا درست ہوگا کہ اس کا انحصار بڑی حد تک معیشت میں طویل المیعاد سرمایہ کاری کی سطح پر ہے۔ قرض سرمایہ کاروبار کی عارضی ضرورتوں کی تکمیل ہی کے لیے لیا جاسکے گا، اور ان عارضی ضرورتوں کا انحصار یقیناً اس مستقل سرمایہ کی مقدار پر ہے جس کی مدد سے کاروبار کیا جارہا ہے۔ معاشی تجربہ اور علمی تجزیہ نیز اعداد و شمار کے ذریعے مرکزی بینک کے لیے یہ دشوار نہ ہوگا کہ کسی وقت کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض کا ایک متوازن اندازہ قائم کرسکے۔ یہی اندازہ قرض کی طلب کے سلسلے میں مرکزی بینک کا رہنما ہوگا اور وہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ نسبت قرض میں تبدیلیوں اور معیشت میں زر اور کریڈٹ کی تخفیف یا توسیع کے ذریعے قرض کی رسد کو اس کی اس طلب سے ہم آہنگ رکھے۔

چھوٹی مدّت کے غیر سودی قرض کے طلبگاروں کے درمیان قرض دینے

کے لیے معتبر سرمایہ کی تقسیم کے سلسلہ میں معیشت کے مجموعی مفاد اور قرض سرمایہ کے مفید استعمال کو ترجیح کی بنیاد بنانا چاہیے۔ ترجیح کی ضرورت اس لیے پیش آسکتی ہے کہ ان قرضوں کی طلب ان کی رسد سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں طویل المیعاد سرمایہ کی اس مقدار کو جو کسی کاروباری فریق یا ادارہ نے اپنے کاروبار میں لگا رکھا ہو، سامنے رکھ کر اس کی ضرورتِ قرض کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ کن صنعتوں میں اور معیشت کے کن دائروں (SEC TORS.) میں طویل المیعاد سرمایہ کی نسبت سے کتنے قصیر المیعاد سرمایہ کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ مناسب ہوگا کہ اندازہ لگانے کا یہ کام منفرد بنکوں پر چھوڑ دینے کے بجائے ان کے نمائندوں، کاروباری افراد اور غیر جانب دار ماہرین معاشیات پر مشتمل ایک ایسی کمیٹی کے ذریعہ انجام پائے جو مرکزی بنک کی زیر نگرانی کام کرے۔

جب کوئی بنک قرض کی کسی درخواست پر غور کر رہا ہو تو وہ اس اندازہ کو اپنا رہنما بنا سکتا ہے۔ وہ درخواست دینے والے سے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ اس کے کاروبار کی نوعیت کیا ہے، اس میں کتنا طویل المیعاد سرمایہ لگا ہوا ہے، اور دوسرے ذرائع سے کتنا قرض حاصل کیا جاچکا ہے۔ بنک درخواست دینے کی ضرورت قرض اور صلاحیت ادائیگی کے بارے میں مزید تحقیق و تفتیش بھی کرسکتا ہے۔ قرض کے طلبگاروں کے درمیان ترجیح کی ایک بنیاد ان ضمانتوں کا معیار بھی ہے جو وہ قرض کے بالمقابل پیش کر رہے ہوں۔ بنک کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ نسبتہً زیادہ قابل اعتماد ضمانتیں پیش کرنے والوں کو اسی درجہ کی ضرورت رکھنے والے ان طلب گاروں پر ترجیح دے جن کی ضمانت

اس معیار کی نہ ہو۔

بنک کو اس بات کا بھی اختیار ہونا چاہیے کہ وہ ان کاروباری فریقوں کی درخواست کو ترجیح دے جن کے ساتھ اس نے مضاربت یا شرکت کا معاہدہ کیا ہو۔

اس خطرہ کے سدباب کے لیے کہ بنک ترجیح دینے کے اختیارات کا بے جا استعمال عمل میں لائیں اور قرض کے طلب گاروں کے درمیان امتیازی سلوک روا رکھیں، مرکزی بنک کو ترجیح کے واضح معیار وضع کرنے ہوں گے۔ بعض حالات میں قرض سے محروم رہ جانے والوں کو عذرداری کا موقع بھی دینا ہوگا تاکہ ان بنکوں کے خلاف تادیبی کارروائی کی جا سکے جو کھلی ہوئی بے انصافی کے مرتکب ہوں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بنک کو کسی وقت قرض کی جو درخواستیں موصول ہوں ان میں ترجیح کے مذکورہ بالا معیاروں پر پوری اترنے والی تمام درخواستوں کو منظور کرنا اس لیے ممکن نہ ہو کہ وہ بنک اس مقدار میں قرض سرمایہ نہیں فراہم کر سکتا۔ ایسی صورت میں یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ جو درخواستیں پہلے موصول ہوئی ہوں ان کو بعد میں آنے والی درخواستوں پر ترجیح دی جائے، تاآنکہ قرض دی جا سکنے والی رقم ختم ہو جائے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت بعض طلبگاروں کو کسی بنک سے بھی قرض نہ مل سکے۔ ایسی صورت میں مرکزی بنک اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ صورت حال نسبت قرض میں تبدیلی یا کریڈٹ میں توسیع عمل میں لانے کے لیے کسی اقدام کی

طالب ہے یا نہیں۔

غیر سودی قرضوں کی مجموعی رسد کو قرض کے طلب گاروں کے درمیان تقسیم کرنے اور قرض سرمایہ کی رسد کو اس کی طلب سے ہم آہنگ رکھنے کا مسئلہ غیر سودی نظام بنک کاری سے متعلق ان مسائل میں سے ہے جن پر مزید تجاویز پیش کرنے اور غور و فکر کے بعد کسی رائے تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نظام پر عمل کے بعد تجربے کی روشنی میں کوئی نیا طریقہ اختیار کیا جا سکے۔

۵۔ قرض کی مدت۔

کاروباری طبقہ کے لیے تھوڑی مدت کے قرضوں کی ضرورت بیان کرتے وقت ہم نے یہ بتایا ہے کہ اتنی تھوڑی مدت کے لیے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا حسابی دشواریوں کی وجہ سے عملاً ممکن نہیں، اس سے خود بخود اس سوال کا جواب نکل آتا ہے کہ یہ قرض زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے لیے دیئے جائیں۔ ہماری رائے میں یہ مدت اس کم سے کم مدت سے کچھ کم ہی ہونی چاہیے جس کے لیے بنک مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرتے ہوں۔ ہماری تجویز کے مطابق یہ مدت ایک سہ ماہی یا ۱۳ ہفتوں کی مدت ہے۔ دیے جانے والے قرضے اس سے کم مدت کے لیے دیئے جانے چاہئیں۔ جن کاروباری فریقوں کو تین ماہ یا اس سے زائد مدت کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہو ان کو اپنی ضرورت مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے پوری کرنی چاہیے۔ جب وہ نفع میں شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے اپنی کاروباری ضروریات پوری کر سکتے ہیں

تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ ان کے لیے (غیر سودی) قرضوں کی فراہمی کا خصوصی اہتمام کرے۔

اگر مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کی کم سے کم مدت ۱۲ ہفتے ہو تو ہماری رائے میں قرض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس ہفتے رکھی جانی چاہیے۔ ساتھ ہی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کوئی کاروباری فرد یا ادارہ ایسے کاموں کے لیے بنک سے قرض نہ حاصل کر سکے جن میں مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگایا جا سکتا ہو۔ اس سے لازم آتا ہے کہ کاروباری افراد اور اداروں کے لیے یہ ممکن نہ ہونا چاہیے کہ وہ ایک قرض کی مدت گزر جانے پر دوبارہ قرض لے کر یا اس قرض کی تجدید کر کے عملاً تین ماہ سے زیادہ مدت کی ضرورت سرمایہ کو بھی قرض ہی کے ذریعے پوری کریں۔ ان امور کے اہتمام کے لیے مرکزی بنک کو بنکوں کے دیے ہوئے قرضوں کی جانچ اور نگرانی کا اہتمام کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں موزوں ضابطے وضع کرنے ہوں گے۔

جہاں تک قرض کی کم سے کم مدت کا سوال ہے کوئی حد نہیں مقرر کی جا سکتی۔ بعض ضروریات چند گھنٹوں یا ایک دن کے قرض سے بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ بنکوں کے ایک دوسرے کو قرض دینے کی صورت میں ایسے قرض کافی اہمیت رکھتے ہیں جو صرف ۲۴ گھنٹے یا اس سے کم کے لیے دیئے گئے ہوں۔

چونکہ قرض لینے والوں کو کوئی سود نہ دینا ہوگا اور اس بنا پر مدت قرض کی طوالت ان کے لیے مزید مالی بار کا سبب نہ بنے گی لہذا ان میں یہ رجحان پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ مدت قرض کو بلا ضرورت طول دیں، اور قرض کی واپسی میں تاخیر سے

کام لیں۔ سماجی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ اس خرابی کا سدِ باب کیا جائے اور قرضے اتنی ہی مدت کے لیے لیے جائیں جن کے لیے واقعۃً ان کی ضرورت ہو اور اس مدت کے پورا ہونے پر بلا تاخیر واپس کر دیئے جائیں۔ اس بات کے اہتمام کے لیے کاروباری طبقے میں سماجی شعور بیدار کرنا ہوگا اور اس میں اتنا احساس ذمہ داری پیدا کرنا ہوگا کہ وہ غیر ضروری تاخیر اور ڈھیل سے اجتماعی مفاد کو نہ مجروح کرے ساتھ ہی بنک کو اس بات کا اختیار دینا ہوگا کہ وہ ضرورت قرض کا جائزہ لے کر مدت قرض کی تعیین کرے اور وقت پورا ہونے پر قرض لینے والے کو قرض کی واپسی پر مجبور کر سکے اگر عملی تجربے سے اس بات کی ضرورت محسوس ہو تو مدت گزرنے پر ادائیگی میں تاخیر کی کچھ سزائیں مقرر کی جا سکتی ہیں۔ ان سزاؤں کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بغیر کسی معقول عذر کے تاخیر کرنے والے کو آئندہ ایک خاص مدت تک قرض نہ دیئے جائیں یا اس کے نام کا اعلان کر دیا جائے جس سے اس کی ساکھ متاثر ہو سکتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس پر کچھ جرمانہ عائد کیا جائے۔ البتہ اس جرمانہ کو قرض دینے والے بینک کی آمدنی نہیں قرار دینا چاہیے بلکہ کسی مفید سماجی کام میں لگانے کے لیے مرکزی بینک یا کسی دوسرے ادارے کے سپرد کر دینا چاہیے۔

ہمیں امید ہے کہ روشن خیال اور اجتماعی شعور رکھنے والے کاروباری طبقے کا تعاون اس طور پر حاصل کیا جا سکے گا کہ ان سزاؤں کی ضرورت نہ پڑے اور ان سزاؤں سے متعلق ضابطے اگر بنانے بھی پڑے تو ان کو عملاً نافذ نہیں کرنا پڑے گا بلکہ ان ضابطوں کا وجود ہی اس بات کے لیے کافی ہوگا کہ کاروباری طبقہ

راست روی سے کام لے۔

۱۳۔ قرض کے بالمقابل ضمانت

جہاں تک قرض لینے والوں سے ان قرضوں کے بالمقابل ضمانتیں (SECURITIES.) حاصل کرنے کا سوال ہے کم وبیش وہی صورت حال قائم رہے گی جو معاصر نظام بنک کاری میں معروف ہے۔ تیار شدہ مصنوعات، نیم تیار شدہ یا زیر تیاری مصنوعات گوداموں میں رکھا ہوا، یا زیر نقل و حمل مال تجارت، تیار فصل، کارخانہ، تجارتی حصص، سندات ملکیت، غیر منقولہ جائدادیں، بینکوں کے اندر جمع امانتیں، قرضے یا مضاربت پر جمع کیا ہوا سرمایہ وغیرہ قرض کی ضمانت میں پیش کیا جاسکے گا۔ بنک کو اختیار دینا چاہیے کہ وہ شخصی ضمانت پر بھی قرض دے سکتا ہے۔ معاصر بنک بہت سے قرضے بغیر کسی ضمانت کے بھی دیتے ہیں کیونکہ بعض کاروباری افراد یا اداروں پر ان کو اعتماد ہوتا ہے۔ اسی طرح مجوزہ نظام میں بنک ان کاروباری فریقوں کو بغیر کسی ضمانت کے قرض دے سکیں گے جن کے ساتھ وہ مسلسل مضاربت یا شرکت کا معاہدہ کرتے رہے ہیں اور جن پر ان کو کامل اعتماد ہے۔ ضمانت کے بارے میں ایک طرف تو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ قرضوں کی تحصیل دشوار نہ ہو۔ دوسری طرف اتنی تنگی بھی نہ برتنی چاہیے کہ کاروباری طبقے کی آزادی کار مجروح ہو۔

بنک جو قرضے دے گا وہ اُسے لازماً واپس ملنے چاہئیں کیونکہ وہ ان قرض رقوم کی واپسی کا ذمہ دار ہے جو اس کے کھاتہ داروں نے قرض کھاتہ میں جمع کی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے کوئی دیا ہوا قرض بنک کو واپس نہیں مل سکا تو بھی اس کی وہ ذمہ داری اپنی جگہ باقی رہے گی جو اس نے قرض کھاتہ کے سلسلے میں قبول کی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر قانون ملکی کی رو سے بنک کو اس بات کا اختیار ہونا چاہیے کہ جو قرض دار قرض نہ ادا کریں ان سے ان کی ضمانت میں دی ہوئی املاک کو فروخت کراکے، یا ان کے کاروباری اثاثہ کو فروخت کراکے اپنا قرض واپس لے سکے۔ ہر متمدن ملک کا قانون قرض کو واپس حاصل کرنے کی صورتیں تجویز کرتا ہے۔ البتہ اگر قرض لینے والے کاروباری فریق کا دیوالیہ نکل جائے تو عملاً قرض دینے والا اس اختیار کو نہیں استعمال کرسکتا۔ ایسی صورتیں مجوزہ نظام میں بھی پیش آسکتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیوالیہ کاروباری فریقوں سے نہ وصول ہو سکنے والے قرضوں کے بارے میں کیا طریقے اختیار کیے جائیں۔

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ بنک کو یہ قرضے ضرور واپس ملنے چاہئیں ورنہ وہ غیر سودی قرض دینے کی خدمت نہیں انجام دے سکے گا۔ یہ بات عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ اسے اپنے قرض کھاتہ کی رقموں کی ادائیگی کا پوری طرح ذمہ دار قرار دیا جائے، لیکن اس کھاتہ میں سے قرض دی ہوئی رقوم کی واپسی نہ ہوسکنے کی صورت میں اس سے یہ کہا جائے کہ یہ نقصان تم کو برداشت کرنا ہوگا۔ جو معاشرہ بنکوں سے غیر سودی قرض دینے کی خدمت لینا چاہتا ہے اسے لازماً بنکوں کو اس بات کی ضمانت دینی ہوگی کہ انھیں ان کے دیے ہوئے قرضے واپس ملیں گے۔

یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اگر قرض لینے والے فریق کا دیوالیہ نکل جائے اور اس کے پاس اتنا مال ہی نہ ہو کہ وہ قرض واپس کر سکے تو اس سے اس رقم کے وصول کرنے کی کوئی صورت نہیں ممکن ہو گی۔

ایسی صورت میں مسئلے کا حل صرف یہ ہے کہ غیر ادا شدہ قرضوں، یا قرضوں کے غیر ادا شدہ اجزا کی ادائیگی کی ذمہ داری معاشرہ اٹھائے۔ اس سلسلے میں ہماری تجویز یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں ایسے تمام قرضے زکوٰۃ کی مد سے ادا کئے جائیں اور اس ادائیگی کی ذمہ داری ریاست لے۔ البتہ نظامِ بنک کاری کے نقطۂ نظر سے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہو گا کہ بنیک قرض لینے والے کے دیوالیہ ہو جانے کے سبب نہ وصول ہو سکنے والے قرضوں کے بارے میں مرکزی بنیک کو رپورٹ کریں اور مرکزی بنیک صورت حال کی تحقیق اور بنیک کی رپورٹ پر اطمینان حاصل کر لینے کے بعد متعلقہ رقم بنیک کو ادا کر دے۔ کسی سال مرکزی بنیک نے اس مد میں مجموعی طور پر جتنی رقم ادا کی ہو وہ اسے ریاست کے بیت المال زکوٰۃ سے ادا کر دی جائے۔

اس کتاب میں زکوٰۃ اور اس کے مصارف پر تفصیلی بحث نہیں کی جا سکتی۔ مناسب مآخذ کی طرف رجوع کر کے اس امر پر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے کہ غیر ادا شدہ قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری اسلامی ریاست نے قرنِ اوّل میں بھی لی تھی اور یہی عدل و انصاف کا تقاضا بھی ہے۔ ادائے قرض کے لیے امداد اُن آٹھ مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک ہے جن کو خود قرآن کریم میں گنایا گیا ہے۔ یعنی غارمین اس مد میں صَرف کی جانے والی رقموں کو، قانونی طور پر

ان کاروباری افراد اور اداروں کی امداد قرار دیا جا سکتا ہے جو دیوالیہ ہو جانے کے سبب ادائے قرض سے قاصر رہے۔

ح۔ قرض کے حساب کتاب پر آنے والے اخراجات:

قرض کی درخواستوں کا جائزہ لینے، ان کی بابت فیصلہ کرنے، دیئے جانے والے قرضوں کے حسابات رکھنے اور ان کی واپسی حاصل کرنے کے اہتمام کے لیے بنک کو متعدد تنخواہ دار ملازمین رکھنے پڑیں گے اور متعدد دوسرے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اخراجات کس طرح پورے کیے جائیں گے؟ دو طریقے ممکن ہیں:

ایک طریقہ یہ ہے کہ بنیک کو قرض کھاتہ کے ایک حصے کے نفع آور استعمال سے جو نفع ہو گا اس کے ایک حصے سے بنیک مذکورہ بالا اخراجات پورے کرے۔ یہ طریقہ اسی صورت میں اختیار کیا جا سکتا ہے جب نسبت قرض کم ہو اور قرض کھاتہ کا بہت بڑا حصہ بنیک کے نفع آور استعمال میں ہو۔ بہر صورت اس طریقے میں یہ خرابی ہے کہ قرض سرمایہ کے نفع آور استعمال کے نتائج غیر متعین اور غیر یقینی ہیں جب کہ مذکورہ بالا انتظامی اخراجات متعین اور یقینی ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ بنیک ان مصارف کی تکمیل کے لیے قرض لینے والوں سے کچھ فیس وصول کرے، اس فیس کے وصول کرنے کی مناسب شکل یہ ہو گی کہ قرض کی ہر درخواست پر ایک مقررہ فیس لی جائے، قطع نظر اس سے کہ طلب کیے جانے والے قرض کی مقدار اور مدت کتنی ہے، اور یہ درخواست منظور ہوتی ہے

یا نہیں۔ پھر جن درخواست دینے والوں کو قرضے دیے جائیں ان سے بنک اپنے رجسٹر میں کیے جانے والے ہر اندراج پر ایک متعین فیس مزید وصول کرے۔ فیس کی مقدار طے کرنے میں فیصلہ کن چیز وہ واقعی مصارف ہوں گے جو بنک کو درخواستوں پر غور و فیصلہ کرنے اور دیئے جانے والے قرضوں کی واپسی تک ان کے حسابات رکھنے پر برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ان فیسوں کو بنک کی آمدنی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ قرض دینے سے متعلق حسابات اور اہتمام پر آنے والی لاگت پوری کرنے کا ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ فیس کو اس حد کے اندر رکھنے کے لیے مرکزی بنک بنکوں کے حسابات کی جانچ کر کے اس امر پر بھی اطمینان حاصل کرے گا کہ انھوں نے اس فیس کو ذریعۂ آمدنی نہیں بنایا ہے۔

ہمارے نزدیک دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ بنکوں کو پہلا طریقہ اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ ساتھ ہی ان کو دوسرا طریقہ اختیار کرنے کا بھی حق ہونا چاہیے۔ فیس وصول کرنے کے طریقے اور فیس کی مقدار کے بارے میں بھی بنکوں کو اس بات کی آزادی ہونی چاہیے کہ وہ مذکورہ بالا شرط کی پابندی کرتے ہوئے جو طریقہ چاہیں اختیار کریں اور جتنی فیس چاہیں رکھیں۔ اس طرح ایک دائرے کے اندر مختلف بنکوں کو باہم مسابقت کا موقع ملے گا اور ایک بنک دوسرے بنک سے کم فیس رکھ کر یا فیس وصول کرنے کا سہل تر طریقہ اختیار کر کے، یا فیس نہ وصول کر کے اپنے گاہکوں کی تعداد میں اضافہ کر سکے گا اور اپنی ساکھ اونچی کر سکے گا۔

بنک کے قرضوں کے سلسلے میں اوپر جو وضاحتیں پیش کی گئی ہیں ان کی

روشنی میں اطمینان کے ساتھ یہ رائے ظاہر کی جا سکتی ہے کہ زیر غور نظام عملی طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے اور سہولت کے ساتھ چلایا جا سکتا ہے غیر سودی بنک کاری کے نظام میں کاروباری طبقے کی ضرورت سرمایہ زیادہ تر مضاربت اور شرکت کے اصول پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ سے پوری ہوگی لیکن جن صورتوں میں مدت کے مختصر ہونے یا حسابات کے دشوار ہونے کے سبب ایسا ممکن نہیں ان صورتوں کے پیش نظر اسی نظام سے تھوڑی مدت کے لیے قرض سرمایہ بھی حاصل کیا جا سکے گا۔

تجارتی ہنڈیوں (BILLS OF EXCHANGE) کا مسئلہ:

ایک تاجر کسی کارخانہ دار سے مصنوعات خریدتا ہے مگر قیمت نقد ادا کرنے کی بجائے اسے اس مضمون کی ایک تحریر دے دیتا ہے کہ فلاں تاریخ کو فلاں شخص کو اتنی رقم ادا کر دوں گا۔ اس تاریخ میں چند ہفتے باقی ہوتے ہیں۔ یہ دستاویز ہنڈی (BILL OF EXCHANGE) کہلاتی ہے۔ ہنڈیاں اندرون ملک خرید و فروخت کی صورت میں بھی لکھی جاتی ہیں۔ اور بیرون ملک سے مال درآمد کرنے کی صورت میں بھی۔ ہم یہاں صرف ان ہنڈیوں کا ذکر کر رہے ہیں جن میں دونوں فریق ایک ہی ملک کے ہوں اور ہنڈی اندرون ملک خرید و فروخت کے کسی معاملے کے نتیجے میں لکھی گئی ہو۔

فروخت کرنے والا اگر تاریخ مقررہ تک اس دستاویز کو اپنے پاس رکھے تو وقت آنے پر وہ خود اس میں درج رقم ہنڈی لکھنے والے سے وصول کر سکے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہنڈی لکھنے والا کسی مالی ادارے یا بنک سے

دستاویز پر اس بات کی توثیق کرا لیتا ہے کہ وقت مقررہ پر ادائیگی کی ضمانت دی جاتی ہے یا یہ کہ وقت مقررہ پر موعودہ رقم بینک ادا کرے گا۔ ایسی صورت میں وقت مقررہ پر ہنڈی اس بینک کو پیش کر کے نقد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ فروخت کنندہ مقررہ تاریخ تک ہنڈی کو اپنے پاس رکھے۔ وہ اس ہنڈی کے عوض فوراً نقد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہنڈی پر قابل اعتماد ضمانتیں درج ہیں تو وہ کسی بینک کے ذریعے ہنڈی کے عوض نقد حاصل کر لیتا ہے۔ البتہ معاصر نظام میں ہنڈی بھناتے وقت ایک خاص شرح کے مطابق رقم منہا (DISCOUNT) کر لی جاتی ہے۔ یہ شرح بالعموم مروجہ شرحِ سود کے مساوی ہوتی ہے۔ ہنڈی کی میعاد پوری ہونے پر بینک کو اس میں درج پوری رقم مل جاتی ہے۔ جب کہ اس سے چند ہفتے قبل اس نے اس ہنڈی کے عوض جو رقم ادا کی ہے وہ اس سے کم تھی۔ ان دونوں رقموں کا فرق ان چند ہفتوں کی مدت کے لیے اس رقم کا سود ہے جو بینک نے اپنے پاس سے ادا کی ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک ہزار کی ہنڈی کے عوض بینک نے تین ماہ قبل نو سو ستر روپیے ادا کیے تھے تو گویا اس نے اس رقم پر ہنڈی بھنانے والے سے ۱۲٫۴ (بارہ اعشاریہ چار) فی صد سالانہ کی شرح سے سود وصول کیا ہے۔ اس طرح دراصل یہ بھی تھوڑی مدت کے لیے قرض دینے کی ایک صورت ہے۔ کاروباری طبقہ کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ اسے ہنڈی بھنانے کی سہولت حاصل رہے تاکہ اس کا کاروبار سرمایہ کی کمی کے سبب تنگی کا شکار نہ ہو۔ مذکورہ بالا مثال میں کارخانہ دار ہنڈی بھنا کر اپنے کارخانہ کے ذمہ واجب الادا رقوم

کی ادائیگی کرتا ہے۔ یا کاروبار کو جاری رکھنے کے سلسلے میں مزید اقدامات کرتا ہے۔

معاصر معیشت میں اندرونِ ملک تجارتی ہنڈیوں کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے اور ان کے بجائے بینکوں سے تھوڑی مدّت کے لیے قرض لینے کا رواج بڑھ رہا ہے[لہ]۔ غیر سودی نظام میں تاجر یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں کہ ہنڈی لکھنے کے بجائے بینکوں سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے فروخت کنندہ کو مال کا دام نقد ادا کر دیں اور جب مال فروخت ہو جائے تو بینک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ واپس کرنے کے ساتھ طے شدہ نسبت کے مطابق نفع کا بھی ایک حصہ دیں۔ چونکہ یہ سرمائے اکثر اوقات بہت تھوڑی مدّت مثلاً چند ہفتوں کے لیے درکار ہوں گے لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ بینک کاروباری فریقوں کے نفع میں سے جتنا حصہ تین ماہ یا اس سے زائد مدت کے لیے مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگنے کی صورت میں لیتے ہیں اِس صورت میں اس سے کم حصہ لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اگر تاجر کو مال فروخت کرنے پر خسارہ ہوا تو یہ خسارہ بینک کو برداشت کرنا پڑے گا۔ نقصان کے اس اندیشہ کے سبب بینک معمولی شرح مضاربت پر تھوڑی مدّت کے لیے تاجروں کو سرمایہ دینے پر اسی وقت آمادہ ہوں گے جب نفع کا امکان بہت قوی اور نقصان کا اندیشہ بہت کم ہو۔

[لہ] R.S. SAYERS: BANKING IN WESTERN EUROPE. P. 243, op. cit.

کس قسم کے کاروبار سے متعلق ہنڈیوں کو ترجیح دے گا، وغیرہ امور کے متعلق مرکزی بینک کی جانب سے موزوں ضابطے بنائے جاسکتے ہیں۔ اگر مرکزی بینک کسی خاص دائرۂ کاروبار کی توسیع چاہتا ہے اور اس سے متعلق کاروباری طبقہ کو زیادہ سہولت فراہم کرنا چاہتا ہے تو وہ اس دائرۂ کاروبار میں پیدا ہونے والی ہنڈیوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کا اہتمام کرسکتا ہے۔ جس کے طریقے پر مرکزی بینک کے عنوان کے تحت روشنی ڈالی جائے گی۔

درآمد اور برآمد یعنی تجارتِ خارجہ کے دائرے سے متعلق ہنڈیوں کا معاملہ اندرون ملک تجارت سے متعلق ہنڈیوں سے قدرے مختلف ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہمارا منشاء اندرون ملک مالی امور کی سود کے بغیر تنظیم کا نقشہ واضح کرنا ہے۔ لہٰذا ہم اس مسئلے سے تعرض نہیں کریں گے۔ اجمالاً یہ اشارہ کافی ہوگا کہ اگر دونوں ملکوں میں معیشت سود سے پاک ہے تو کوئی نیا مسئلہ نہیں پیدا ہوگا۔ البتہ اگر ایک غیر سودی معیشت اور دوسری سودی معیشت کے درمیان تجارت سے متعلق ہنڈیوں پر غور کیا جائے گا تو ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگا جس کا حل اس پالیسی کی روشنی میں نکالنا ہوگا جو ہم ایسی معیشتوں سے مالی تعلقات کے سلسلے میں اختیار کرسکیں گے۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے جو ہمارے موجودہ دائرے سے خارج ہے۔

مسئلہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ممکن ہے کہ بعض تاجروں کی ضرورت سرمایہ مضاربت کے ذریعہ نہ پوری ہو۔ اس لیے ہم اس طریقہ کے پہلو بہ پہلو ایک ایسا طریقہ بھی تجویز کریں گے جو عملاً بینکوں سے غیر سودی قرض لینے کے مرادف ہے۔ ایک ہی ضرورت کے دو مختلف طریقوں سے پورا ہوسکنے کا امکان کاروبار میں سہولت اور وسعت کا سبب بنے گا۔

مجوزہ نظام میں ہنڈی بھنانے کا طریقہ بھی وہی ہوگا جو بینک سے قرض حاصل کرنے کا۔ بینکوں سے تجارتی ہنڈیوں کے عوض نقد رقم دینے کی درخواست کی جائے گی اور اس درخواست پر قرض کی دوسری درخواستوں کے ساتھ غور کیا جائے گا۔ اگر بینک ہنڈی بھنانے کا فیصلہ کرے تو وہ ہنڈی میں درج پوری رقم ادا کرے گا کوئی منہائی نہیں کرے گا۔ اس رقم کی نوعیت ہنڈی بھنانے والے کو دیئے جانے والے قرض کی ہوگی۔ ہنڈی کی میعاد پوری ہونے پر بینک ہنڈی جاری کرنے والے تاجر یا کارخانہ دار یا اس کے بینک سے اس میں درج رقم خود حاصل کرلے گا اور ہنڈی کے بالمقابل بینک سے نقد حاصل کرنے والے کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی۔ اگر میعاد پوری ہونے پر بینک کو ہنڈی جاری کرنے والے یا اس کے بینک سے متعلقہ رقم نہ مل سکے۔ تو وہ ہنڈی کے عوض نقد لینے والے سے ادائیگی کا مطالبہ کرے گا۔ معاصر نظام میں بھی ہنڈی بھنانے والے کی مالی ذمہ داری اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک ہنڈی کی میعاد پوری ہونے پر اصل دَین دار اس میں درج رقم ادا نہ کردے۔

تجارتی ہنڈیاں زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے لیے ہونی چاہئیں۔ بینک

پانچواں باب

تخلیقِ زر کا عمل

گزشتہ ابواب میں بنیک کے کاروبار کے بنیادی خدوخال واضح کیے جا چکے ہیں۔ چند اصحابِ سرمایہ شرکت کے اصول پر سرمایہ لگا کر بنیک قائم کرتے ہیں۔ اس بنیک میں عوام اپنی بچتیں اور سرمائے مضاربت کے اصول پر جمع کرتے ہیں اور قرض کھاتہ کی صورت میں جاری حسابات کھولتے ہیں، جن کی بدولت بنیک کو سرمایہ کاری کے لیے مضاربت سرمایہ کے علاوہ ایک کثیر سرمایہ عوام سے قرض کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام کھاتوں کی میزان کا دس فی صد نقد محفوظ کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ قرض کھاتہ کی پچاس فی صد رقم قرض دینے کے لیے علیٰحدہ کر دی جاتی ہے اور باقی سرمایہ کو شرکت اور مضاربت کے اصول پر حاصل ہونے والے پورے سرمایہ کے ساتھ بنیک مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کرنے، تجارتی حصص خریدنے اور بالمعاوضہ خدمات کے اہتمام پر صرف کرتے ہیں۔ سرمایہ کے اس کاروباری استعمال سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں ان میں سے مضاربت کے اصول پر جمع کرنے والوں کو طے شدہ نسبت کے مطابق حصہ دیا جاتا ہے۔ باقی نفع بنیک کے حصہ داروں

کے درمیان اُن کے لگائے ہوئے سرمایوں کی مقداروں کی نسبت سے تقسیم پاتا ہے۔ بنیک عوام کو اپنی بچتیں محفوظ رکھنے، جاری حساب کی سہولتیں حاصل کرنے اور بچتوں اور سرمایوں کو نفع آور کاروبار میں لگانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ بنیک کے ذریعے کاروباری طبقے کو نفع میں شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل ہوتا ہے اور چھوٹی مدتوں کے لیے قرضے ملتے ہیں۔ اگرچہ یہ پورا کاروبار بنیک قائم کرنے والے شرکار کے لیے ایک نفع آور کاروبار کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس کے ذریعے معاشرے کی اہم خدمات بھی انجام پاتی ہیں۔

زرِ بنک کی نوعیت

نظام بنک کاری کا ایک اہم وظیفہ زرِ بنک یا کریڈٹ کی تخلیق ہے۔ یہ کام بنک کے کاروباری اقدامات کے نتیجے میں انجام پاتا ہے۔ ذیل میں اسی عمل کی وضاحت کی جائے گی۔

جہاں تک دورِ جدید کی اسلامی معیشت میں زر کے نظام کا تعلق ہے اس بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ یہ نظام ریاست کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ریاست ہی سکے اور نوٹ جاری کرنے کا اہتمام کرے گی، البتہ اس کام کے لیے کوئی مخصوص ادارہ قائم کر سکتی ہے۔ کسی دوسرے فرد یا ادارے کو سکے اور نوٹ جاری کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ یہاں اسلامی معیشت کے نظام زر پر تفصیلی بحث نہیں ممکن ہے۔ ہم صرف یہ رائے ظاہر کریں گے کہ یہ نظام دورِ جدید کے معروف نظام زر سے زیادہ مختلف نہ ہوگا۔ ملک کے معاشی حالات سہولتِ کار اور دوسرے مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے دورِ جدید کی اسلامی ریاست زر کی بابت دورِ جدید کے مختلف تجربات کی روشنی میں موزوں ضابطے بنا سکے گی۔

جس معیشت میں بنکوں کا نظام قائم ہو اس میں ریاست کے جاری کردہ زر، یعنی سکّوں اور نوٹ کے علاوہ زر کی ایک اہم قسم زرِ بنک ہے جو بنکوں کے عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ زرِ بنک پیدا ہونے کی بنیاد عوام کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی آمدنیوں کا بیشتر حصّہ، اپنی بچتیں اور اپنے سرمائے بنکوں میں جمع رکھتے ہیں اور کسی متعین عرصہ میں اپنی جمع کردہ رقوم کی صرف ایک چھوٹی سی کسر نقد کی صورت میں بنک سے نکالتے ہیں۔ جب کسی فرد کو کوئی رقم کسی دوسرے فرد کو ادا کرنی ہوتی ہے تو وہ اسے چک کے ذریعے ادا کرتا ہے نہ کہ بنک سے نقد رقم نکال کر، نقد ادائیگیاں صرف روزمرّہ چھوٹے اخراجات میں کی جاتی ہیں۔ بڑی رقوم چک کے ذریعے ادا کی جاتی ہیں۔ چک کسی کھاتہ دار کی جانب سے بنک کو اس بات کی ہدایت پر مشتمل ایک تحریر کا نام ہے کہ اس کے کھاتہ میں سے ایک متعین رقم دوسرے فرد کو ادا کر دی جائے۔ اکثر اوقات یہ دوسرا فرد چک میں مذکور رقم بنک سے نقد کی صورت میں طلب نہیں کرتا بلکہ اس چک کو اپنے کھاتہ میں جمع کر دیتا ہے۔ ادا کرنے والے کے کھاتہ میں مذکور رقم کے بقدر کمی اور جس فرد کو رقم ادا کی گئی ہے اس کے کھاتہ میں اسی قدر اضافہ عمل میں آجاتا ہے اور اس طرح ادائیگی مکمل ہو جاتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اکثر انتقالات زر اسی طور پر عمل میں آتے ہیں۔

جو لوگ چک کے عوض نقد حاصل کر لیتے ہیں یا جو کھاتہ دار نقد رقم نکال کر ادائیگیاں کرتے ہیں، ان کے نکالے ہوئے نقد کا بیشتر حصّہ بالآخر بنکوں میں واپس آجاتا ہے کیونکہ وہ جن افراد کو نقد رقمیں ادا

کرتے ہیں ان میں سے اکثر لوگ یہ رقمیں اپنے جاری حسابات (قرض کھاتہ) میں یا بچت کے کھاتہ (مضاربت کھاتہ) میں جمع کر دیتے ہیں۔

عوام کی اس عادت کی بنا پر کہ وہ اپنے کھاتوں کی مجموعی رقم کا صرف ایک چھوٹا حصّہ نقد کی صورت میں واپس کرتے ہیں، بنکوں کے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پاس جمع رقوم کے بیشتر حصّہ کو استعمال کر سکیں۔ ہمارے مجوزہ نقشے کے مطابق اس استعمال کی دو بڑی شکلیں ہیں۔ قرض دینا یا مضاربت کے اصول پر سرمایہ کسی کاروباری فریق کو دینا۔ جب بنک کھاتہ داروں کی رقموں کو دونوں میں سے کسی طریقے پر استعمال کرتا ہے تو نیا زر وجود میں آتا ہے۔ یہ نیا زر وہ رقم ہے جو قرض لینے والے یا مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے والے فریق کو دی گئی ہے۔ ان رقموں کے اس فریق کو دینے سے کھاتہ داروں کی اپنے کھاتہ کی ملکیت یا ان پر تصرّف کے اختیار میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی، کیونکہ یہ اختیارات بنک اور کھاتہ داروں کے مابین ازروئے معاہدہ طے شدہ ہیں[۱]۔ البتہ جس فریق کو قرض یا مضاربت کے طور پر سرمایہ دیا گیا ہے اسے ایک ایسے سرمایہ پر ملکیت کا حق اور تصرف کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جس پر اسے پہلے یہ حقوق و اختیارات نہیں حاصل تھے۔

---

[۱] یہ بات قرض اور مضاربت دونوں کھاتوں کے بارے میں صحیح ہے۔ مضاربت کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے والے افراد نے ازروئے معاہدہ اپنے کو اس بات کا پابند بنا لیا ہے کہ وہ ایک مقررہ مدت تک اس سرمایہ کو واپس نہیں طلب کریں گے۔ البتہ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ بعض اوقات مدت مکمل ہونے سے پہلے بھی ان کو اپنی رقم واپس مل سکے گی۔

یہی نیا زر ہے۔

جن افراد کو بنک نے قرض یا مضاربت کے طور پر نیا سرمایہ فراہم کیا ہے وہ اس سرمایہ کو مزدوروں اور ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے، خام مال کی قیمتیں ادا کرنے، یا کارخانہ اور دکان کے کرائے ادا کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ خواہ وہ یہ رقمیں نقد ادا کریں یا ان کی ادائیگی چک کے ذریعے کریں اور سرمایہ کو حسب سابق بنک کے کھاتہ میں جمع رکھیں۔ جن افراد کو ادائیگیاں کی جاتی ہیں وہ ان رقوم کا بیشتر حصّہ بنکوں ہی میں جمع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ عوام کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی آمدنیاں بنکوں میں جمع رکھتے ہیں اور اپنے ہاتھ میں صرف روزمرّہ اخراجات کے لیے تھوڑا نقد رکھتے ہیں۔ جو افراد کاروباری طبقے سے حاصل ہونے والی ان آمدنیوں کو جلد خرچ کرنا چاہیں گے وہ انھیں قرض کھاتہ میں جمع کریں گے، اور جو افراد بچت کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں گے وہ اکثر اوقات ان کو مضاربت کھاتہ میں رکھیں گے۔ خلاصہ یہ کہ قرض اور مضاربت کے طور پر بنکوں نے جو نیا سرمایہ کاروباری فریقوں کو فراہم کیا تھا اس کا بڑا حصّہ ان کے تصرفات کے نتیجے میں مختلف ہاتھوں سے گزرتا ہوا بالآخر بنکوں ہی کے مختلف کھاتوں میں واپس آجائے گا[۱]۔ اس کی وجہ عوام کی وہ

---

[۱] بنکوں کے کاروباری افراد کو قرض دینے کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ وہ قرض لینے والے کو قرض لیا ہوا پورا سرمایہ نقد کی صورت میں دینے کی بجائے اس کے کھاتہ میں اس رقم کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ یا اگر وہ کھاتہ دار نہیں تھا تو اس کا کھاتہ کھول کر قرض لی ہوئی رقم اس میں درج کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی اس اندراج کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ قرض لینے والا زیادہ سے زیادہ

(باقی ص۱۱۵ پر)

عادت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اپنی آمدنیوں اور بچتوں کو نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھنے کی بجائے ان کے بیشتر حصہ کو بنکوں میں رکھتے ہیں اور اپنے اخراجات سے متعلق ادائیگیوں کے لیے چک کا ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔

جب بنکوں کے قرض اور مضاربت کھاتہ میں ان نئی رقموں کی آمد کی وجہ سے اضافہ ہوگا تو ان کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ کاروباری طبقہ کو قرض اور مضاربت کے طور پر مزید سرمایہ فراہم کر سکیں۔ یہ ایک مسلسل دراز ہوتا جانے والا سلسلہ ہے۔ البتہ چونکہ بنک اپنے کھاتوں میں جمع کیے جانے والے سرمایہ کا ایک حصّہ نقد کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں، تاکہ عوام جو رقمیں نقد کی صورت میں واپس طلب کریں وہ ادا کی جا سکیں۔ لہٰذا یہ سلسلہ ایک حد پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔ ہر بار بنک کی جانب سے کاروباری طبقہ کو فراہم کیا جانے والا سرمایہ اس کے

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۴) اتنی رقم لے سکتا ہے مگر وہ اس کا فلاں فی صد حصہ ہمیشہ کھاتہ میں رکھےگا۔

اب قرض لینے والا کاروباری فریق حسب ضرورت اپنے کھاتہ میں سے چک کے ذریعے ادائیگیاں کرتا رہتا ہے۔ اس طریقے کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس نئے کھاتہ کا کھلنا ہی نئے زر کی تخلیق کے ہم معنیٰ ہے۔ اصولاً مضاربت کے طور پر دی جانے والی رقموں کے سلسلے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے سمجھانے میں سہولت کی خاطر یہ فرض کیا ہے کہ قرض یا مضاربت کے طور پر سرمایہ لینے والے فریق کو پورا سرمایہ دے دیا جاتا ہے جو اس کے تصرفات کے نتیجے میں رفتہ رفتہ پھر بنکوں میں واپس آجاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہے۔ یعنی بنکوں کا دیا ہوا سرمایہ بنکوں کے اندر ہی رہتا ہے۔

کھاتوں میں آنے والے سرمایہ سے کم ہوتا ہے، اس لیے نئے زر کی تخلیق کا یہ سلسلہ مقدار کے اعتبار سے چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ تاآنکہ بالکل رک جاتا ہے، البتہ اس سلسلے کے اختتام تک زر کی مجموعی رسد میں بہت بڑا اضافہ عمل میں آچکا ہوتا ہے۔ بنک کے کھاتوں میں ابتداءً جتنا سرمایہ جمع تھا اس میں اور اس اضافہ کے درمیان تناسب کا انحصار اس بات پر ہے کہ بنک اپنے کھاتوں کے بالمقابل نقد محفوظ کس نسبت سے رکھنا چاہتے ہیں۔ زرِ بنک کی تخلیق میں کلیدی اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ بنک اپنے کھاتوں میں جمع کیے جانے والے پورے سرمایہ کو نقد کی صورت میں محفوظ نہیں رکھتے بلکہ اس کے بڑے حصّہ کو قرض اور مضاربت کے طور پر کاروباری فریقوں کو فراہم کر دیتے ہیں، اور ان کی فراہم کردہ رقوم کا بیشتر حصّہ پھر ان کے کھاتوں میں واپس آجاتا ہے جس کے نتیجے میں مزید قرض دینا یا مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنا ممکن ہوجاتا ہے۔

کسی ملک میں سکّوں اور کرنسی نوٹ کی شکل میں پائے جانے والے زر کا ایک حصہ عوام کے درمیان گردش کرتا رہتا ہے اور دوسرا حصّہ بنکوں کے خزانوں میں نقد محفوظ کے طور پر رکھا ہوتا ہے۔ بنک اپنے پاس اتنا نقد رکھتے ہیں کہ اپنے کھاتہ داروں کے مطالبات نقد پورے کرسکیں اور ان مطالبات میں کمی بیشی ہونے پر بھی کوئی زحمت نہ محسوس کریں۔ عوام اپنے ہاتھوں میں کچھ نقد اس لیے رکھتے ہیں کہ روزمرہ چھوٹی چھوٹی ادائیگیاں کرسکیں۔ اتفاقی ضروریات کے لیے کچھ نقد محفوظ رکھیں اور کاروباری یا نجی ضروریات پیش آنے پر نقد کی کمی نہ محسوس کریں۔ عوام کی بچتوں سرمایوں اور آمدنیوں کا بیشتر حصہ بنکوں میں جمع ہوتا ہے۔ لیکن یہ ساری

رقمیں بنکوں کے پاس نقد کی صورت میں نہیں موجود ہوتیں۔ عوام کی رقمیں بنکوں کے رجسٹروں میں درج ہوتی ہیں۔ چونکہ بنک اپنے نقد محفوظ کے بھروسے پر کامیابی کے ساتھ اس بات کا اہتمام کرلیتا ہے کہ جو کھاتہ دار جب جتنی رقم نقد کی صورت میں واپس لینا چاہے اسے بلاتاخیر[1] وہ رقم دی جاسکے اس لیے بنکوں کے رجسٹروں کے اندراجات ہی زر کا حکم رکھتے ہیں۔ ملک کے اندر زر کی بھاری مقدار صرف انہی کھاتوں یا اندراجات کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ گویا زر کی مجموعی رسد کا چھوٹا حصّہ تو سکّوں اور کرنسی نوٹ کی شکل میں ہوتا ہے اور بڑا حصّہ کھاتوں یا بنک کے رجسٹر میں اندراجات کی شکل میں ہوتا ہے۔

کھاتوں یا زرِ بنک کی مقدار کا انحصار اس نقد کی مقدار پر ہے جو بنکوں کی تحویل میں ہو۔ چونکہ نقد کی یہ مقدار تبدیل ہوتی رہتی ہے لہٰذا کھاتوں کی مقدار میں کبھی اضافہ ہوتا ہے اور کبھی کمی۔ بنکوں کو مزید نقد حاصل ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ عوام کے ہاتھوں میں جو نقد گردش کر رہا ہے، یا جس نقد کو انھوں نے ذخیرہ کر رکھا ہے.... اس کے ایک حصّہ کو وہ بنکوں میں جمع کر دینے کا فیصلہ کریں، یعنی عوام کی طلبِ نقد میں کمی واقع ہوجائے۔ جب بنکوں کو عوام سے نیا نقد حاصل ہوگا تو ان کے لیے ایسے اقدامات کرنا ممکن ہوجائے گا جن کے نتیجے میں حاصل شدہ نئے نقد کا کئی گنا زرِ بنک پیدا ہوجائے۔ اس کے برعکس جب عوام کی طلب نقد میں

---

[1] مضاربت کھاتہ کے رقوم واپس لینے کے سلسلے میں جن شرائط وقیود کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ان کے دائرے میں رہتے ہوئے۔

اضافہ کے سبب بنکوں کی نقد تحویل میں کمی واقع ہوگی تو وہ ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہوسکتے ہیں جن کے نتیجے میں زر بنک میں اس کمی کی کئی گنا تخفیف عمل میں آجائے۔

بنکوں کو فاضل نقد حاصل ہونے یا نقد کی کمی سے دوچار ہونے کا دوسرا سبب مرکزی بنک کے بعض اقدامات ہوسکتے ہیں جن کا جائزہ اگلے باب میں لیا جائے گا۔ مرکزی بنک کے اعمال و وظائف کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی واضح ہوسکے گی کہ عوام کی طلب نقد میں کمی بیشی سے زر بنک میں توسیع یا تخفیف کے نتائج مرتب ہونے کا انحصار بھی مرکزی بنک کی پالیسی پر ہے۔ اگر مرکزی بنک چاہے تو وہ ایسے اقدامات کرسکتا ہے جو ان نتائج کو نہ مرتب ہونے دیں اور زر کی مجموعی رسد ایک سطح پر قائم رہے۔ جدید معیشت میں زر کی مجموعی رسد کو عوام کی بدلتی ہوئی نفسیاتی کیفیتوں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے پوری طرح مرکزی بنک کے قابو میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چونکہ ہم نے ابھی نظام بنک کاری میں مرکزی بنک کے مقام کا مطالعہ نہیں کیا ہے لہٰذا اس مرحلے پر مرکزی بنک کو نظر انداز کرکے گفتگو کرنا مناسب ہوگا۔ چنانچہ ہم یہ فرض کرتے ہوئے تخلیق زر کا عمل واضح کریں گے کہ عوام سے بنک کو نیا نقد ملنے، یا عوام کے بنک سے کچھ نقد واپس لے لینے کے پورے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

آج کل بنک اپنے کھاتوں کی ایک مقررہ فی صد رقم نقد کی صورت میں محفوظ رکھنے کے علاوہ اپنے کھاتوں کی ایک دوسری فی صد رقم کو عند الطلب قابل واپسی قرض دینے یا ایسے تمسکات (SECURITIES) خریدنے میں صرف کرتے ہیں جن کو ضرورت پڑنے پر بلا تاخیر فروخت کیا جاسکے۔ اس طرح نقد

ریزرو کے پہلو بہ پہلو ایک ثانوی ریزرو ایسے اثاثوں کی صورت میں ہوتا ہے جن کو بلا تاخیر نقد میں تبدیل کیا جاسکے۔ ان اثاثوں ـــــ عند الطلب قابل واپسی قرضے اور اعلیٰ درجے کے تمسکات ـــــ پر انھیں معمولی شرح کے مطابق سود کمانے کا بھی موقع ملتا ہے اور ان کے بھروسے پر وہ عوام کے مطالبات نقد پوری کرنے کی ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔ گزشتہ ابواب میں ہم نے صرف نقد محفوظ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن آئندہ ابواب میں ہم یہ بھی واضح کریں گے کہ ایک غیر سودی معیشت میں ثانوی ریزرو کا کام کن اثاثوں سے لیا جاسکے گا۔[1] چونکہ ابھی ان اثاثوں کی نوعیت نہیں واضح کی جاسکی ہے۔ لہٰذا اس مرحلہ پر ہم یہ فرض کرکے گفتگو کریں گے کہ بنکوں کا نقد محفوظ کھاتہ داروں کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے کافی ہے۔

زر بنک کی تخلیق کا عمل :

غیر سودی نظام بنک کاری میں زر بنک کی تخلیق کا عمل واضح کرنے کے لیے عددی مثالیں دینا مفید رہے گا۔ یہ مثالیں حسب ذیل مفروضات پر مبنی ہیں۔

۱۔ بنک عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے اپنے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کی میزان کا دس فی صد نقد محفوظ کے طور پر اپنے پاس رکھتے ہیں جو ان مطالبات کی تکمیل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

۲۔ بنک سے قرض یا مضاربت کے طور پر جو سرمایہ لیا جاتا ہے وہ بنک ہی کے

---

[1] ملاحظہ ہو۔ چھٹا باب "مرکزی بنک" اور ساتواں باب "نظام بنک کاری اور مالیات عامہ"

قرض اور مضاربت کھاتوں میں جمع کیا جاتا ہے۔

اس مفروضے کی بنیاد اوپر واضح کی جا چکی ہے۔ البتہ صورتِ واقعہ یہ ہے کہ بنکوں کا فراہم کیا ہوا پورا سرمایہ ان کے کھاتوں میں واپس نہیں آتا۔ بلکہ اس کا ایک چھوٹا حصہ عوام کے درمیان نقد کی صورت میں گردش کرنے کے لیے رک جاتا ہے۔ بیشتر سرمایہ بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجاتا ہے۔ ہمارا یہ مفروضہ کہ پورا سرمایہ واپس آجاتا ہے عددی مثالوں کو پیچیدگی سے بچانے کے لیے ہے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ بنکوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا پانچواں حصہ نقد کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں رک جاتا ہے اور صرف اسّی فی صد بنک کے کھاتوں میں واپس آتا ہے تو بھی عددی مثالیں دی جاسکیں گی مگر یہ مثالیں پیچیدہ ہوجائیں گی۔ چونکہ بحث کا نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی رہتا ہے لہٰذا ابتداءً ہم یہ فرض کرکے گفتگو کریں گے کہ عوام کے ہاتھوں میں کچھ نہیں رکتا۔ بلکہ پورا سرمایہ بنکوں کے ہاتھوں میں واپس آجاتا ہے۔ بعد میں ہم اس مفروضہ کو ترک کردیں گے اور یہ واضح کردیں گے کہ اس مفروضہ کو ترک کرنے سے ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۳۔ آغاز میں بنکوں کے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان جو تناسب پایا جاتا ہے وہی تناسب کھاتوں کی مجموعی مقدار میں کمی بیشی ہونے پر بھی برقرار رہتا ہے۔

اوپر ہم نے یہ فرض کیا ہے کہ بنک میں جمع کل سرمایہ کا ساٹھ فی صد قرض کھاتہ میں اور چالیس فیصد مضاربت کھاتہ میں جمع لیا گیا ہے۔[۱] اب ہم یہی فرض کرتے

ہیں کہ جب بھی عوام بنک میں نیا سرمایہ جمع کریں گے اس کا ساٹھ فی صد قرض کھاتہ میں اور چالیس فیصد مضاربت کھاتہ میں آئے گا۔ جب بنک کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کرے گا اور ان فریقوں کے تصرفات کے نتیجے میں اس کے کھاتوں میں مزید اضافے ہوں گے تو وہ اسی تناسب سے قرض اور مضاربت کھاتوں کے درمیان تقسیم ہوں گے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بنک کے کھاتوں سے نکالی جانے والی رقوم بھی۔ اوسطاً دونوں کھاتوں سے اسی تناسب کے مطابق نکالی جائیں گی۔

اس مفروضہ کی معقولیت ظاہر ہے۔ آغاز میں قرض اور مضاربت کھاتوں کے درمیان جو نسبت قائم ہوئی ہے وہ عوام کی بعض عادتوں اور رجحانات کی آئینہ دار ہے۔ اگر ـــ یہ عادتیں اور رجحانات تبدیل نہیں ہوئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کھاتوں کی مقدار کے بڑھنے یا گھٹنے سے یہ تناسب بدل جائے۔ اس طرح کی تبدیلی اگر واقع بھی ہوگی تو عارضی ہوگی اور بہت جلد دونوں کھاتوں کے درمیان وہی تناسب بحال ہوجائے گا جو بچت اور خرچ، نفع طلبی اور حفاظت چاہنے سے متعلق عوام کے

---

[۱] جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے بنک قائم کرنے والے شرکاء نے (باقی صفحہ ۱۲۱ پر ملاحظہ ہو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰) جو سرمایہ فراہم کیا ہے اسے بھی مضاربت کھاتہ میں شامل سمجھا جارہا ہے تاکہ حسابات اور عددی مثالوں میں پیچیدگی نہ پیدا ہو۔ اس سرمایہ کو آئندہ نقشۂ حسابات میں ذمہ داریوں کے خانہ میں درج کرنے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ 'اثاثہ' کے خانہ میں بنک کی عمارت، فرنیچر اور دوسرے پائدار سامانوں کی قیمت بھی شامل کی جائے۔ لیکن سہولت کی خاطر اس مد کو علیحدہ سے ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ پیشِ نظر مباحث کے لیے شرکاء کے سرمایہ اور بنک کے ان مخصوص اثاثوں کا علیحدہ سے ذکر ضروری نہیں ہے۔

رجحانات نے ابتداءً قائم کیا تھا۔

یہ مفروضہ بھی ہماری عددی مثالوں کو پیچیدگی سے بچاتا ہے۔ اگر ہم اسے ترک کر کے یہ فرض کرلیں کہ کاروباری طبقہ جب بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کا استعمال عمل میں لاتا ہے تو اس سرمایہ کا ستر فی صد حصہ قرض کھاتہ میں آتا ہے اور صرف ۳۰ فی صد مضاربت کھاتہ میں آتا ہے تو بھی عددی مثالیں دی جاسکیں گی اور زر کی رسد میں توسیع کا عمل واضح کیا جاسکے گا، مگر مثالیں پیچیدہ ہو جائیں گی۔

۴۔ حسب سابق ہم یہ فرض کر رہے ہیں کہ بینک اپنے قرض کھاتہ میں جمع رقم کا پچاس فی صد قرض دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ نقد محفوظ اور دیے ہوئے قرضوں کے علاوہ باقی سرمایہ مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے، حصص خریدنے اور بالمعاوضہ انجام دی جانے والی خدمات کی تنظیم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ سہولت کے لیے عددی مثالوں میں صرف مضاربت کے طور پر سرمایہ فراہم کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصص کی خریداری یا خدمات کے اہتمام وغیرہ دوسرے نفع بخش کاموں کو اسی میں شامل سمجھنا چاہیے۔

۵۔ کسی ملک میں متعدد بینک ہوتے ہیں۔ ایک بینک قرض یا مضاربت کے طور پر جو سرمایہ فراہم کرتا ہے وہ اسی بینک کے کھاتوں میں نہیں واپس آتا بلکہ اس کے مختلف حصے متعدد بینکوں میں واپس آتے ہیں۔ یہ بات ہر بینک کی جانب سے فراہم کیے جانے والے سرمایہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ایک منفرد بینک کے کھاتوں میں اس کے فراہم کردہ سرمایہ کا کچھ حصہ اور دوسرے بینکوں کے فراہم کردہ

سرمایوں کے کچھ حصے واپس آتے ہیں۔ ہمارا دوسرا مفروضہ یعنی بینک سے قرض اور مضاربت کے طور پر جو سرمایہ حاصل کیا جاتا ہے وہ بالآخر بینک کے کھاتوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ تمام بینکوں کو ایک ساتھ نگاہ میں رکھ کر ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ ہر منفرد بینک کے بارے میں اس کا اطلاق دشوار ہے۔ آئندہ دی جانے والی مثالوں کے بارے میں اس طرح غور کرنا چاہیے گویا کہ پورے ملک میں صرف ایک بینک ہو جس سے تمام افراد اور ادارے لین دین کرتے ہوں، اگرچہ عملاً ہر ملک میں بہت سے بینک ہوتے ہیں۔

مثالیں

سب سے پہلے ہم ایک متعین تاریخ پر ملک کے تمام بینکوں کا مجموعی نقشہ حسابات درج کریں گے۔ اس نقشے کے دائیں کالم میں وہ رقمیں درج ہیں جو عوام نے قرض کھاتہ یا مضاربت کھاتہ میں جمع کی ہیں۔ بینک کے نقطۂ نظر سے یہ ذمہ داریاں (LIABILITIES) ہیں کیونکہ بینک ان کو واپس کرنے کا ذمہ دار ہے۔ بائیں کالم میں یہ بتایا گیا ہے کہ بینک اس سرمایہ کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ نقد محفوظ، دیے ہوئے قرضے، اور مضاربت پر دیے ہوئے سرمائے بینک کا اثاثہ (ASSETS) ہیں۔ ذمہ داریوں اور اثاثوں کی میزان ہمیشہ برابر ہونی چاہیے[1]۔

---

[1] مضاربت کھاتہ میں جو رقمیں جمع کی گئی ہیں ان کو پورا پورا واپس کرنا بینک کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اسی طرح بینک نے مضاربت کے اصول پر جو سرمایہ فراہم کیا ہے اس کے بارے میں اس کا بھی امکان ہے کہ وہ پورا واپس نہ آئے کم ہو کر واپس آئے۔ اگر نقصان کے نتیجے میں

(باقی صـ۱۲۴ پر)

اس نقشے میں زر کی رسد کا وہ حصہ نہیں دکھلایا گیا ہے جو نقد یعنی کرنسی نوٹ اور سکّوں کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مثالوں کی حد تک یہ فرض کر کے گفتگو کی جائے گی کہ زر کی مجموعی رسد اور بنکوں کے کھاتوں کی میزان ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور عوام کے ہاتھوں میں نقد کی صورت میں جو زر ہے اسے نظر انداز کر دیا جائے گا۔ ہماری بحث کے نتائج پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ زر کی مجموعی رسد کا ایک حصّہ ہمیشہ عوام کے ہاتھوں میں نقد کی صورت میں پایا جاتا ہے، البتہ جب عوام کی طلب نقد میں تبدیلی ہوتی ہے، یعنی وہ اپنے پاس پہلے سے زیادہ یا کم زرِ نقد کی صورت میں رکھنا چاہتے ہیں تو اس سے زر کی مجموعی رسد پر کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کو ذیل میں واضح کیا جائے گا۔

آغاز میں بنکوں کے حسابات کا نقشہ

ذمہ داریاں (LIABILITIES)		اثاثے (ASSETS.)		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۰%	۴۰%	۱۰%	۳۰%	۶۰%
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰

یہ نقشہ بتاتا ہے کہ عرصۂ زیرِ غور کے آغاز میں بنکوں کے پاس عوام کا ایک لاکھ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۳) بنک کے "اثاثہ" کے اس حصے میں کمی واقع ہوتی ہے تو اسی قدر کمی اس کی ذمہ داریوں میں بھی واقع ہو جائے گی اور اس طرح اثاثوں اور ذمہ داریوں کی مساوات برقرار رہے گی۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ مضاربت کھاتہ کی (باقی ۱۲۵ پر ملاحظہ ہو)

روپیہ جمع ہے۔ ساٹھ ہزار قرض کھاتہ میں اور چالیس ہزار مضاربت کھاتہ میں۔ بنک نے دس ہزار نقد محفوظ کر رکھا ہے اور تیس ہزار قرض کے طور پر دیا ہے۔ باقی ساٹھ ہزار اس نے مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کیا ہے۔ یہ بنکوں کے حسابات میں توازن کی صورت ہے۔ اب اگر عوام کی جانب سے بنکوں میں مزید نقد جمع کیا جائے گا تو یہ توازن ختم ہو جائے گا اور بنکوں کے کاروباری اقدامات کے نتیجے میں مذکورہ بالا حسابات میں تبدیلی لازم آئے گی۔ فرض کیجیے کہ عوام نے ایک ہزار نقد جمع کیا چھ سو قرض کھاتہ میں اور چار سو مضاربت کھاتہ میں۔ بنک ایک ہزار کی اس نئی ذمہ داری کے بالمقابل اپنے نقد محفوظ میں ایک سو کا اضافہ کر کے اس بات کا اہتمام کر سکتے ہیں کہ جب ان کے نئے کھاتہ دار کچھ نقد واپس طلب کریں تو ان کا مطالبہ پورا کیا جا سکے۔ باقی نو سو نقد سرمایہ کو بنک استعمال کرنا چاہیں گے۔ از روئے ضابطہ انہیں تین سو روپے قرض کے طلبگاروں کو دینے ہیں کیونکہ ان کے قرض کھاتہ میں چھ سو کا اضافہ ہو چکا ہے۔ باقی چھ سو روپے بنک مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کرنا چاہیں گے تاکہ اس کے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۴) رقموں کو مضاربت کے طور پر دینے کے نتیجے میں اگر نقصان ہوگا تو یہ پورا نقصان کھاتہ دار برداشت کریں گے۔ قرض کھاتہ کے جس حصے کو بنک نے مضاربت کے طور پر فراہم کیا ہو اس میں نقصان کی ذمہ داری حصہ داروں یعنی بنک کے شرکا، کے سر ہوگی۔ اسی طرح اگر مضاربت پر سرمایہ دینے سے بنک کو نفع حاصل ہوا ہے تو یہ نفع کھاتہ داروں اور حصہ داروں کا حق قرار پا کر ذمہ داریوں میں شامل ہو جائے گا۔

ذریعے نفع کما سکیں۔ فرض کیجئے کہ مضاربت پر سرمایہ کے طلب گار موجود ہیں اور بنک ان کو چھ سو روپیے فراہم کر دیتا ہے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں حسابات میں جو تبدیلی ہوئی اسے ذیل میں درج کیا گیا ہے۔ اس نقشے کی پہلی سطر یہ بتاتی ہے کہ ایک ہزار کا نیا سرمایہ جمع ہونے کی وجہ سے بنکوں کے کھاتوں اور اثاثوں پر فوری طور پر کیا اثر پڑا۔ اثاثوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فوری طور پر یہ پورا نقد سرمایہ بنکوں کے نقد محفوظ سرمایہ میں شامل ہو گیا تھا۔ دوسری سطر یہ بتاتی ہے کہ جب بنک اپنے فاضل نقد کو استعمال میں لاتے ہیں تو حسابات کا نقشہ کیا ہوتا ہے۔ البتہ اس دوسری سطر میں ذمہ داریوں کا خانہ خالی چھوڑ دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اب ان میں وہ مقداریں نہیں درج کی جا سکتی ہیں جو پہلی سطر میں درج کی گئی ہیں۔

پہلا مرحلہ: بنکوں میں نئے نقد کی آمد:

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۰۶۰۰	۴۰۴۰۰	۱۱۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰
		۱۰۱۰۰	۳۰۳۰۰	۶۰۶۰۰

جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے بنک سے کاروباری طبقہ کو قرض اور مضاربت کے اصول پر نو سو روپیے کے نقد جو نیا سرمایہ ملا ہے وہ بالآخر بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجائے گا۔ ساٹھ فی صد یعنی پانچ سو چالیس روپیے قرض کھاتہ

میں اور چالیس فی صد یعنی تین سو ساٹھ روپیے مضاربت کھاتہ میں۔ کھاتوں میں نو سو کے اس اضافے سے فوری طور پر بنک کی نقد تحویل میں پھر نو سو کا اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن بنک، اپنے نقد محفوظ میں نو سو روپیے کی اس نئی ذمہ داری کے بالمقابل صرف نوے روپیے کا اضافہ کافی سمجھے گا اور باقی آٹھ سو دس روپیوں کو استعمال میں لائے گا۔ چونکہ قرض کھاتہ میں پانچ سو چالیس کا اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا یہ فرض کرتے ہوئے کہ قرض کے طلبگار موجود ہیں، دو سو ستر روپیے قرض کے طور پر دینے ہوں گے۔ باقی پانچ سو چالیس روپیوں کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ کے طلب گاروں کو فراہم کیا جا سکے گا۔ ان اقدامات کا اظہار درجِ ذیل نقشے میں کیا گیا ہے۔

دوسرا مرحلہ: زر کی رسد میں اضافہ:

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۱۱۴۰	۴۰۷۶۰	۱۱۰۰۰	۳۰۳۰۰	۶۰۶۰۰
		۱۰۱۹۰	۲۰۵۷۰	۶۱۱۴۰

حسب سابق پہلی سطر نئے نقد کی آمد کے فوری اثرات کا اور دوسری سطر اس نقد کے استعمال کی کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔

لیکن یہ صورتِ حال بھی عارضی ہے کیونکہ جس عمل کی اوپر وضاحت کی گئی ہے

وہ ابھی جاری رہے گا، اور اس طرح بنکوں کے کھاتوں میں اضافہ یعنی نئے زر کے وجود میں آنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ بالآخر ایک مرحلہ وہ آئے گا جب بنک کے کھاتوں میں ہونے والے مجموعی اضافہ کی مقدار دس ہزار ہوگی۔ جس کے بالمقابل بنک اپنے نقد محفوظ میں ایک ہزار کا اضافہ کر چکا ہوگا اس عمل کے آغاز میں بنکوں کو عوام سے جو نیا نقد ملا تھا وہ پورا پورا نقد محفوظ میں شامل ہو چکا ہوگا اور اب زر کی رسد میں مزید توسیع کا سلسلہ رک جائے گا۔ آخر میں بنکوں کے حسابات کا مجموعی نقشہ حسب ذیل ہوگا۔

آخری مرحلہ: زر کی رسد میں اضافہ کے ساتھ توازن:

	ذمہ داریاں		اثاثے	
	قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
	۶۶۰۰۰	۴۴۰۰۰	۱۱۰۰۰	۳۳۰۰۰	۶۶۰۰۰
اضافے	(۶۰۰۰	۴۰۰۰	۱۰۰۰	۳۰۰۰	۶۰۰۰)

قوسین کے درمیان درج دوسری سطر میں یہ بتایا گیا ہے کہ آغاز کے مقابلے میں اب زر کی رسد مختلف کھاتوں اور مختلف اثاثوں میں کیا اضافے ہو چکے ہیں بنکوں کے حسابات اب متوازن ہیں اب ان کے پاس فاضل نقد نہیں ہے جس کے استعمال سے مزید زر کی تخلیق عمل میں آسکے۔ آغاز کے نقشے کو اس آخری نقشے میں تبدیل کرنے میں بنکوں کا کاروبار جن تدریجی مراحل سے گذرا ہے ان میں سے دو مرحلوں کا جائزہ

اوپر دیئے ہوئے نقشوں میں لیا جا چکا ہے۔ ذیل میں متعدد مراحل تک اس عمل کے نتیجے میں زر کی رسد میں ہونے والے اضافوں کو درج کیا جا رہا ہے۔

زر کی رسد میں اضافہ کی مرحلہ وار تفصیل:

مرحلہ	بنک کے کھاتوں میں اضافہ	نقد محفوظ میں اضافہ	قرض و مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں اضافہ
نئے سرمایہ کی آمد (پہلا مرحلہ)	۱۰۰۰	۱۰۰	۹۰۰
دوسرا مرحلہ	۹۰۰	۹۰	۸۱۰
تیسرا مرحلہ	۸۱۰	۸۱	۷۲۹
چوتھا مرحلہ	۷۲۹	۷۳	۶۵۶
پانچواں مرحلہ	۶۵۶	۶۶	۵۹۰
چھٹا مرحلہ	۵۹۰	۵۹	۵۳۱
ساتواں مرحلہ	۵۳۱	۵۳	۴۷۸
آٹھواں مرحلہ	۴۷۸	۴۸	۴۳۰
نواں مرحلہ	۴۳۰	۴۳	۳۸۷
دسواں مرحلہ	۳۸۷	۳۹	۳۴۸
وغیرہ	.	.	.
وغیرہ	.	.	.
جملہ مراحل کی میزان	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰	۹۰۰۰

مذکورہ بالا نقشے کی ہر سطر یہ بتاتی ہے کہ کھاتوں میں اضافے کے نتیجے میں بنک نئے سرمایہ کا دسواں حصہ نقد محفوظ میں شامل کر کے باقی نو حصوں کو استعمال میں لاتا ہے۔ ایک مرحلہ میں جو سرمایہ بنک کے استعمال کے نتیجے میں کاروباری فریقوں کو ملتا ہے۔ اگلے مرحلے میں وہی سرمایہ بنک کے کھاتوں میں اضافہ کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس طرح کھاتوں، نقد محفوظ اور قرض و مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کھاتوں کے کالم کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیا اضافہ پچھلے اضافہ سے چھوٹا اور اس کا $\frac{9}{10}$ ہے۔ اضافوں کی مقدار چھوٹی ہوتی جاتی ہے۔ پہلے مرحلے میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا تھا مگر دسویں مرحلے میں صرف تین سو ستاسی ۳۸۷ کا اضافہ ہوتا ہے۔ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا جب اضافہ کی مقدار تقریباً صفر ہو۔ دس مرحلوں میں کھاتوں میں ہونے والے اضافوں کی مجموعی مقدار ساڑھے چھ ہزار ہے لیکن تمام مراحل کی تکمیل پر یہ میزان دس ہزار ہو جائے گی[1]۔

نقد محفوظ کا کالم خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ بینک کا دستور یہ ہے کہ جب بھی اس کی ذمہ داریوں (یعنی کھاتوں) میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ اس کے بالمقابل دس فیصد نقد محفوظ کر لیتا ہے۔ اسی لئے اس کالم کی ہر مقدار پہلے کالم کی مقدار کی $\frac{9}{10}$ ہے۔ چونکہ اس کالم میں بھی ہر حلے پر درج مقدار پچھلے مرحلہ کی مقدار کی $\frac{9}{10}$ ہے لہذا نقد

---

[1] حساب کے ایک معروف قاعدے کے مطابق مندرجہ ذیل لامتناہی سلسلۂ اعداد کی میزان دس ہوتی ہے۔ $1 + \frac{9}{10} + (\frac{9}{10})^2 + (\frac{9}{10})^3 + \ldots\ldots$

محفوظ میں ہونے والا اضافہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور ایک مرحلہ ایسا آئے گا جب صفر کے قریب ہو جائے گا۔ اس کالم میں دس مرحلوں کی میزان ساڑھے چھ سو اور جملہ مراحل کی میزان ایک ہزار ہے۔

آخری کالم یہ بتاتا ہے کہ بنک کے کھاتوں میں نئے سرمایہ کی آمد کے سبب بنک کی طرف سے فراہم کئے جانے والے قرض و مضاربت سرمایہ میں کس رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ کی مقدار ہر مرحلے میں پچھلے مرحلے سے کم ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ مقدار صفر کے قریب ہو جائے گی۔ اس وقت تک ان اضافوں کی میزان نو ہزار ہو چکی ہو گی۔ یہ وہی مرحلہ ہے جس میں بنک کے کھاتوں اور نقد محفوظ میں ہونے والے اضافہ کی مقدار بھی صفر کے قریب ہو گی۔ اس مرحلہ پر زر کی رسد میں توسیع کا عمل رک جاتا ہے کیونکہ اس عمل کا انحصار کھاتوں میں سرمایہ کی آمد پر تھا بالفاظِ دیگر آخری کالم یہ بتاتا ہے کہ بنک اپنے فاضل نقد کو کس طرح استعمال کرتے ہیں اور جب ان کے پاس فاضل نقد نہ ہو گا تو یہ استعمال بھی بند ہو جائے گا۔

جملہ مراحل کی تکمیل پر مختلف کالموں کی میزانوں کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ بنکوں کو عوام سے ایک ہزار کے بقدر جو نیا نقد ملا تھا وہ پورا بنکوں کے نقد محفوظ میں شامل کیا جا چکا ہے، مگر اس کی وجہ سے زر کی رسد میں نو ہزار کا اضافہ بھی عمل میں آ چکا ہے۔ یہ نو ہزار روپے بنک کے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ میں مختلف کھاتہ داروں کے نام سے جمع ہیں اور یہ کھاتہ دار اس زر پر مالکانہ تصرفات کر سکتے ہیں لیکن یہ زر اپنا وجود صرف بنک کے رجسٹروں میں اندراجات کی صورت میں رکھتا ہے بسکول اللہ

کرنسی نوٹ کی صورت میں نہیں موجود ہے۔ یہی زرِ بنک ہے۔ یہ نیا زر ہے جو عرصۂ زیرِ غور کے آغاز میں نہیں موجود تھا۔ اب بنک کے کاروبار کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ بنک کے لیے یہ نیا کاروبار اس لیے ممکن ہوا کہ اسے نیا نقد حاصل ہوا اور کاروباری طبقے میں سرمایہ کی طلب موجود تھی۔

عرصۂ زیرِ غور کے آغاز میں زر کی مجموعی رسد ایک لاکھ تھی مگر اب ایک لاکھ دس ہزار ہے۔ اس دس ہزار کے اضافے میں سے ایک ہزار کی رقم وہ ہے جو عوام نے بنکوں میں نقد جمع کی تھی اور نو ہزار وہ نیا زر ہے جو بنکوں کے کاروبار سے پیدا ہوا ہے۔ یہ نیا زر بنک کے کھاتوں کی صورت میں ہے۔ بنک کے کھاتے زر ہیں کیونکہ ہر کھاتہ دار اپنے کھاتہ سے رقمیں نکال سکتا ہے جو بنک اسے کرنسی نوٹ اور سکّوں کی شکل میں ادا کرے گا یا چک کے ذریعے رقمیں دوسروں کی طرف منتقل کرسکتا ہے جس کی بنک تعمیل کرے گا[۵]۔ ہر نیا کھاتہ نیا زر ہے۔ بنکوں کے کھاتوں میں دس ہزار کا اضافہ زر کی رسد میں دس ہزار کا اضافہ ہے۔

---

۵ مضاربت کھاتہ سے رقمیں چک کے ذریعے نہیں منتقل کی جاسکیں گی، اور ان میں سے رقم واپس لینے کے لیے پیشگی اطلاع ضروری ہوگی۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر ایک طریقہ یہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ زر صرف قرض کھاتہ کو قرار دیا جائے۔ ایسی صورت میں مذکورہ بالا مثالوں میں زر کی رسد میں توسیع کا جو عمل واضح کیا گیا ہے اس کی نوعیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ ہم یہ کہیں گے کہ زر کی مجموعی رسد ساٹھ ہزار سے بڑھ کر چھیاسٹھ ہزار ہوگئی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چونکہ بنک اپنے کاروبار کو اس طرح منظم
(باقی صفحہ ۱۳۳ پر)

اب یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ جب بنکوں کو نیا نقد حاصل ہوتا ہے تو زرِ بنک کی تخلیق اور کریڈٹ کی توسیع کا عمل کیوں کر انجام پاتا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ بنکوں کا مقصد نفع کمانا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے پاس اتنا ہی نقد محفوظ رکھیں گے جتنا عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے ضروری ہو۔ باقی نقد کو وہ استعمال کریں گے۔ کاروباری طبقے کو مزید سرمایہ کی فراہمی، اور عادات بنک کاری کے مطابق اس سرمایہ کی بنک کے کھاتوں میں واپسی کے نتیجے میں مرحلہ وار وہ عمل رونما ہوگا جس کا مطالعہ ہم نے اوپر کیا ہے۔

مناسب ہوگا کہ اب ہم یہ دیکھیں کہ جو باتیں مثال کو سادہ رکھنے کی خاطر فرض کی گئی تھیں۔ اگر ان کو بدل دیا جائے تو مفروضات کی تبدیلی سے ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں۔

ہمارا پہلا مفروضہ یہ تھا کہ نقد محفوظ اور کھاتوں کے درمیان ایک اور دس کی نسبت ہے۔ اگر ہم ایک اور پانچ یا ایک اور بیس کی نسبت فرض کرلیں تو ہماری مثال کے مختلف کالموں میں درج مقداریں ضرور بدل جائیں گی لیکن اس عمل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲) کریں گے کہ مضاربت کھاتہ سے رقمیں واپس طلب کرنے والوں کو زیادہ تاخیر کے بغیر رقم واپس دی جاسکے لہٰذا قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان فرق کو نظرانداز کردیا جائے۔ سمجھانے میں سہولت کی خاطر ہم نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگرچہ نظریاتی صحت کے اعتبار سے یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ صرف قرض کھاتہ کو زر قرار دیا جائے۔

کی نوعیت اور نتائج میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی جس کی وضاحت کے لیے مثالیں دی گئی ہیں۔ اگر نقد محفوظ کھاتوں کی میزان کا صرف پانچ فی صد ہو تو بنکوں کو ایک ہزار نیا نقد ملنے کے نتیجے میں زر کی رسد میں بیس ہزار کا اضافہ ہوگا اور نقد محفوظ کھاتوں کی میزان کا بیس فی صد ہے۔ تو زر کی رسد میں صرف پانچ ہزار کا اضافہ ہوگا لیکن یہ نتیجہ اپنی جگہ قائم رہے گا کہ نیا زر وجود میں آئے گا اور زر کی رسد بڑھے گی۔

یہاں یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ اگر قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے لیے نقد محفوظ کی علیحدہ علیحدہ نسبتیں فرض کی جائیں تو بھی ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ فرض کیجئے کہ قرض کھاتہ کے بالمقابل دس فی صد نقد محفوظ کیا جاتا ہے مگر مضاربت کھاتہ کے بالمقابل صرف پانچ فی صد ریزرو رکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آغاز میں بنک کا نقد محفوظ صرف آٹھ ہزار ہوگا اور مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ باسٹھ ہزار ہوگا۔ ایک ہزار نئے سرمایہ کی آمد کے نتیجے میں زر کی رسد میں بارہ ہزار پانچ سو کا اضافہ ہو جائے گا۔ مقدار کی اس تبدیلی کے علاوہ زر بنک کی تخلیق اور زر کی رسد میں اضافہ کے عمل کی نوعیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دوسرا مفروضہ یہ تھا کہ بنک کاروباری طبقے کو جو سرمایہ قرض یا مضاربت کے طور پر فراہم کرتا ہے وہ پورا سرمایہ بالآخر بنک کے کھاتوں میں واپس آ جاتا ہے۔ اب اس مفروضہ کو ترک کر کے یہ فرض کیجئے کہ فراہم کردہ سرمایہ کا نواں حصہ عوام کے ہاتھوں میں رک جاتا ہے اور صرف ۸/۹ حصہ بنک کے کھاتوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ اب مرحلہ وار اضافوں کے مذکورہ بالا نقشہ میں کھاتوں کی میزان کے اندر ہونے والا ہر اضافہ سابقہ اضافہ کا صرف ۸/۹ ہوگا اور زر کی رسد میں ہونے والا مجموعی اضافہ صرف پانچ ہزار ہوگا۔ بنک کے نقد محفوظ میں صرف پانچ سو کا اضافہ ہوگا اور

ایک ہزار کا جو نیا سرمایہ ابتداءً بنک میں جمع کیا گیا تھا اس میں سے پانچ سو عوام کے ہاتھوں میں رک جائے گا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل کے نقشے میں کی گئی ہے۔ جس میں نئے مفروضے کے تحت چند مراحل تک حسابات کی تفصیل درج کی گئی ہے۔

مرحلہ	کھاتوں میں اضافہ	نقد محفوظ میں اضافہ	قرض و مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں اضافہ	عوام کے پاس نقد میں اضافہ
پہلا مرحلہ: نئے سرمایہ کی آمد	۱۰۰۰	۱۰۰	۹۰۰	—
دوسرا مرحلہ	۸۰۰	۸۰	۷۲۰	۱۰۰
تیسرا مرحلہ	۶۴۰	۶۴	۵۷۶	۸۰
چوتھا مرحلہ	۵۱۲	۵۱	۴۶۱	۶۴
پانچواں مرحلہ	۴۱۰	۴۱	۳۶۹	۵۱
وغیرہ	.	.	.	.
وغیرہ	.	.	.	.
جملہ مراحل کی میزان	۵۰۰۰	۵۰۰	۴۰۰۰	۵۰۰

مندرجہ بالا نقشہ پر غور کر کے اس بات پر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے کہ زر کی رسد میں توسیع کا عمل اس مفروضے پر منحصر نہیں ہے کہ بنکوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا کوئی حصہ عوام کے ہاتھوں میں نہ رکے بلکہ بالآخر یہ پورا سرمایہ بنکوں کے کھاتوں

میں جمع کر دیا جائے۔ یہ بات کافی ہے کہ دیئے ہوئے سرمایہ کا ایک حصہ بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجائے۔ عادات بنک کاری اور جدید معاشرے کے تجربے کی روشنی میں حقیقت پسندانہ مفروضہ یہی ہے کہ بنکوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا بہت بڑا حصہ بالآخر بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجاتا ہے۔ اس سرمایہ کے ایک حصہ کے نقد کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں رک جانے کا اثر اس تناسب پر پڑتا ہے جو ابتداءً آنے والے نئے سرمایہ اور زر کی رسد میں مجموعی اضافے کے درمیان پایا جاتا ہے۔ نئے سرمایہ کی آمد سے زر کی رسد میں توسیع کا عمل اس کے باوجود جاری رہتا ہے۔

ہمارے تیسرے اور چوتھے مفروضے کا زیر غور عمل سے کوئی راست تعلق نہیں ہے کیونکہ اس عمل کا انحصار کھاتوں کی میزان میں تبدیلی پر ہے نہ کہ قرض اور مضاربت کھاتوں کے باہمی تناسب پر۔ اگر دونوں کھاتوں کے بالمقابل رکھے جانے والے ریزرو کی نسبتیں مختلف ہوں اور درمیانی مراحل میں ان کھاتوں کا باہمی تناسب بدل جائے تو مثالوں میں درج مقداریں بہت تبدیل ہو جائیں گی مگر اس تبدیلی کے باوجود زر کی رسد میں اضافے کا عمل برقرار رہے گا اور اس طور پر انجام پائے گا جس طرح اوپر واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر قرض کھاتے کے نصف کی بجائے اس کا ایک تہائی سرمایہ قرض کے طور پر دیا جاتا ہو تو اس کا اثر صرف یہ ہوگا کہ مضاربت کے طور پر زیادہ سرمایہ فراہم کیا جائے گا۔ زر کی رسد میں توسیع اور زر بنک کی تخلیق کے عمل پر اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔

اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ مجوزہ غیر سودی نظام بنک کاری میں بھی زر بنک کی تخلیق ٹھیک اسی طرح اور انہی اسباب و عوامل کی بنا پر عمل میں آئے گی

جس طرح اور جن عوامل کی بنا پر معاصر سودی نظام بنک کاری میں عمل میں آتی ہے عوام کی یہ عادت کہ وہ اپنی رقمیں زیادہ تر بنکوں میں جمع رکھتے ہیں اور روز مرہ اپنے کھاتوں کی صرف ایک چھوٹی سی کسر کا نقد کی صورت میں مطالبہ کرتے ہیں (کیونکہ زیادہ تر انتقالات زر چیک کے ذریعے عمل میں لائے جاتے ہیں۔) نیز بنکوں کا یہ دستور کہ وہ اپنے کھاتوں میں جمع کل سرمایہ کی ایک چھوٹی سی کسر عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے ریزرو رکھ کر باقی سرمایہ کو استعمال میں لاتے ہیں، جس طرح مروجہ سودی نظام میں بنک کاری اور تخلیق زر کی اساس ہے اسی طرح غیر سودی نظام میں بھی ہوگی۔ تخلیق زر کے عمل پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بنک کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کر کے ان سے سود کے طالب ہوتے ہیں یا نفع میں حصے کے، یا اپنے کھاتہ داروں کو ان کے جمع کردہ سرمایہ پر سود دیتے ہیں یا عملاً حاصل ہونے والے نفع کا ایک حصہ۔

یہ ہماری بحث کا ایک اہم نتیجہ ہے۔ اگرچہ یہ ایک سادہ حقیقت پر مبنی آسانی سے سمجھی جا سکنے والی بات ہے لیکن اس کا اچھی طرح سمجھ لینا ان لوگوں کے لیے بہت ضروری ہے جو اس شک میں مبتلا ہیں کہ اگر سود حرام کر دیا گیا تو نظام بنک کاری قائم نہ رہ سکے گا، کریڈٹ کی توسیع رک جائے گی اور معاشی نظام غیر معمولی تنگی اور جکڑ بند کا شکار ہو جائے گا۔

زر بنک کی منسوخی اور زر کی رسد میں تخفیف:

جس طرح بنکوں کو نیا نقد حاصل ہونے پر ان کے کاروبار میں توسیع عمل میں

آتی ہے اور اس کے نتیجے میں نیا زر پیدا ہوتا ہے اسی طرح اگر بنک کے کھاتہ دار اپنے کھاتوں میں سے کچھ سرمایہ نکالیں اور عوام کی بڑھی ہوئی طلب نقد کی وجہ سے یہ نکالا ہوا نقد عوام ہی کے پاس رک جائے، بنکوں کے کھاتوں میں واپس نہ آئے، تو بنکوں کا کاروبار سکڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں زر چیک کی ایک مقدار معدوم ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ یہ واضح کیا جائے گا کہ بنکوں کی نقد تحویل میں کمی کے سبب زر بنک کی منسوخی اور زر کی مجموعی رسد میں کمی کا عمل کیوں کر انجام پاتا ہے۔

نقد محفوظ اور کھاتوں کی میزان کے درمیان بدستور ایک اور دس کی نسبت فرض کی جائے گی۔ ہمارا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ جب بھی بنک کاروباری فریقوں کو دیا ہوا قرض یا مضاربت سرمایہ واپس لیتا ہے تو اس کے سبب بالآخر اس کے کھاتوں سے بھی اسی کے برابر سرمایہ نکال لیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب کاروباری فریق اپنا کاروبار بند کریں گے۔ یا اسے پہلے کی بہ نسبت محدود کر دیں گے تو اس کا اثر آمدنیوں میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ جن لوگوں (مزدوروں، ملازمین، مالکان، مکان و دکان وغیرہ) کی آمدنیاں کم ہوں گی یا ختم ہو جائیں گی وہ اس کمی کی تلافی کے لیے بنکوں میں جمع رقوم نکالنے پر مجبور ہوں گے۔ خود کاروباری فریقوں کے جاری حسابات یعنی قرض کھاتوں میں کمی لازم آئے گی۔ یہ بات کہ بنکوں کے کھاتوں میں واقع ہونے والی کمی ان کے واپس طلب کردہ سرمایہ کے مساوی ہوگی صرف اس لیے فرض کی گئی ہے کہ عددی مثال پیچیدہ نہ ہو۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ کھاتوں میں کمی کی مقدار واپس لیے ہوئے سرمایہ کی مقدار سے کم ہوگی لیکن

ہمارے مفروضہ کا ہماری بحث کے نتیجے، یعنی زر کی رسد میں تخفیف کے عمل کی نوعیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے، ہم یہ بھی فرض کر رہے ہیں کہ قرض اور مضاربت کھاتوں کے درمیان جو تناسب عرصہ زیر غور کے آغاز میں پایا جاتا ہے وہی تناسب کھاتوں کی مجموعی مقدار میں کمی کے باوجود بھی قائم رہے گا۔ ظاہر ہے کہ جب بنک کاروباری فریقوں سے سرمایہ لیں گے اور اس کی وجہ سے کارخانے بند ہوں گے یا کاروبار کا دائرہ محدود ہوگا تو بہت سے افراد کی آمدنیاں متاثر ہوں گی اور وہ اپنی بچتیں خرچ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اسی طرح بہت سے افراد اپنے جاری حسابات سے رقمیں نکال کر خرچ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اس طرح سرمایہ کی واپسی کا اثر دونوں کھاتوں پر پڑے گا۔ سہولت کی خاطر ہم یہ فرض کر رہے ہیں کہ کھاتوں میں مجموعی کمی کا اثر ساٹھ فی صدی قرض کھاتہ اور چالیس فی صد مضاربت کھاتہ پر پڑے گا۔ مثالیں دینے کے بعد اس مفروضے کو ترک کر دیا جائے گا کیوں کہ کھاتوں کے باہمی تناسب میں تبدیلی کا ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فرض کیجئے کہ بنک کے قرض اور مضاربت کھاتوں سے ایک ہزار روپے نکالے گئے۔ بنک نے یہ رقم نقد ادا کی اور عوام کی بڑھی ہوئی طلب نقد کی وجہ سے یہ نقد پھر بنک میں واپس نہ آسکا۔ بنک کے نقد محفوظ میں ایک ہزار کی کمی واقع ہوئی۔ اور اس کے کھاتوں کی میزان میں بھی ایک ہزار کی کمی واقع ہوئی۔ کھاتوں میں ایک ہزار کی کمی کے پیش نظر بنک اپنے نقد محفوظ میں ایک سو کی کمی کرنا چاہے گا۔ مگر اس کے نقد میں ایک ہزار کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ نو سو روپے کی اس غیر ارادی کمی کو پورا کرنے کے لیے بنک کو ایسے اقدامات کرنے ہوں گے جن کے

نتیجے میں اسے نیا نقد حاصل ہو۔ وہ مجبور ہوگا کہ قرض اور مضاربت کے طور پر دیا ہوا سرمایہ واپس لے (یا حصص فروخت کرے) چونکہ اس کے قرض کھاتہ میں چھ سو کی کمی واقع ہوئی ہے لہٰذا وہ دیئے ہوئے قرضے صرف تین سو کے بقدر واپس طلب کرسکتا ہے۔ باقی چھ سو روپے اسے مضاربت سرمایہ کی واپسی (یا حصص کی فروخت) سے حاصل کرنے ہوں گے۔ سرمایہ واپس طلب کرنے کا جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے۔ یہ سرمایہ کاروباری طبقے ہی سے واپس لیا جائے گا۔

جب کاروباری طبقہ بنک کو نو سو روپے واپس دے گا تو بنک کے کھاتوں میں سے مزید نو سو روپے نکالے جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں بنک کے نقد محفوظ میں پھر آٹھ سو دس روپیوں کی غیر ارادی کمی واقع ہو جائے گی جس کی تلافی کے لیے وہ پھر آٹھ سو دس روپے کے بقدر سرمایہ کاروباری طبقہ سے واپس حاصل کرے گا بنک کی جانب سے سرمایہ واپس لینے اور اس واپسی کے لیے اس کے کھاتوں میں سے سرمایہ نکالے جانے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ ہر مرحلہ پر کھاتوں کی میزان میں ہونے والی کمی پچھلے مرحلہ میں کمی کا ۹/۱۰ ہوگی۔ مقدار کے اعتبار سے کھاتوں میں کمی کا یہ سلسلہ چھوٹا ہوتا جائے گا تا آنکہ یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اس سلسلے کے اختتام پر بنک کے کھاتوں میں مجموعی طور پر دس ہزار کی کمی واقع ہو چکی ہوگی۔ اس کا موجودہ نقد جو عوام کو ایک ہزار روپے نقد ادا کرنے کے بعد صرف نو ہزار رہ گیا ہے۔ کھاتوں کی موجودہ میزان یعنی نوے ہزار کے بالمقابل ریزرو کی حیثیت سے کافی ہوگا۔ بنک کے حسابات میں ایک بار پھر توازن قائم ہو جائے گا۔ ذیل کے نقشہ میں عرصہ زیر غور کے آغاز اور انجام میں بنکوں کے

مجموعی حسابات درج کئے گئے ہیں۔

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰
۵۴۰۰۰	۳۶۰۰۰	۹۰۰۰	۲۷۰۰۰	۵۴۰۰۰

طوالت سے بچنے کے لیے درمیانی مراحل کی تفصیلات نہیں درج کی جا رہی ہیں۔ مذکورہ بالا وضاحت کی روشنی میں مرحلہ وار کمی کی عددی تفصیلات باسانی مرتب کی جاسکتی ہیں۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ عمل اسی طرح، البتہ اس کے برعکس سمت میں، انجام پاتا ہے جس طرح کھاتوں کی مقدار میں مرحلہ وار اضافوں کا عمل۔ اس عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے نقد کو مطلوبہ مقدار سے کم پاکر بنک اس کمی کی تلافی کے لیے سرمایہ واپس طلب کرتا ہے۔ چونکہ سرمایہ کی واپسی کھاتوں میں مزید کمی کا سبب بنتی ہے اس لیے عملاً بنک کو اس اقدام کے نتیجے میں نیا نقد تو حاصل نہیں ہوتا مگر اس کے کھاتوں میں اتنی کمی واقع ہو جاتی ہے کہ اس کا موجودہ نقد کھاتوں کی نئی میزان کا دسواں حصہ بن جاتا ہے۔

مذکورہ بالا مثال میں بنک کے کھاتوں میں دس ہزار کی جو کمی واقع ہوئی ہے اس میں سے ایک ہزار وہ رقم ہے جو نقد کی صورت میں بنک کے خزانے سے عوام کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی ہے۔ باقی نو ہزار کی کمی کھاتوں کے معدوم ہونے کا نتیجہ ہے۔ یہ کھاتے اس لیے معدوم ہو گئے کہ بنک نے پہلے کے بالمقابل کاروباری طبقہ سے

اس سے مختلف نسبتیں فرض کی جا سکتی ہیں جو ہم نے مثال دینے کے لیے فرض کی ہیں، اس کے باوجود ہماری بحث اسی نتیجے تک پہنچے گی۔

اب یہ واضح ہو گیا ہے کہ بنکوں کے کاروبار میں اضافہ یا کمی کے نتیجے میں کس طرح نیا زر پیدا یا معدوم ہوتا ہے۔ یہ حقیقت بھی سامنے آ چکی ہے کہ بنکوں کے کاروبار میں توسیع یا تخفیف کا انحصار بڑی حد تک ان کی نقد تحویل میں اضافہ یا کمی پر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بنکوں کی نقد تحویل میں کمی بیشی کا انحصار عوام کی طلب نقد میں اضافہ یا کمی اور مرکزی بنک کی پالیسی پر ہے لہٰذا زر بنک کی تخلیق اور منسوخی صرف بنکوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ کریڈٹ کی توسیع میں بنک کس حد تک ایک فعّال کردار ادا کر سکتے ہیں تو اس پر بحث اس ابتدائی مطالعہ میں مناسب نہیں۔ اتنا اشارہ کافی ہے کہ مرکزی بنک کی عائد کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے عام بنک زر بنک کی تخلیق اور کریڈٹ کی توسیع کے باب میں ایک فعّال کردار ادا کر سکتے ہیں۔ فعال کردار کی گنجائش اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ عام طور پر بنک اپنے پاس اس سے زیادہ نقد رکھتے ہیں جتنا انھیں از روئے ضابطہ رکھنا چاہیے۔ مزید برآں ثانوی ریزرو کے طور پر ایسے اثاثوں کی موجودگی جن کو فوری طور پر نقد میں تبدیل کرنا ممکن ہو اس بات کا موقع فراہم کرتی ہے کہ منفرد بنکوں کے کاروبار پر ان کے نقد میں ہر کمی یا اضافہ کے پورے اثرات نہ مرتب ہوں۔ اگر نقد میں کمی کے باوجود بنکوں کے پاس ضابطہ کے مطابق نقد محفوظ موجود ہو تو وہ کاروباری طبقے سے سرمایہ واپس لینے اور اسی طرح زر کی رسد میں تخفیف کا عمل شروع کرنے پر مجبور نہ ہوں گے اسی طرح بنک، زر کی رسد میں توسیع نہ عمل میں لانا چاہیں تو وہ

نئے نقد کی آمد کو اپنی تحویل میں اضافہ کے لیے استعمال کر سکیں گے

بنکوں کا نفع یا نقصان اور تخلیقِ زر کا عمل:

بنکوں کو نیا نقد حاصل ہونے پر کریڈٹ میں توسیع یا ان کے نقد میں کمی واقع ہونے پر کریڈٹ میں تخفیف کے جس عمل کی وضاحت اوپر کی گئی ہے اس میں اس بات سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کہ بنکوں کو کاروبار بنک کاری سے بحیثیت مجموعی نفع حاصل ہو رہا ہے۔ مجوزہ نظام میں بنکوں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کیے ہوئے سرمایہ کے ذریعے نفع اس صورت میں حاصل ہوگا جب کاروباری طبقے کو اپنے سرمایہ کاری کے نتیجے میں نفع حاصل ہو رہا ہو۔ ایسی صورت میں نفع کے سبب، کاروباری طبقے کی جانب سے سرمایہ کی طلب موجود ہوگی۔ اگر بنکوں کو نیا نقد ملتا ہے تو سرمایہ کی طلب کے سبب ان کے کاروبار میں وسعت پیدا ہوگی اور زر کی رسد میں اضافہ ہوگا۔ کیونکہ ایسی صورت میں جب کہ معیشت میں بڑھتی ہوئی سرمایہ کاری کے نتیجہ میں پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہو تو مرکزی بنک کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ نقد کی رسد میں اضافہ کرے تاکہ زر کی رسد میں بھی اشیاء کی رسد میں اضافہ کے ساتھ متناسب اضافہ ہوتا رہے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو اشیاء اور خدمات کی قیمتیں گرنے لگیں گی۔ اگر قیمتوں میں کمی کا رجحان زیادہ عرصہ قائم رہا تو کاروباری طبقہ کے منافع کم ہونے لگیں گے، کاروباری سرگرمیوں کی ہمت شکنی ہوگی اور بالآخر روزگار پیداوار اور آمدنی کی سطحیں بھی گرنے لگیں گی۔ اگر بنکوں کو نفع ہو رہا ہو لیکن مرکزی بنک کے بعض اقدامات یا عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب بنکوں کے نقد میں

کمی واقع ہوتی ہے تو سرمایہ کی طلب کے باوجود اپنے کاروبار کو مزید وسعت نہ دے سکیں گے بلکہ کاروباری طبقے سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور ہوں گے اور زر کی رسد میں تخفیف لازم آئے گی۔ اگر تخفیف کا یہ عمل زیادہ عرصہ جاری رہا تو کاروبار کا دائرہ محدود ہوگا۔ بے روزگاری نمودار ہوگی، آمدنیاں کم ہوں گی، طلب موثر میں کمی واقع ہوگی اور کاروباری طبقہ کو کاروبار میں خسارہ سے دوچار ہونا پڑے گا جس کے نتیجہ میں بنکوں کو بھی خسارہ ہوگا۔ بنکوں کے کاروبار کی نفع آوری کے لیے ضروری ہے کہ بڑھتی ہوئی پیداوار اور وسعت پذیر کاروباری سرگرمیوں کے ساتھ زر کی رسد میں بھی اس رفتار سے اضافہ ہوتا رہے لیکن اس امر کا اہتمام عام بنکوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ مرکزی بینک کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ کسی ملک میں مرکزی بنک زر کی بابت ایسی غلط پالیسی اختیار کرے جس سے وہ صورت حال نمودار ہو جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ لیکن اس موضوع پر مزید بحث اس مطالعہ کے حدود سے خارج ہے۔ یہاں ہمیں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ نقد میں اضافہ زر کی رسد میں توسیع کا اور نقد میں کمی زر کی رسد میں تخفیف کا سبب بنے گی۔ یہ بات کہ بنکوں کو اپنے کاروبار میں نفع ہو رہا ہے اس نتیجہ میں کسی تبدیلی کا تقاضا نہیں کرتی۔

یہ بات بعید از قیاس ہے کہ تمام بنکوں کو مجموعی طور پر اپنے کاروبار میں خسارہ ہو، کیونکہ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کاروباری طبقہ کی سرمایہ کاری مثبت نتائج سامنے لانے سے قاصر رہے۔ سرمایہ کاری کا فطری نتیجہ پیداوار میں اضافہ ہے نہ کہ کمی۔ یہ بات تو ہمیشہ ممکن ہے کہ چند کاروباری افراد کو غلط کاروباری

فیصلوں کی وجہ سے خسارہ ہو لیکن تمام کاروباری افراد کی سرمایہ کاری میں مجموعی طور پر خسارہ ہونا اسی صورت میں ممکن ہے جب کساد بازاری کے سبب اشیاء کی قیمتیں مسلسل گر رہی ہوں۔ اس صورت حال کے رونما ہونے کی ذمہ داری مالیاتِ عامہ اور زر کے باب میں غلط پالیسیوں پر ہوگی جن پر یہاں بحث نہیں کی جا سکتی۔ مرکزی بنک زر کی بابت موزوں اقدامات کرکے اور حکومت مالیاتِ عامہ کے باب میں توسیعی پالیسی اختیار کرکے جلد اس صورتِ حال کی اصلاح کر سکتی ہے۔ یہاں ہم اس مفروضے کے تحت کہ تمام بنکوں کو مجموعی طور پر اپنے کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہے۔ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی صورت میں بنکوں کو نیا نقد ملنے یا ان کے نقد میں کمی کا کیا اثر مرتب ہوگا۔

جب کاروباری طبقے کو کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہو تو بحیثیت مجموعی سرمایہ کی طلب گرنے لگے گی۔ ایسی صورت حال میں اگر بنکوں کو نیا نقد حاصل ہو تو بھی مزید سرمایہ کی طلب نہ ہونے کے سبب ان کے لیے اپنے کاروبار کو وسعت دینا ممکن نہ ہوگا۔ بنکوں میں نئے نقد کی آمد زر کی رسد میں توسیع عمل میں لانے سے قاصر رہے گی خسارہ کی صورت میں نقد کی کمی، اگر یہ کمی اتنی ہو کہ کھاتوں میں گھٹتی ہوئی مقدار کے بالمقابل ضابطہ کے مطابق جو نقد محفوظ ہونا چاہیے اس سے کم رہ جائے، زر کی رسد میں مزید کمی کا سبب بنے گی۔ ایسی صورت میں زر کی رسد میں تخفیف کی رفتار تیز تر ہو جائے گی۔ (ظاہر ہے کہ ایسی صورتِ حال مرکزی بینک کی غلط پالیسی ہی کے نتیجے میں رونما ہو سکتی ہے)

بنکوں کو خسارہ کی صورت میں نقد میں اضافہ کا زر کی رسد میں اضافہ

سے قاصر رہنا کوئی ایسی بات نہیں جو ہماری اصل بحث کے نتائج کے خلاف ہو، کیونکہ اوپر ہم یہ صراحت کر چکے ہیں کہ اس عمل کا انحصار اس بات پر ہے کہ کاروباری طبقہ کی جانب سے سرمایہ کی طلب موجود ہو۔ کاروبار میں خسارہ کے سبب سرمایہ کی طلب میں کمی نئے نقد کو توسیعی اثرات سے محروم کر دیتی ہے۔

چھٹا باب

مرکزی بینک

اعمال و وظائف

ملک کے نظامِ معیشت کو سہولت کے ساتھ چلانے کے لیے نظام بنک کاری کی نگرانی اور رہنمائی نیز زر اور کاروبار سے متعلق ریاست کی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے ایک مرکزی بینک ہوگا۔ یہ بینک ریاست کی نگرانی میں کام کرے گا اس کا مقصد نفع کمانا نہیں بلکہ مفادِ عامّہ کا تحفظ اور مصالحِ عامّہ کی ترویج ہوگا۔

غیر سودی نظامِ معیشت میں بھی مرکزی بینک وہی معروف وظائف ادا کرے گا جو جدید نظام بنک کاری میں ادا کرتا ہے۔ وہ کرنسی نوٹ جاری[۱۵] کرے گا۔

---

[۱۵] یہ مرکزی بینک کا لازمی وظیفہ نہیں، حکومت اسے براہ راست بھی ادا کر سکتی ہے لیکن دورِ جدید کی تمام معیشتوں میں یہ وظیفہ مرکزی بینک ہی کے سپرد کیا گیا ہے کیونکہ اسی میں سہولت ہے۔ البتہ کرنسی نوٹ جاری کرنے سے متعلق مرکزی بینک کے اختیارات ان قواعد وضوابط کے پابند ہوں گے جو ملک کی قانون ساز مجلس وضع کرے۔ ہم نے آئندہ صفحات میں مرکزی بینک کے اس وظیفہ پر تفصیلی گفتگو نہیں کی ہے۔ نہ اس امر پر

(باقی ص۱۴۹ پر)

حکومت کا بینک ہوگا جس میں حکومت کھاتے کھولے گی[۱] بیرونی ممالک سے مالی لین دین اسی بینک کے ذریعے انجام پائے گا اور یہی بینک دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات سے پیدا ہونے والے مالی امور و معاملات کا نگراں ہوگا[۲] مرکزی بینک تمام دوسرے بینکوں کے لیے اسی طرح ایک بینک کا کام کرے گا جس طرح ایک عام بینک کاروباری افراد اور اداروں اور عوام کے لیے کرتا ہے۔ اس بینک میں تمام بینکوں کے کھاتے کھلیں گے اور اس سے دوسرے بینکوں کو بوقت ضرورت قرض مل سکے گا۔

مرکزی بنک معیشت میں کاروبار، روزگار، آمدنیوں اور اشیاء کے عام نرخ کی سطح پر نظر رکھے گا اور انھیں موزوں معیاروں کے مطابق ترقی دینے یا مطلوبہ معیار پر قائم رکھنے کے لیے ضروری اقدامات کرتا رہے گا۔ وہ اپنے اقدامات کے ذریعے سرمایہ کاری کے مالی وسائل کو ان صنعتوں اور

حاشیہ بقیہ ص۱۴۸) کوئی روشنی ڈالی ہے کہ نوٹ جاری کرنے کے اختیار کو کن ضوابط کا پابند ہونا چاہیے۔ مرکزی بینک اور عام تجارتی بنکوں کے مابین تعلق کے مطالعہ کے لیے یہ بحث ضروری نہیں ہے اور اس بحث کے لیے زر، مالیات اور معیشت کی تنظیم سے متعلق دوسرے امور سے تعرض ضروری ہوگا جن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

[۱] ضروری نہیں کہ حکومت صرف مرکزی بنک کی کھاتہ دار ہو وہ عام تجارتی بنکوں میں بھی اپنا سرمایہ جمع کر سکتی ہے، جیسا کہ امریکہ میں کیا جاتا ہے۔ یہ بات کہ حکومت اپنا سارا سرمایہ مرکزی بینک میں رکھے اور قرض لینا ہو تو بھی اکثر اسی کی طرف (باقی ص۱۵۰ پر)

معیشت کے ان دائروں کی طرف لے جائے گا جن میں سرمایہ کاری اجتماعی مفادات و مصالح کے پیش نظر اولیت کی حامل ہو۔ وہ سرمایہ کاری کے لیے حسب ضرورت کریڈٹ کی فراہمی اور زر کی رسد کو اس کی طلب سے ہم آہنگ رکھنے کی کوشش کرے گا۔ عوام کی طلب نقد اور عام بینکوں کی ضروریات نقد کے پیش نظر مرکزی بنک، نقد کی رسد میں کمی بیشی کرتا رہے گا اور عام بینکوں کو حسب ضرورت نقد فراہم کرتا رہے گا۔ وہ عام بینکوں کی سرگرمیوں کو مفادِ عامہ کے

حاشیہ ۱ کا بقیہ و حاشیہ ۲، از صفحہ ۱۴۹،

رجوع کرے۔ مرکزی بنک کے اعمال و وظائف، بالخصوص نوٹ جاری کرنے کے وظیفے پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اگرچہ ہم نے یہی فرض کیا ہے کہ جیسا کہ برطانیہ میں کیا جاتا ہے حکومت مرکزی بینک کی کھاتہ دار ہوگی، لیکن ہم نے ان دونوں صورتوں کے فرق پر بحث سے گریز کیا ہے۔ اس فرق کا مرکزی بنک اور عام تجارتی بنکوں کے مابین تعلق پر زیادہ اثر نہیں پڑتا اور ہماری توجہ مرکزی بنک کی اسی حیثیت کی طرف مرکوز ہے۔

[۲] مرکزی بینک کے اس اہم وظیفے پر بھی ہم کوئی روشنی نہیں ڈالیں گے۔ ہماری بحث کی حد تک یہ فرض کر لینا چاہیے کہ ایک ایسا ملک پیش نظر ہے جس کی معیشت خود کفیل اور اپنے دائرے میں محدود ہے۔ کسی دوسرے ملک کے ساتھ کوئی مالی تعلق نہیں رکھتی۔ نظام بنک کاری کے اس ابتدائی مطالعہ میں اس مفروضے سے بڑی سادگی اور سہولت پیدا ہو جائے گی۔ بیرون ملک مالی تعلقات اور ان کی نسبت سے ایک غیر سودی نظام بنک کاری کا مطالعہ علیحدہ سے کیا جا سکے گا۔

مطابق منظم کرنے کا اہتمام کرے گا، مرکزی بینک حکومت کی مالی ضروریات کی تکمیل کے لیے ایسے کام انجام دے گا جو اس کے دائرۂ کار میں آتے ہوں۔ مثلاً حکومت کو عارضی طور پر قرض دینا، اس کی جانب سے اس کے لیے بنکوں، کاروباری اداروں اور عوام سے شرکت، مضاربت یا قرض کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرنا، اور حکومت کے جاری کردہ تجارتی حصص کے بازار میں قیمتوں کو بیجا اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھتے ہوئے ان میں یک گونہ استقرار بحال رکھنا[1]۔ مرکزی بینک ملک کے سکّہ کی اندرونی اور بیرونی قیمت پر نگاہ رکھے گا اور ان کو ایسی تبدیلیوں سے محفوظ رکھنے کا اہتمام کریگا، جو ملک کے مفاد کے منافی ہوں۔[2]

عام بنکوں کی رہنمائی کرنے، ان کو اجتماعی مفادات و مصالح کے مطابق پالیسیاں اختیار کرنے پر آمادہ رکھنے اور ان کے کاروباری اقدامات کو اپنی طے شدہ پالیسیوں کے مطابق ڈھالنے کے سلسلے میں مرکزی بینک کا پہلا اور سب سے بڑا ذریعۂ ہدایت، مشورہ اور اخلاقی اپیل کا طریقہ ہوگا۔ مرکزی بینک ضروری معلومات کی فراہمی، اعداد و شمار کی اشاعت اور بنکوں اور کاروباری اداروں کو معیشت کی مجموعی صورت حال اور اس کے ان عملی تقاضوں سے باخبر رکھنے کا اہتمام کرے گا جو زر کی رسد، کریڈٹ کی فراہمی اور سرمایہ کاری کی راہوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

---

[1] حکومت کی مالیات اور اس کے جاری کردہ حصص پر تفصیلی روشنی اگلے باب میں ڈالی گئی ہے۔

[2] مرکزی بنک کے اس اہم وظیفہ پر بھی تفصیلی گفتگو ہمارے موجودہ دائرۂ بحث سے خارج ہے۔

وہ انھیں یہ بتائے گا کہ کن صنعتوں یا معیشت کے کن دائروں میں قرض سرمایہ یا مضاربت کے اصول پر فراہم کیے جانے والے سرمایہ کی اجتماعی مفاد کے پیش نظر زیادہ ضرورت ہے تاکہ ان دائروں میں سرمایہ کاری کو اولیت حاصل ہو سکے۔ اسی طرح وہ کسی مخصوص صنعت میں مزید سرمایہ کاری کو اجتماعی مفاد کے لیے مضر یا غیر مفید سمجھے گا تو بنکوں کو مطلع کرے گا تاکہ وہ اجتماعی وسائل کو ضائع ہونے سے بچا سکیں۔

اگرچہ یہ توقع کی جاتی ہے کہ بہت سے امور میں مطلوبہ پالیسی کے اختیار کیے جانے کے لیے یہ بات کافی ہوگی کہ اس سے متعلق تمام ضروری معلومات اور ان کی روشنی میں باہمی مشورے سے مرتب کی جانے والی مطلوبہ پالیسی عام بنکوں کے سامنے آجائے لیکن مرکزی بینک، حسب ضرورت عام بنکوں کے نام ایسے ہدایت نامے بھی جاری کر سکے گا جن کی تعمیل اجتماعی مفاد کے تحفظ کے لیے ضروری ہو۔ اگر ناگزیر ہو تو ان ہدایات کو احکام و فرامین کا درجہ بھی دیا جا سکے گا۔ عام حالات میں مرکزی بنک اور عام بنکوں کے ارباب حل و عقد کے درمیان تبادلۂ خیال اور باہمی مشورہ کے ذریعے متفق علیہ نتائج تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ باہمی مشورہ اور تعاون کے لیے رسمی صورتیں بھی اختیار کی جائیں گی اور اس کا غیر رسمی طور پر بھی اہتمام کیا جائے گا۔ البتہ مختلف فیہ امور میں بھی مرکزی بنک کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ یہ بات کہ مرکزی بنک کے اختیارات کا دائرہ کیا ہے اور وہ عام بنکوں کو کب کن امور کی بابت کس قسم کے متعین احکام دے سکتا ہے، ملک کی مجلسِ قانون ساز متعین کر دے گی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ

یہ تعیین اصولی نوعیت کی ہوگی۔ پوری کوشش کی جائے گی کہ مرکزی بنک کی بالادستی کے باوجود، عام بنکوں کو وہ آزادئ کاروبار حاصل رہے جو ان کے پھلنے پھولنے اور نفع کمانے کے لیے ضروری ہے۔ عام بنکوں اور مرکزی بنک کے درمیان تعاون اور اعتماد باہم کی فضا قائم رکھنے کی بھی پوری کوشش کی جائے گی۔

بنیادی ضابطے:

اس مطالعہ میں اس اجمال کی پوری تفصیل ممکن نہیں جو اوپر کی عبارتوں میں پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایسے ضوابط کا قدرے تفصیل سے مطالعہ کریں گے جو مرکزی بنک اور عام بنکوں کے باہمی رشتہ میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں اور مرکزی بنک کی زر و بنک کاری کی بابت بالادستی کا عملی اظہار ہیں۔ یہ ضوابط ابتدا ہی سے معلوم اور متعین ہوں گے۔ البتہ مرکزی بنک مذکورہ بالا مقاصد کے حصول بالخصوص زر کی رسد میں حسب مرضی توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے ان ضوابط میں حسب ضرورت ترمیم کا مجاز ہو گا۔ ان ضوابط کا وجود عوام کے لیے اس بات کی ضمانت ہو گا کہ وہ عام بنکوں پر اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ مرکزی بنک کی جانب سے عام بنکوں کی ایسی رہنمائی، نگرانی اور امداد کی جاتی رہے گی کہ وہ ان معاہدوں کو پورا کر سکیں جو انھوں نے عوام سے کیے ہوں۔ یہ ضوابط درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہر بنک کے لیے لازم ہو گا کہ وہ اپنے قرض اور مضاربت کھاتوں میں جمع کل سرمایہ کا ایک متعین فی صد حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھے۔ نقد محفوظ

اور کھاتوں کی میزان کے مابین نسبت کو ہم آئندہ نسبت نقد محفوظ (RESERVERATIO) کا نام دیں گے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ نسبت دس فی صد ہو، اس نقد محفوظ کا ایک حصہ مرکزی بنک کے پاس جمع کیا جانا چاہیے اور دوسرا حصہ بنکوں کی تحویل میں ہونا چاہیے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ہر بنک اپنے ریزرو کا اوسطاً، نصف حصہ مرکزی بنک میں جمع رکھے۔ البتہ سہولت کی خاطر چھوٹے بنکوں بالخصوص ان بنکوں کو جو ایسے مقامات پر ہوں جہاں مرکزی بنک کی کوئی شاخ نہ ہو، اس ضابطہ سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس امر کے پابند ہوں گے کہ مرکزی بنک کے حصہ کا ریزرو اس کے کھاتہ میں اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ یہ طریقہ موجودہ نظام میں بھی رائج ہے۔

اس ضابطہ کا منشا یہ نہیں کہ ہر آن بنک کا نقد محفوظ اس کے کھاتوں کی میزان کا دس فی صد ہو۔ یہ بات کافی ہوگی کہ ہر ہفتے اس کے نقد محفوظ کا روزانہ اوسط اس کے کھاتوں کی میزان کے روزانہ اوسط کا دس فی صد ہو۔ اسی طرح یہ بات کافی ہوگی کہ مرکزی بنک میں اس بنک کے کھاتہ میں جمع رقم کا روزانہ اوسط ہر ہفتہ اس کے نقد محفوظ کے مذکورہ بالا اوسط کا نصف ہو۔

اوپر ہم یہ بتا چکے ہیں کہ ہر بنک مرکزی بنک میں اپنا کھاتہ کھولے گا۔ بنک کے ریزرو کا نصف اس کے اسی کھاتہ میں جمع ہو گا۔ بنک اس لازمی ریزرو کے ماسوا اپنے کھاتہ میں فاضل رقم رکھنے کے لیے پوری طرح آزاد ہو گا۔ یہ فاضل رقم وہ کسی وقت بھی واپس طلب کر سکے گا یا چک کے ذریعے کسی دوسرے بنک یا ادارے کو منتقل کر سکے گا۔ البتہ اپنے لازمی ریزرو کو وہ اسی شرط کے تحت استعمال

کر سکے گا کہ ہفتہ بھر کا روزانہ اوسط ضابطہ کے مطابق ہو، اس سے کم نہ ہو جائے۔ کسی بنک کو اس کا لازمی ریزرو اسی صورت میں واپس کیا جا سکے گا جب وہ اپنا کاروبار ختم کر کے اپنی مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان کی واپسی چاہے۔

اس ضابطے کے مطابق بنکوں کی اپنی نقد تحویل میں ان کے کھاتوں کی میزان کا صرف پانچ فی صد نقد کی صورت میں موجود ہونا کافی سمجھا جائے گا۔ ہم یہ فرض کر رہے ہیں کہ عام حالات میں اتنا نقد بنک میں روزمرہ جمع کیے جانے والے نقد کے ساتھ مل کر قرض اور مضاربت کھاتہ سے نقد کی صورت میں واپس طلب کی جانے والی رقموں کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوگا[1]۔ عملاً زیادہ تر رقمیں قرض کھاتہ سے نکالی جائیں گی۔ مضاربت کھاتہ سے عام دنوں یا ہفتوں میں نسبتہً بہت کم رقوم نکالی جائیں گی اور بنک کو اس کی پیشگی اطلاع ملے گی۔ اسی اطلاع کے بعد وہ حسب ضرورت نیا نقد حاصل کرنے کے لیے ضروری اقدامات

---

[1] گزشتہ ابواب میں ہم نے یہ فرض کیا تھا کہ اگر بنک اپنے کھاتوں کی میزان کا دس فی صد ریزرو رکھیں تو وہ عوام کے مطالبات نقد پورے کر سکیں گے۔ یہ مفروضہ اب بھی قائم ہے، البتہ اس پر اس بات کا اضافہ کیا گیا ہے کہ دس فی صد ریزرو کا نصف مرکزی بینک میں جمع رہے گا۔ جیسا کہ آئندہ صفحات سے واضح ہوگا، اپنی نقد تحویل کے علاوہ عام بنکوں کو بوقت ضرورت مرکزی بنک سے مزید نقد بھی حاصل ہو سکے گا۔

کر سکے گا۔ مضاربت کھاتہ سے زیادہ رقمیں سہ ماہی کے اختتام پر، یعنی ان تاریخوں پر نکالی جائیں گی جو مضاربت کھاتہ کے حساب کے لیے مقرر کی گئی ہوں۔ لیکن ان تاریخوں پر مضاربت کھاتہ میں نئی رقوم بھی جمع کی جائیں گی۔ نیز بعض کاروباری فریقوں سے سرمایہ بھی واپس ملے گا۔

۲۔ ہر بنک کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے قرض کھاتہ میں جمع کل سرمایہ کا ایک متعین فی صد حصہ قرض کے طور پر دینے لیے آمادہ رہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ متعین نسبت پچاس فی صد ہو۔ اس نسبت کے لیے ہم آئندہ نسبتِ قرض (LENDING RATIO) کی اصطلاح استعمال کریں گے۔

ضروری نہیں کہ ہر وقت بنک نے عملاً اپنے قرض کھاتہ کے نصف کے بقدر قرض دے رکھا ہو، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ اگر بنک چاہے تو وہ اس سے زیادہ قرض دے سکتا ہے۔ البتہ چونکہ ان قرضوں سے بنک کو کوئی نفع نہ ہوگا لہٰذا اقرین قیاس یہی ہے کہ کوئی بنک اس سے زیادہ قرض دینے پر آمادہ نہ ہوگا جتنا اسے مقررہ نسبت قرض کے مطابق دینا چاہیے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرض کی طلب کم ہونے کے سبب بنک کے دیئے ہوئے قرضے اس مقدار سے کم ہوں جو نسبت قرض کے مطابق ہونی چاہیے۔ ان قرضوں کی عارضی نوعیت اور ان کے بالمقابل ضمانت نیز ان کی واپسی سے متعلق قواعد و ضوابط کے پیش نظر یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ ان کے غیر سودی ہونے کے باوجود بعض حالات میں ان کی طلب کم ہو اور کاروباری طبقہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ سے زیادہ سے زیادہ کام لینا چاہے۔

اس ضابطہ کی تکمیل کے لیے بھی ہر ہفتے قرض کھاتہ اور دیئے ہوئے قرضوں کی مقداروں کے روزانہ اوسط پر نگاہ رکھی جائے گی۔ ہر روز کے حسابات کا علیحدہ علیحدہ اس ضابطہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں سمجھا جائے گا۔

۳۔ جب عام بنکوں کو عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے اپنی نقد تحویل کے علاوہ مزید نقد سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ اپنے دیئے ہوئے قرضوں یا بھنائی ہوئی ہنڈیوں کی سندیں پیش کرکے مرکزی بینک سے قرض حاصل کرسکیں گے۔ یہ قرض عارضی ہوگا اور اس کی مقدار بنک کے دیئے ہوئے قرض کی ایک متعین فی صد سے زائد نہ ہوگی۔ اس فی صد یعنی مرکزی بنک سے مل سکنے والے قرض اور بنک کے دیئے ہوئے قرضوں کی میزان (جس میں بھنائی ہنڈیاں بھی شامل ہیں) کے مابین نسبت کو ہم آئندہ نسبت استقراض (BORROWING RATIO) کا نام دیں گے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ نسبت ۲۵ فی صد ہو۔

ضابطۂ استقراض کے تحت مرکزی بنک سے قرض اسی صورت میں مل سکے گا جب بنکوں کو مزید نقد کی ضرورت عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب پڑی ہو نہ کہ مرکزی بنک کے کسی اقدام بالخصوص نسبت ریزرو میں اضافہ کے سبب۔ یہ قرض ابتداءً ایک چھوٹی مدت مثلاً ایک ہفتہ دو ہفتہ یا تین ہفتہ کے لیے دیا جائے گا۔ البتہ اگر عوام کی جانب سے نقد کے مطالبات میں کمی ہوتی نہ نظر آئے تو مرکزی بنک ان قرضوں کی تجدید کردیا کرے گا۔ منشا یہ ہے کہ مرکزی بنک سے حاصل کیے ہوئے اس نقد کو بنک اپنے کاروبار میں توسیع کے لیے نہ استعمال کریں بلکہ طلب نقد میں اضافہ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کا مقابلہ

کرنے کے لیے استعمال کریں۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ صورت حال عارضی ہوتی ہے۔ اگر عوام کی طلب نقد میں مستقل اضافہ ہوتا نظر آئے تو اس صورت حال کا علاج مرکزی بنک نظام بنک کاری کو مستقل طور پر مزید نقد عطا کرکے کرے گا جس کے لیے وہ حصص کی خریداری کا اقدام کرے گا جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔

۴۔ مرکزی بنک کو اختیار ہوگا کہ وہ دیئے جانے والے قرضوں یا بھنائی جانے والی تجارتی ہنڈیوں کی مختلف قسموں کے بالمقابل استقراض کی نسبتیں مختلف رکھے۔ مثلاً یہ کہ زراعت سے متعلق کاروبار کرنے والوں کو جو قرضے دیئے گئے ہوں ان کے بالمقابل چالیس فی صد قرض دینے کا وعدہ کرے اور کسی مخصوص صنعت سے متعلق قرضوں کے بالمقابل صرف دس فی صد قرض دینے کا اعلان کرے۔ روئی کی تجارت سے متعلق ہنڈیوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت تیس فی صد رکھے، مگر غلّہ کی تجارت سے متعلق ہنڈیوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت بیس فی صد رکھے، وغیرہ، جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا۔ اس ضابطہ کو مرکزی بنک معیشت میں سرمایہ کاری کی راہوں پر اثرانداز ہونے اور کاروبار کے مخصوص دائروں میں کریڈٹ کی فراہمی کو قابو میں رکھنے کے لیے استعمال کرے گا۔

۵۔ مرکزی بنک تجارتی حصص کی خرید و فروخت کا مجاز ہوگا۔

آئندہ صفحات میں یہ واضح کیا جائے گا کہ ان ضوابط اور ان میں ترمیمات کو مرکزی بنک کس طرح عام بنکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو میں رکھنے

کے لیے استعمال کرے گا۔ نسبت نقد محفوظ میں موزوں تبدیلیاں عمل میں لا کر وہ عام بینکوں کی تخلیق زر کی قوت کو قابو میں رکھے گا اور ان کی نقدیت پر اثر انداز ہو کر زر کی مجموعی رسد میں حسب مرضی توسیع یا تخفیف عمل میں لا سکے گا۔ نسبتِ استقراض میں تبدیلی کے ذریعے مرکزی بنک عوام کی بدلتی ہوئی طلب نقد کے مطابق عام بینکوں کی ضروریات نقد کی تکمیل کے ذریعے یہ ممکن بنا دے گا کہ وہ ہر حالت میں اپنے کھاتہ داروں کے مطالبات نقد پورے کر سکیں غیر معمولی حالات میں اس تبدیلی کو توسیع زر کے عمل کو روکنے یا رسد زر میں تخفیف عمل میں لانے کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔ مختلف قسم کی ہنڈیوں اور کاروبار کے مختلف دائروں کے لیے دیے ہوئے قرضوں کے بالمقابل استقراض کی مختلف نسبتیں وضع کرنے کا مقصد مخصوص صنعتوں کے لیے قرض کی رسد میں اضافہ یا کمی کرنا ہوگا۔ اس طریقے کو مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کے سلسلے میں اہم ترین، اہم اور نسبتہً کم اہم صنعتوں کی نشان دہی کے پہلو بہ پہلو معیشت میں سرمایہ کاری کو مطلوبہ راہوں کی طرف لے جانے کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔ مرکزی بنک تجارتی حصص کی خرید و فروخت کو بنکوں کو نیا نقد دینے یا ان سے نقد واپس لینے کا ذریعہ بنائے گا تاکہ غیر معمولی حالات میں زر کی رسد میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کا کام موثر طریقے پر انجام پا سکے۔ نیز ایک ترقی پذیر معیشت میں زر کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر زر کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لیے بنکوں کی نقد تحویل میں مسلسل اضافہ کا اہتمام کیا جا سکے۔ نسبت قرض میں تبدیلیوں کا منشاء کاروبار کے لیے طویل المیعاد اور قصیر المیعاد سرمایوں کے درمیان توازن برقرار

رکھنا ہے۔ ذیل میں ان باتوں کو تفصیل کے ساتھ مثالوں کے ذریعے واضح کیا جائے گا۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ اوپر ہم نے نقد محفوظ، قرض اور استقراض کی جو نسبتیں تجویز کی ہیں ان کی حیثیت صرف مثالوں کی ہے۔ یہ نسبتیں اس سے مختلف بھی ہو سکتی ہیں۔ موزوں نسبتوں کی دریافت غیر سودی نظام بنک کاری کے قیام اور اس کے عملی تجربے کے بعد ہی ممکن ہوگی۔ ہماری تجویز کردہ نسبتوں کو بطور مثال سامنے رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا ضوابط کو ان کی بنیاد پر آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم زر کی رسد میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے ریزرو، استقراض اور حصص کی خرید و فروخت کے 'آلات' کے استعمال اور ان کی اثر انگیزی پر غور کریں۔ اس حقیقت کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عملاً زر کی رسد میں توسیع کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا موثر ہونا اتنا یقینی نہیں ہوتا جتنا تخفیف کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا موثر ہونا۔ یہ بات جس طرح موجودہ سودی نظام میں پائی جاتی ہے اسی طرح غیر سودی نظام میں بھی پائی جائے گی کیونکہ اس کا انحصار سود پر نہیں بلکہ دوسرے اسباب و عوامل پر ہے۔ مرکزی بنک کے توسیعی اقدامات بنکوں کے لیے نئے زر بنک کی تخلیق کو ممکن بنا دیتے ہیں مگر اس امکان کے عمل کا جامہ پہننے کے لیے ضروری ہے کہ کاروباری طبقے کی جانب سے نئے سرمایہ کی طلب بھی موجود ہو۔ اگر طلب کمزور رہے تو توسیعی اقدامات محدود پیمانہ پر ہی کامیاب ہو سکیں گے۔ اس کے برعکس تخفیفی اقدامات بینک کو کاروباری

طبقہ سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور کرکے زر کی مجموعی رسد میں کمی کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بنک زیادہ عرصہ ان اقدامات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، افراطِ زر (INFLATION) کو رد کرنے کے لیے زر کی رسد میں کمی زیادہ آسان ہے۔ بہ نسبت تفریطِ زر (DEFLATION) کو دور کرنے کے لیے زر کی رسد میں اضافہ کے۔ مزید برآں ان دونوں مقاصد کے حصول میں زر سے متعلق اقدامات (MONETARY MEASURES) ایک حد تک ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ان اقدامات کے ساتھ مالیاتِ عامہ سے متعلق اقدامات (FISCAL MEASURES) کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

زر بنک کی تخلیق یا منسوخی یعنی کریڈٹ میں توسیع یا تخفیف کا انحصار اس بات پر ہے کہ بنکوں کی نقد تحویل میں اضافہ یا کمی عمل میں لائی جائے۔ چونکہ بنک اپنے کھاتوں اور اپنی نقد تحویل کے درمیان ایک خاص تناسب برقرار رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں لہٰذا جب ان کو نیا نقد ملتا ہے تو وہ اس تناسب کو برقرار رکھنے کے لیے ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ ان کے کھاتوں کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب ان کی نقد تحویل مطلوبہ تناسب سے کم ہو جاتی ہے تو وہ ایسے اقدامات کرتے ہیں جن کے نتیجے میں کھاتوں کی میزان اتنی کم ہو جاتی ہے کہ نقد تحویل اور کھاتوں کی نئی میزان کے درمیان مطلوبہ تناسب قائم ہو جاتا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت گزشتہ باب میں تفصیل کے ساتھ کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر مرکزی بنک یہ چاہتا ہو کہ عام بنکوں کے کھاتوں میں اضافہ ہو تو اسے ایسے اقدامات کرتے ہوں گے کہ بنکوں کے پاس

مطلوبہ تناسب سے زیادہ نقد ظاہر ہو۔ اس کے برعکس اگر وہ کھاتوں میں کمی چاہتا ہو تو اسے ایسا قدم اٹھانا ہوگا کہ بنکوں کو مطلوبہ تناسب برقرار رکھنے کے لیے مزید نقد کی ضرورت محسوس ہو۔ ریزرو، استقراض اور حصص سے متعلق ان اقدامات کا مطالعہ ذیل میں کیا جائے گا۔

۱۔ نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی:

جدید بنک کاری کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ پہلے ریزرو سے متعلق ضابطہ کا منشا صرف یہ تھا کہ کھاتہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرنے کے لیے بنکوں کی نقدیت برقرار رکھی جائے لیکن جدید ترین رجحان یہ ہے کہ ان ضوابط کی موجودگی مرکزی بنک کو بنکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کا عمدہ موقع بھی فراہم کرتی ہے اور ان ضوابط کی یہ نوعیت عملاً زیادہ اہمیت کی حامل ہے چنانچہ اب ان ضوابط کو وضع کرنے میں بھی اس امر کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ ان کو مرکزی بنک کی پالیسی کا ایک اہم آلہ بنایا جائے۔

کسی ملک کے عام بینکوں یا مختلف علاقوں میں واقع بینکوں کے لیے مرکزی بینک ریزرو کی جو نسبتیں طے کرتا ہے ان کی تعیین کے اصول کیا ہیں۔ اس مسئلہ پر یہاں تفصیلی بحث ضروری نہیں۔ مذکورہ بالا مصالح کے علاوہ اس تعیین کی بنیاد عوام کی وہ عادت ہے جو اپنے سرمایہ کو نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھنے اور بنک میں جمع رکھنے کے سلسلے میں پائی جاتی ہے۔ اس عادت یا مذکورہ بالا مصالح میں عرصہ مختصر کے اندر کوئی قابلِ لحاظ تبدیلی نہیں ہوتی لہٰذا جو مسئلہ

عملاً زیادہ اہم ہے وہ پہلے سے طے شدہ اور نافذ نسبتِ نقد محفوظ میں تبدیلی کا مسئلہ ہے۔ اس تبدیلی سے مرکزی بنک کا منشا، بنکوں کی نقدیت پر اثرانداز ہو کر زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کرنا ہوتا ہے۔

اگر مرکزی بنک معیشت میں کریڈٹ کی تخفیف چاہتا ہو تو وہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کر دے گا۔ اس اضافہ کے نتیجے میں عام بنکوں کو اپنے نقد ریزرو میں اضافہ کی ضرورت محسوس ہو گی[1] نیا نقد حاصل کرنے کے لیے وہ حصص فروخت کرنے اور کاروباری طبقہ کو فراہم کردہ سرمایہ کا ایک حصہ واپس لینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ اس صورت میں انھیں مرکزی بنک سے قرض نہیں مل سکے گا۔ حصص کی فروخت اور کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس طلب کرنے کے نتیجے میں ان کے

---

[1] یہاں یہ فرض کیا جا رہا ہے کہ بنکوں کے پاس فاضل نقد موجود نہیں ہے بلکہ اتنا ہی نقد ہے جتنا نسبت نقد محفوظ کے مطابق ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ تخفیف سے متعلق اقدامات سرمایہ کی بڑھتی ہوئی طلب کے دوران کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ سرمایہ کی بڑھی ہوئی طلب سے فائدہ اٹھا کر بنکوں نے زیادہ سے زیادہ سرمایہ مضاربت اور قرض کے طور پر فراہم کیا ہو گا اور اب ان کے پاس فاضل نقد نہ موجود ہو گا۔ پھر بھی اس بات کا ذکر مناسب ہو گا کہ اگر بنکوں کے پاس فاضل نقد موجود ہو تو اس حد تک وہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے باوجود نئے نقد کے محتاج نہ ہوں گے اور کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس طلب کرنے پر نہیں مجبور ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس امکان کا دائرہ بہت محدود ہے اور مرکزی بنک نسبت نقد محفوظ میں اتنا زیادہ اضافہ کر سکتا ہے کہ وہ سرمایہ واپس طلب کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

کھاتوں میں کمی آئے گی اور کریڈٹ میں تخفیف کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

اگر مرکزی بنک معیشت میں کریڈٹ کی توسیع چاہتا ہو تو وہ نسبت نقد محفوظ میں کمی کر دے گا۔ اس کمی کے نتیجے میں بنکوں کو اپنی موجودہ نقد تحویل کا ایک حصہ فاضل نظر آئے گا اور وہ اس کے ذریعے نفع کمانے کے لیے حصص خریدنے یا کاروباری طبقے کو مضاربت کے اصول پر فراہم کرنے کا اقدام کریں گے[1] کاروباری طبقے کو سرمایہ کی رسد میں اضافہ کے نتیجے میں بنکوں کے کھاتوں میں مزید سرمایہ جمع کیا جائے گا اور کریڈٹ میں توسیع کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل ذیل میں عددی مثالوں کے ذریعے پیش کی گئی ہے۔

---

[1] یہاں یہ فرض کیا جا رہا ہے کہ کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب موجود ہے اگر کساد بازاری کے سبب طلب مفقود ہو تو بنکوں کے لیے اپنے فاضل نقد کا نفع آور استعمال دشوار ہو گا۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ مناسب ہو گا کہ سودی معیشت میں بنک سے قرض کی طلب اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک سرمایہ کاری سے متوقع شرح نفع متعینہ شرح سود سے زیادہ ہو۔ غیر سودی معیشت میں بنک متعین شرح سود کی بجائے کاروباری فریق کے نفع میں حصہ دار ہو گا، خواہ یہ نفع کم ہو یا زیادہ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نظری طور پر بنک سے مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے کی طلب اس وقت قائم رہے گی جب تک سرمایہ کاری کے نتیجے میں متوقع شرح نفع صفر سے زائد ہو۔ جہاں تک قرض سرمایہ کی طلب کا سوال ہے وہ ہمارے مجوزہ نظام میں مضاربت سرمایہ کی طلب پر منحصر اور اسی کا تتمہ ہے۔

پہلی مثال کریڈٹ میں تخفیف کا عمل واضح کرتی ہے۔ فرض کیجیے کہ عرصۂ زیرِ غور کے آغاز میں نسبت نقد محفوظ دس فی صد تھی مگر مرکزی بنک نے اب اس میں اضافہ کر کے گیارہ فی صد کر دیا۔ پہلے کی طرح اب بھی اس ریزرو کا نصف مرکزی بنک کے پاس جمع کرنا ضروری ہے مگر ذیل کے نقشہ میں اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ اور پورے ریزرو کو 'نقد محفوظ' کے کالم میں ایک ساتھ درج کیا گیا ہے۔ ہماری مثال پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بنک کے ریزرو کا کتنا حصہ کس خزانہ میں جمع ہے۔

جب نسبت نقد محفوظ دس فی صد تھی تو بنکوں کے مجموعی حسابات کا نقشہ وہ تھا جو پہلی سطر میں درج ہے۔ نسبت نقد محفوظ بڑھا کر گیارہ فی صد کر دینے کے بعد کریڈٹ میں تخفیف کا عمل پورا ہو جانے پر مجموعی حسابات کا نقشہ وہ ہوگا جو دوسری سطر میں درج ہے [1]

ذمہ داریاں		اثاثے			زر کی مجموعی رسد
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت	
٦٠٠٠٠	٤٠٠٠٠	١٠٠٠٠	٣٠٠٠٠	٦٠٠٠٠	١٠٠٠٠٠
٥٤٠٠٠	٣٦٠٠٠	١٠٠٠٠	٢٧٠٠٠	٥٣٠٠٠	٩٠٠٠٠

[1] سہولت کی خاطر دوسری سطر میں مقداریں درج کرتے وقت ہزار سے کم رقموں کو نہیں درج کیا گیا ہے۔ ٹھیک حساب کے مطابق زر کی مجموعی رسد ٩٠٩٠٩ ہونی چاہیے۔ اسی طرح تمام مقداریں اوپر درج کی ہوئی مقداروں سے کچھ زیادہ ہوں گی۔

پہلی سطر جو صورتِ حال سامنے لاتی ہے اس کے دوسری سطر میں مذکور صورت حال میں تبدیل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ ہونے پر بنکوں نے اپنی نقد تحویل میں ایک ہزار کا اضافہ ضروری سمجھا اور قرض اور مضاربت پر فراہم کردہ سرمایہ میں سے ایک ہزار واپس طلب کر لیا۔ اس کی مختلف صورتیں ممکن ہیں جو ایک ساتھ بھی اختیار کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کچھ حصص کی فروخت، عند الطلب واپسی کے وعدے پر دیئے ہوئے قرضوں کو واپس طلب کر لینا، جن قرضوں کی مدّت پوری ہو رہی ہو ان کی تجدید نہ کرنا اور مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں سے جن سرمایوں کی واپسی از روئے معاہدہ ممکن ہو ان کو واپس طلب کر لینا۔ جب بنک ایک ہزار واپس لے گا تو اس کے کھاتوں میں بھی ایک ہزار کی کمی واقع ہوگی۔ بالفاظ دیگر بنکوں کو جو ایک ہزار واپس ملے گا وہ ان بنکوں ہی سے لے کر ادا کیا جائے گا اور ان کے نقد میں عملاً کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ البتہ چونکہ کھاتوں میں ایک ہزار کی کمی واقع ہو گئی ہے اس لیے اب ان کو نئی نسبت نقد محفوظ کا تقاضا پورا کرنے کے لیے صرف آٹھ سو دس روپیے اور درکار ہیں نہ کہ ایک ہزار۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جب وہ مزید سرمایہ واپس لیں گے تو پھر یہی عمل دہرایا جائے گا۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ ہر بار بنکوں کو پہلے سے کم سرمایہ واپس حاصل کرنا ہوگا۔ ایک مرحلہ ایسا آئے گا جب مزید سرمایہ واپس لینے کی ضرورت نہ رہ جائے گی کیونکہ ان کے کھاتوں میں دس ہزار کی کمی واقع ہو چکی ہوگی اور ان کی موجودہ نقد تحویل یعنی دس ہزار کھاتوں کی نئی میزان کا گیارہ فی صد ہوگی۔ حسابات کا تفصیلی نقشہ وہ ہوگا جو دوسری سطر میں درج ہے۔

بنکوں کے حسابات میں توازن برقرار ہو جائے گا اور نئی نسبت نقد محفوظ کا تقاضا پورا ہو رہا ہو گا۔ اس پورے عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے سبب بنک سرمایہ واپس لے کر مزید نقد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے مگر انہیں مزید نقد حاصل ہونے کی بجائے ان کے کھاتوں میں اتنی کمی ہو جائے گی کہ ان کی موجودہ نقد تحویل نئی نسبت نقد محفوظ کے مطابق ہو جائے گی۔

دوسری سطر میں ذمہ داریوں کا خانہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب بھی قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان وہی نسبت قائم ہے جو آغاز میں پائی جاتی تھی۔ اس کا سبب ہمارا یہ مفروضہ ہے کہ جب بھی بنکوں سے رقمیں نکالی جاتی ہیں قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ سے ساٹھ اور چالیس کی نسبت سے نکالی جاتی ہیں۔ اس مفروضے کی وضاحت گزشتہ باب میں کی جا چکی ہے۔ فرض کیجیے بنک حصص فروخت کرتے ہیں۔ جو لوگ ان حصص کو خریدیں گے ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو آمدنی میں سے بچت کر کے اپنی بچت کو نفع آور کاروبار میں لگانے کے لیے حصص خریدنے کا فیصلہ کریں گے۔ یہ لوگ قرض کھاتہ میں جمع آمدنیوں میں سے رقمیں نکال کر حصص کی قیمت ادا کریں گے۔ بعض لوگ وہ ہوں گے جو سابق بچت کو جو بنکوں کے مضاربت کھاتوں میں جمع ہے۔ اب حصص کی خریداری میں لگانے کا فیصلہ کریں گے، یہ لوگ مضاربت کھاتہ سے رقمیں نکال کر حصص خریدیں گے۔ اسی طرح اگر بنک کاروباری طبقہ سے قرض اور مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ واپس لیتا ہے تو اس سے کاروبار کا دائرہ سکڑے گا۔ اور آمدنیاں کم ہوں گی، جس کا اثر بالآخر جاری حسابات یعنی قرض کھاتہ

اور بچت یعنی مضاربت کھاتہ دونوں پر پڑے گا۔ جیسا کہ گزشتہ باب میں واضح کیا جا چکا ہے، اگر کھاتوں کے باہمی تناسب کے بارے میں مفروضہ کو ترک کر دیا جائے تو بھی زر کی رسد میں تخفیف کے عمل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دوسری سطر میں اثاثوں کے خانہ میں نقد محفوظ کی مقدار اب بھی اتنی ہی ہے جتنی پہلی سطر میں ظاہر کی گئی ہے۔ اس کا سبب اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ چونکہ عوام کی طلب نقد کو ہم ایک حالت پر قائم فرض کر رہے ہیں اور بنکوں کو مرکزی بنک سے نیا نقد نہیں مل سکا ہے، نہ مرکزی بنک نے حصص کی فروخت کے ذریعے عام بنکوں کے نقد کا ایک حصہ واپس لیا ہے۔ لہٰذا بنکوں کی نقد تحویل میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں ہو گا۔

قرض دیا ہوا سرمایہ اب بھی قرض کھاتہ کا نصف ہے، جیسا کہ ضابطہ کا تقاضا ہے۔ بنک قرض سرمایہ کو واپس طلب کرنے میں اس ضابطہ کی پابندی پر مجبور ہوں گے، اور اتنا ہی قرض واپس لے سکیں گے جتنا قرض کھاتہ کی مقدار میں کمی کے پیش نظر واپس لیا جا سکتا ہو۔

مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ نہ صرف پہلے سے کم ہے بلکہ اس سرمایہ میں فی صد کی قرض دیئے ہوئے سرمایہ میں واقع ہونے والی فی صد کمی سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بنکوں کو زیادہ ریزرو رکھنا ہو گا تو اس کا اثر قرض کھاتہ کے اس حصہ پر بھی پڑے گا جسے وہ نفع آور کاروبار میں استعمال کر سکتے ہیں۔ مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ کل سرمایہ کا ۶۰ فی صد تھا، باقی ۴۰ فی صد میں سے دس فی صد ریزرو اور تیس فی صد قرض دینے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ اب کل سرمایہ کا

تیس فی صد قرض دینے کے لیے اور گیارہ فی صد ریزرو کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ جس کے سبب مضاربت پر دینے کے لیے صرف انسٹھ (۵۹) فی صد سرمایہ میسر آسکا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ سے زر کی رسد میں کمی کے ساتھ ساتھ بنکوں کے نفع آور کاروبار میں مطلق اور اضافی دونوں طرح کی کمی واقع ہوتی ہے۔

دوسری سطر اور پہلی سطر کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے نتیجے میں زر کی رسد میں دس ہزار کی کمی واقع ہو گئی۔ دس ہزار کے بقدر زر بنک معدوم ہو چکا ہے۔ یعنی بنکوں کے کھاتوں کی میزان دس ہزار کے بقدر کم ہو گئی ہے۔

اگر مرکزی بنک نسبت نقد محفوظ کو دس فی صد سے گھٹا کر نو فی صد کر دے تو کریڈٹ میں توسیع عمل میں آئے گی۔ اس عمل کو ذیل کے نقشے کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے۔ پہلی سطر میں بنکوں کے حسابات کا وہی نقشہ درج کیا گیا ہے جو دس فی صد نسبت نقد محفوظ کے تحت اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ دوسری سطر یہ بتاتی ہے کہ نسبت نقد محفوظ نو فی صد کر دی جائے تو کریڈٹ کی مرحلہ وار توسیع کا عمل پورا ہو جانے پر بنکوں کے حسابات کا نقشہ کیا ہو گا۔[۱]

---

[۱] دوسری سطر کی مقداریں اس سے کم درج کی گئی ہیں جتنی کہ وہ ٹھیک حساب کے مطابق ہونی چاہئیں، مثلاً زر کی مجموعی رسد ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو گیارہ ہونی چاہیے مگر ایک لاکھ دس ہزار درج کی گئی ہے۔ یہی حال دوسری رقوم کا بھی ہے۔ یہ تصرف نقشہ میں درج مقادیر کو سہولت کے ساتھ قابل مطالعہ بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔ بحث کے نتائج پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ذمہ داریاں		اثاثے			زر کی مجموعی رسد
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت	
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۶۶۰۰۰	۴۴۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۲۰۰۰	۶۷۰۰۰	۱۱۰۰۰۰

پہلی صورت حال کے دوسری صورت حال میں تبدیل ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ نسبت نقد محفوظ نو فی صد ہو جانے پر بنکوں نے اپنے پاس ایک ہزار کے بقدر نقد فاضل پایا جسے وہ نفع آور کاروبار میں لگانے کی کوشش کریں گے۔ اگر مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے کی طلب موجود ہے تو وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوں گے کاروباری طبقہ کو سرمایہ کی رسد میں اضافہ کے نتیجے میں بنکوں کے کھاتوں میں مزید سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ اگر وہ ایک ہزار روپیے کے حصص خریدیں تو بھی یہی نتیجہ رونما ہو گا۔

بنکوں سے حصص کے مالکوں یا کاروباری فریقوں کو جو ایک ہزار روپے ملیں گے وہ بنکوں ہی کے کھاتوں میں جمع کیے جائیں گے۔ بنک ایک ہزار کے نئے کھاتہ کے بالمقابل نوے روپے اپنی نقد تحویل میں شامل کر کے باقی نو سو دس روپیوں کو دوبارہ استعمال میں لائیں گے جس سے ان کے کھاتوں میں مزید اضافہ ہو گا۔ اگر سرمایہ کی طلب موجود ہو تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ ہر بار بنک پہلے سے کم سرمایہ فراہم کر سکیں گے۔ ایک مرحلہ وہ آئے گا جب وہ مزید سرمایہ کی فراہمی سے معذور ہوں گے اور اب کھاتوں میں اضافہ کا سلسلہ رک جائے گا۔

اس وقت تک بنکوں کے کھاتوں کی میزان میں دس ہزار کا اضافہ ہو چکا ہو گا۔ بنکوں کی نقد تحویل دس ہزار ہے جو کھاتوں کی بڑھی ہوئی مقدار یعنی ایک لاکھ دس ہزار کی نو فی صد ہے۔ بنکوں کے حسابات میں توازن بحال ہو چکا ہے اور نئی نسبت نقد محفوظ کا تقاضا پورا ہو رہا ہے۔ اس پورے عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسبت ریزرو میں کمی کے سبب بنکوں نے اپنی نقد تحویل کے ایک حصہ کو فاضل قرار دے کر نفع آور استعمال کے لیے کاروباری طبقہ کو فراہم کیا جس سے ان کے کھاتوں میں اضافہ اور کریڈٹ میں توسیع کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو اس وقت رکا جب فاضل نقد دوبارہ نقد محفوظ میں شامل ہو گیا۔

نقشہ کی دوسری سطر میں قرض اور مضاربت کھاتہ کے درمیان وہی تناسب قائم ہے جو پہلی سطر میں ظاہر کیا گیا ہے جس کی وجہ ہمارا یہ مفروضہ ہے کہ جب بنکوں میں نیا سرمایہ جمع کیا جاتا ہے تو دونوں کھاتوں میں ساٹھ اور چالیس کی نسبت سے جمع کیا جاتا ہے۔ اگر اس مفروضہ کو ترک کر دیا جائے تو بھی رسد زر میں توسیع کے عمل کی نوعیت نہیں تبدیل ہو گی۔ نقد محفوظ اب بھی دس ہزار ہے۔ چونکہ عوام کی طلب نقد کو ہم ایک حالت پر قائم فرض کر رہے ہیں اور بنکوں کے نقد میں مرکزی بنک کے کسی اقدام کے سبب کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔ لہذا اس مقدار میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی۔ البتہ اب یہ نقد محفوظ کھاتوں میں بڑھی ہوئی میزان کا صرف نو فی صد ہے۔ قرض دیا ہوا سرمایہ اب بھی قرض کھاتہ کا نصف ہے جیسا کہ ضابطہ کا تقاضا ہے۔ مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بلکہ اس میں ہونے والا فی صد اضافہ قرض سرمایہ میں ہونے والے فی صد اضافہ سے زیادہ ہے۔ نسبت نقد محفوظ

میں کمی کے سبب بنک کو نسبتاً زیادہ سرمایہ کے کاروباری استعمال کا موقع ملتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زر کی رسد میں اضافہ کا یہ طریقہ بنکوں کے منافع میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے۔

دوسری سطر اور پہلی سطر کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ زر کی رسد میں دس ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ دس ہزار کے بقدر نئے زر کی تخلیق یعنی بنکوں کے کھاتوں میں دس ہزار کے اضافہ کا سبب ہوا ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غیر سودی نظام بنک کاری میں مرکزی بنک کریڈٹ میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی کا طریقہ اختیار کر سکے گا۔ یہ ایک موثر آلہ ہے جسے استعمال کر کے مرکزی بنک زر کی مجموعی رسد کو قابو میں رکھ سکے گا۔

۲۔ نسبت استقراض میں تبدیلی

عوام اپنے زر کا ایک چھوٹا حصہ نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور باقی حصہ بنکوں میں رکھتے ہیں۔ دونوں حصوں کے درمیان نسبت کا انحصار کسی ملک میں عوام کی عادات، بنکوں کی کارکردگی اور دوسرے مستقل اسباب و عوامل پر ہے لیکن چند عارضی اسباب و عوامل کے سبب یہ نسبت عارضی طور پر کم و بیش بھی ہوتی رہتی ہے۔ تیوہاروں کے موقع پر، یا موسم میں تبدیلی کے دنوں میں عوام کو اپنے بڑھے ہوئے اخراجات کے لیے زیادہ نقد کی ضرورت پڑتی ہے بڑی تعطیلات میں سفر کے لیے وہ اپنے پاس عام دنوں سے زیادہ نقد رکھنا چاہتے ہیں۔ کاروباری اداروں کو تنخواہیں اور اجرتیں تقسیم کرنے کے لیے مہینہ کی

بعض تاریخوں پر زیادہ نقد کی ضرورت پڑتی ہے۔ نقد کی طلب میں ان اضافوں کا ماضی کے تجربہ اور حالات کے تجزیہ کی روشنی میں پہلے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان اسباب کے علاوہ بعض اوقات ملک کے سیاسی اور معاشی حالات میں تبدیلی یا تبدیلی کے اندیشہ کی وجہ سے عوام کی نفسیات پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ ان کی طلب نقد بڑھ جاتی ہے۔ بعض حالات میں ان کی طلب نقد کم بھی ہوسکتی ہے۔ اس طرح کی تبدیلیوں کا پہلے سے اندازہ لگانا دشوار ہے۔ ایسے ادوار برابر آتے رہتے ہیں جن میں عوام اپنے زر کا پہلے سے کم یا زیادہ حصہ نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ جہاں تک نقد کی طلب میں کمی، یا نقد کی طلب میں مستقل اضافوں کا سوال ہے ان سے پیدا ہونے والی صورت حال کا علاج مرکزی بنک حصص کی خرید و فروخت کا طریقہ اختیار کرکے کرتا ہے جس پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں ہماری توجہ صرف اس صورت حال پر مرکوز ہے جو عوام کی طلب نقد میں عارضی طور پر اضافہ ہو جانے سے رونما ہوتی ہے۔ نظام بنک کاری کے کامیابی کے ساتھ چلائے جاتے اور اس نظام پر عوام کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے ادوار میں ان کی طلب نقد پوری کی جاتی رہے۔

جیسا کہ اوپر کے مباحث سے ظاہر ہے، بنکوں کے پاس عوام کے زر کا جو حصہ جمع ہے اس کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ یعنی ہماری مثال کے مطابق دسواں حصہ نقد کی صورت میں ہوتا ہے۔ باقی ۹/۱۰ حصۂ زر صرف بنکوں کے رجسٹروں میں اندراجات کی صورت میں ہوتا ہے۔ عام حالات میں بنکوں کے پاس

روزمرہ جمع کیا جانے والا نقد اداران کی اپنی نقد تحویل اس بات کے لیے کافی ہوتی ہے کہ عوام اپنے کھاتوں سے جو رقمیں نقد کی صورت میں نکالنا چاہیں وہ انھیں ادا کی جاتی رہیں۔ لیکن جب عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب کھاتوں سے رقمیں نکالنے کی رفتار معمول سے زیادہ ہو اور کھاتوں میں نقد رقمیں جمع کرنے کی رفتار معمول سے کم ہو تو بنکوں کے لیے عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہوگی جب انھیں کسی ذریعہ سے مزید نقد حاصل ہو۔

اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عام بنک نقد ریزرو کے علاوہ اپنے اثاثے کا ایک حصہ ایسی صورتوں میں رکھیں گے جن کو بلا تاخیر نقد میں تبدیل کیا جاسکتا ہو۔ مثلاً ایسے قرضے جو عندالطلب قابلِ واپسی ہوں، یا جن کی میعاد پوری ہو رہی ہو یا ایسے حصص جنھیں بغیر نقصان کے اندیشے کے کسی وقت بھی فروخت کیا جاسکتا ہو۔ لیکن ان اثاثوں کے ذریعہ کسی ایک بنک کے لیے تو یہ ممکن ہے کہ وہ نقد کی ضرورت پڑنے پر نقد حاصل کرسکے مگر تمام بنکوں کے لیے ایک ساتھ ایسا کرنا ممکن نہیں۔ اگر تمام بنک عندالطلب قرضوں کو واپس طلب کرنے لگیں یا حصص فروخت کرنے لگیں تو، چونکہ عوام اپنی بڑھی ہوئی طلب نقد کے پیش نظر نظام بنک کاری کو حصص کے عوض نقد فراہم کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے، ان کے کھاتوں میں کمی لازم آئے گی اور نقد حاصل کرنے کی کوشش نقد ملنے کی بجائے زر کی رسد میں تخفیف پر منتج ہوگی۔

تمام بنکوں کو مزید نقد ملنے کی صورت صرف یہ ہوسکتی ہے کہ مرکزی بنک انھیں مزید نقد فراہم کرے۔ استقراض کا ضابطہ اس لیے تجویز کیا گیا ہے کہ زیرغور

صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عام بینکوں کو مرکزی بنک سے نقد مل سکے۔ مرکزی بنک عام بنکوں کو حسب ضرورت نقد فراہم کر کے ان کے کاروبار کو سکڑنے اور زر کی رسد کو کم ہونے سے بچا سکے گا۔ اگر مرکزی بنک ایسا نہ کرے تو زر کی مجموعی رسد عوام کی طلب نقد میں کمی بیشی کے سبب غیر معمولی تلاطم کا شکار ہوتی رہے گی، ظاہر ہے کہ زر کی رسد کا عدم استقرار پوری معیشت کے لیے جن تباہ کن اثرات کا حامل ہے ان کے پیش نظر یہ بات انتہائی غیر دانشمندانہ ہوگی کہ اسے عوام کی نفسیاتی کیفیتوں میں تبدیلی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ زر کی بابت معقول اور موزوں پالیسی یہ ہے کہ اس کی رسد میں کمی بیشی کاروبارِ معیشت کی عملی ضروریات کے مطابق مرکزی بنک کی زیرِ نگرانی عمل میں آئے۔ اتفاقی امور پر نہ منحصر ہو۔

مرکزی بنک بنکوں کو حسب ضرورت مزید نقد فراہم کر کے عوام کے لیے یہ ممکن بنا دے گا کہ وہ اپنے زر کا جو حصہ بھی نقد یعنی سکوں اور کرنسی نوٹ کی صورت میں اپنے پاس رکھنا چاہیں رکھیں۔ پوری معیشت کے نقطۂ نظر سے صرف یہ تبدیلی عمل میں آئے گی کہ اب تک جو زر رجسٹروں میں اندراجات کی صورت میں تھا اس کا ایک حصہ کرنسی نوٹ کی صورت اختیار کر لے گا۔ صورت کی اس تبدیلی کے علاوہ زر کی مجموعی رسد میں مقدار کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ بنکوں کو مرکزی بنک سے جو نیا نقد ملے گا وہ عوام کو منتقل ہو جائے گا اور ان کے کھاتوں میں اسی قدر کمی واقع ہو جائے گی۔ بظاہر بنکوں کے کھاتوں میں کمی سے زر کی رسد کم ہوگی لیکن یہ کمی حقیقی کمی نہیں ہے۔ کیونکہ کھاتوں میں کمی کے بقدر زرِ نقد کی صورت

میں عوام کے درمیان گردش کر رہا ہوگا۔

مرکزی بنک کو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ ضابطۂ استقراض کے تحت اس سے اتنا ہی قرض حاصل کیا جائے جتنا عوام کی طلب نقد پوری کرنے کے لیے ضروری ہو۔ اس ضابطہ کو نیا نقد حاصل کر کے کاروباری طبقہ کو مزید سرمایہ فراہم کرنے کی بنیاد نہ بنایا جائے۔ یہ اہتمام بنکوں کے حسابات کی مناسب نگرانی کے ذریعہ بآسانی ممکن ہے۔ دوسری طرف اسے اس بات کا بھی اہتمام کرنا ہوگا کہ نافذ نسبت استقراض کے تحت بنک جو زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کر سکتے ہیں وہ اگر عوام کی طلب نقد کی تکمیل کے لیے کافی نہ ہو تو اس میں مزید اضافہ کرتا رہے۔ تا آنکہ یہ ضرورت پوری ہو جائے۔ چونکہ مرکزی بنک کرنسی نوٹ جاری کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ لہٰذا اسے ایسا کرنے میں کوئی زحمت نہ پیش آئے گی۔ عوام کو اس بات کا پورا موقع ملنا چاہیے کہ وہ اپنے زر کے جس حصے کو کرنسی نوٹ کی شکل میں رکھنا پسند کریں رکھیں۔ جب تک نئے نوٹ کریڈٹ میں توسیع کا ذریعہ نہ بنیں بنکوں کے کھاتوں کے نوٹ کی شکل اختیار کر لینے سے افراطِ زر کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

مرکزی بنک کے دیئے ہوئے قرضے عارضی ہوں گے جن کو عوام کی طلب نقد کے معمول پر واپس آنے پر لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر طلب نقد میں کسی غیر معمولی اضافہ کے پیش نظر نسبت استقراض میں اضافہ ضروری سمجھا گیا تھا تو اس بحرانی دور کے گزر جانے کے بعد نسبت استقراض اپنی سابق سطح پر واپس لائی جا سکتی ہے۔ اس طرح مرکزی بنک اس آلہ کو بنکوں کی نقدیت بحال رکھنے اور

ان پر عوام کا اعتماد قائم رکھنے کے لیے موثر طور پر استعمال کر سکے گا۔

غیر معمولی حالات میں نسبت استقراض میں کمی کو زر کی رسد میں توسیع کے عمل کو روکنے یا اس میں تخفیف عمل میں لانے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے ساتھ معیشت میں افراط زر کا رجحان بھی ظاہر ہو تو ایسا کرنا مناسب ہوگا۔ فرض کیجیے کہ عام بنکوں کو اس ضابطہ کے تحت جتنا قرض مل سکتا تھا اتنا انھوں نے لے رکھا ہے مگر عوام کی طلب نقد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مرکزی بنک نسبت استقراض میں اضافہ سے انکار کر دے یا اس میں کچھ کمی کر دے تو عام بنکوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مزید نقد حاصل کرنے کے لیے حصص فروخت کریں اور کاروباری فریقوں سے سرمایہ واپس لیں۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے اس اقدام کے نتیجے میں زر کی رسد میں تخفیف عمل میں آنا ناگزیر ہے۔ نہ صرف یہ کہ کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینا بنکوں کے لیے نقد حاصل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا بلکہ ان کے قرض کھاتہ کی مقدار میں کمی اس قرض کی مقدار میں مزید کمی کا باعث بنے گی جو ان کو مرکزی بنک سے مل سکتا ہے اس طرح مرکزی بنک نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی کے بغیر زر کی رسد میں تخفیف عمل میں لا سکے گا۔ البتہ تخفیف کا یہ آلہ صرف ان حالات میں موثر ہوگا جب عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب بنکوں کی نقدیت پر دباؤ پڑ رہا ہو۔

کسی نظام بنک کاری کے کامیابی کے ساتھ چلنے کے لیے ضروری ہے کہ عام بنکوں کو ضرورت پڑنے پر کسی ذریعہ سے بلا تاخیر نقد مل سکے اور یہ ذریعہ مرکزی

بنک ہی ہو سکتا ہے۔ معاصر سودی نظام میں عام بنک مرکزی بنک سے براہ راست سودی قرضے لیتے ہیں یا اسی مقصد تمسکات کے بازار (BILL MARKET) کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں[1]۔ مرکزی بنک عام بنکوں کو قرض دینے کے لیے ہمیشہ آمادہ رہتا ہے مگر قرض لینے والوں کی ہمت شکنی کے لیے شرح سود میں اضافہ کر سکتا ہے۔ چونکہ مرکزی بنک ان قرضوں سے متعلق شرح سود اونچی رکھتا ہے اور بازار میں شرح سود عام طور پر مرکزی بنک کی مقرر کردہ شرح سود سے زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا اس شرح سود میں مزید اضافہ عام شرح سود میں مزید اضافہ کا

---

[1] یہ طریقہ بالخصوص انگلستان میں رائج ہے۔ بعض ادارے سرکاری تمسکات کی خرید و فروخت اور بعض اعلیٰ درجہ کے نجی تمسکات کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ اس کاروبار کے لیے سرمایہ وہ عام بنکوں سے عندالطلب واپسی کے وعدہ پر حاصل کرتے ہیں مرکزی بنک ان اداروں سے ان تمسکات کو خریدنے یعنی مقرر شرح سود کے مطابق منہائی (DIS COUNT) کے ساتھ ان کے عوض نقد فراہم کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ جب بنکوں کو نقد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ ان کاروباری اداروں کو دیئے ہوئے قرضے واپس طلب کرتے ہیں۔ ان قرضوں کی ادائیگی کے لیے تمسکات کا کاروبار کرنے والے ادارے مرکزی بنک کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے ان تمسکات کے عوض، (منہائی کے ساتھ) سرمایہ حاصل کر کے بنکوں کے قرضے ادا کرتے ہیں۔ امریکہ میں عام بنک مرکزی بنک کے قرضے، یعنی فیڈرل فنڈز، براہ راست "خرید" سکتے ہیں۔ بعض دوسرے ممالک مثلاً فرانس اور جرمنی میں عام بنک مرکزی بنک سے مقررہ شرح سود پر قرض حاصل کر سکتے ہیں۔

سبب بن کر بنکوں سے قرض کی طلب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ مرکزی بنک اپنی شرح سود میں اضافہ کو زر کی رسد میں تخفیف کے لیے آلہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس کے برعکس جب مرکزی بنک کریڈٹ کی فراہمی کو آسان اور سستا بنانا چاہتا ہے تو وہ اپنی شرح سود میں کمی کر دیتا ہے۔ ہمارے تجویز کردہ ضابطہ کے تحت مرکزی بنک کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ بنکوں کو مرکزی بنک سے مل سکنے والے قرض میں حسب ضرورت کمی بیشی کر سکے۔ لیکن اس کا اثر کاروباری طبقہ کو سرمایہ کی فراہمی کی شرائط پر نہ پڑے گا کیونکہ یہ سرمایہ نفع میں شرکت کے اصول پر فراہم کیا جائے گا نہ کہ کسی متعین شرح سود پر۔

متعدد اسباب و عوامل کی بنا پر، جن کی تفصیل میں جانا یہاں مناسب نہیں، مرکزی بنک کی جانب سے شرح سود میں اضافہ دورِ جدید میں یہ اثر دکھلانے میں ناکام ثابت ہوا ہے کہ سرمایہ کاری کی مقدار اور رفتار میں نمایاں کمی واقع ہو جائے جب سرمایہ کاری سے متوقع منافع کی شرح بہت اونچی ہو تو شرح سود میں ایک یا دو فی صد کے اضافے سے سرمایہ کی طلب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اب متعدد ممالک میں یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا ہے کہ مرکزی بنک عام بنکوں کے لیے قرض کی آخری حد یا کوٹا مقرر کر دیتا ہے[1]۔ ہمارا تجویز کردہ ضابطۂ استقراض بھی عملاً اسی طریقہ

[1] یہ طریقہ آسٹریا، بلجیم، کولمبیا، کوسٹاریکا، فرانس، مغربی جرمنی، نیکاراگوا، اور پیرو میں اختیار کیا گیا ہے اور اب اس کا رواج بڑھ رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

PETER G. FOUSEK: FOREIGN CENTRAL BANKING. P. 19
FEDERAL RESERVE BANK OF NEWYORK, 1957.

کے مرادف ہے۔

زر کی بابت پالیسی کا اصل مقصد یہ ہے کہ زر کی رسد کو افراط و تفریط سے بچاتے ہوئے کاروبار اور سرمایہ کاری کی حقیقی ضروریات کے مطابق رکھا جائے۔ یہ بات کہ کسی شعبہ میں سرمایہ کاری سے کس شرح نفع کی توقع ہو تو اسے جاری رکھا جائے، زر کی بابت پالیسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، اس کا فیصلہ کاروباری طبقہ کو اور اجتماعی مفاد کے پہلو سے حکومت کو کرنا ہوگا۔ زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کے لیے شرح سود میں اضافہ عملاً اس امر کا اعلان ہے کہ جس دائرۂ کاروبار میں اس بڑھی ہوئی شرح سود سے زیادہ شرح کے ساتھ نفع کی توقع نہ ہو اس میں سرمایہ کاری نہ کی جائے، یہ ایک بے جا مداخلت ہے جس کا زر کی بابت پالیسی کے مقاصد سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا تجویز کردہ نظام سود سے پاک ہونے کے سبب اس خرابی سے پاک ہوگا۔

۳۔ نسبت استقراض کا ترجیحی استعمال:

ہر بنک یہ چاہے گا کہ وہ ضرورت پڑنے پر مرکزی بنک سے زیادہ سے زیادہ قرض حاصل کر سکے۔ کیونکہ اس قرض پر اسے کوئی سود نہ دینا ہوگا اور اس کے ذریعہ اسے اپنی نقدیت مستحکم رکھنے کا موقع ملے گا۔ اب اگر مرکزی بنک یہ اعلان کرے کہ وہ کسی مخصوص صنعت کو دیے جانے والے قرضوں یا اس سے متعلق بھنائی جانے والی ہنڈیوں کے بالمقابل چالیس فی صد قرض دے گا۔ جب کہ عام قرضوں کے سلسلہ میں یہ نسبت ۲۵ فی صد ہے تو بنکوں کے اندر

اس صنعت سے متعلق کاروباری فریقوں کو زیادہ قرضے دینے کا رجحان پیدا ہوگا۔ اس کے برعکس اگر مرکزی بنک کسی مخصوص کاروبار کیلئے دیئے ہوئے قرضوں کے لیے نسبت استقراض کو عام نسبت استقراض سے کم، مثلاً پندرہ فی صد کر دے تو بنک اس کاروبار کے لیے قرض دینے سے گریز کریں گے۔ اوپر ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ کاروباری فریقوں کو قرض دینے کے سلسلے میں بنکوں کو کسی حد تک ترک و اختیار کی آزادی ملنی چاہیے۔ اس بنا پر امید کی جاتی ہے کہ مختلف صنعتوں کو دیے جانے والے قرضوں کے بالمقابل استقراض کی نسبتیں مختلف رکھ کر مرکزی بنک اس امر کا اہتمام کر سکے گا کہ بعض صنعتوں کو قرض کی رسد زیادہ ہو اور بعض صنعتوں کو قرض کی رسد کم ہو۔

کسی صنعت کے لیے قرض کی رسد میں اضافہ اور قرض حاصل کرنے میں سہولت اس صنعت میں سرمایہ کاری کو آگے بڑھائے گی۔ اگرچہ یہ قرضے چھوٹی مدتوں کے لیے ہوں گے مگر اس بات کا علم کہ کسی صنعت کے لیے قرض ملنا زیادہ سہل ہے اس صنعت کے لیے طویل المیعاد سرمایہ کی رسد میں (جو شرکت یا مضاربت کے اصول پر حاصل کیا جا سکے گا) اضافہ کا سبب بنے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کاروبار کے لیے قصیر المیعاد قرضوں کا یہ سہولت میسر آنا اس کی نفع آوری میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس کاروبار کے جس دائرہ میں قرض ملنا دشوار ہوگا اس میں طویل المیعاد سرمایہ بھی کم لگایا جائے گا۔

جو بات ہم نے قرض کے سلسلے میں لکھی ہے وہی ان تجارتی ہنڈیوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو بنک کے ذریعے بھنائی جائیں گی۔ ہنڈی بھنانا قرض لینے کے

ہم معنیٰ ہے۔ بنک کاروباری فریقوں کی جو ہنڈیاں بھنائیں گے ان کی ضمانت پر وہ مرکزی بنک سے استقراض کے ضابطے کے تحت قرض حاصل کر سکیں گے۔ مرکزی بنک مختلف قسم کی ہنڈیوں کے لیے استقراض کی مختلف نسبتیں وضع کر کے اس بات کا اہتمام کر سکے گا کہ کاروبار کے بعض دائروں میں ہنڈیاں بھنانا زیادہ آسان ہو اور بعض دائروں میں نسبتہً دشوار ہو۔ کاروبار کے جس دائرہ میں ہنڈیاں بھنانا آسان ہوگا اسے وسعت حاصل ہوگی اور جس دائرہ میں ہنڈیاں بھنانا دشوار ہو وہ محدود ہوگا۔

نسبتِ استقراض کا ترجیحی استعمال مرکزی بنک کے لیے معیشت کے منتخب دائروں میں کریڈٹ میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے ایک موثر آلہ کا کام کرے گا۔ یہی کام دورِ جدید کے بعض ممالک میں مختلف قسم کے تمسکات کی منہائی کے لیے مختلف شرحیں مقرر کر کے یا بنکوں کی جانب سے مختلف مقاصد کے لیے حاصل کیے جانے والے قرضوں کے لیے سود کی مختلف شرحیں مقرر کر کے لیا جاتا ہے[1]

اگر مرکزی بنک یہ چاہتا ہو کہ کسی مخصوص صنعت کے لیے مزید قرضے نہ دیئے جائیں تو وہ ایک مقررہ تاریخ کے بعد اس صنعت سے متعلق قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض صفر ہونے کا اعلان کر سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ

---

[1] PETER G. FOUSEK: FOREIGN CENTRAL BANKING. P.20 and pages, 70, 71.

میں وہ ان قرضوں کے بالمقابل کچھ بھی قرض نہ دینے کا اعلان کر دے گا چونکہ بنکوں کو قرض دینے سے (سود کی شکل میں) کوئی آمدنی نہ ہوگی۔ لہٰذا نسبت استقراض صفر ہونے کی صورت میں ان کے لیے قرض دینے کا کوئی قوی محرک نہ باقی رہے گا۔

صفر نسبت استقراض کی انتہائی مثال کے مقابلہ میں صد فی صد نسبت استقراض پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی وقت کسی صنعت یا کاروبار کی غیر معمولی ہمت افزائی اور تیز رفتاری کے ساتھ توسیع مقصود ہو تو اس کو دیئے جانے والے قرضوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت صد فی صد ہونے کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ اُمید کی جاتی ہے کہ اس صنعت کو قرض سرمایہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ رسد کے لامحدود ہونے کے باوجود چونکہ یہ قرض چھوٹی مدت کے لیے دیئے جائیں گے لہٰذا ان کی طلب بڑی حد تک اس بات پر منحصر ہوگی کہ اس دائرہ میں طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لیے کتنے وسائل کام میں لائے جا رہے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ اگر مرکزی بنک کسی دائرے کے لیے قرض کی رسد کو محدود کرنے یا اس رسد میں اضافہ کرنے میں مذکورہ بالا طریقے استعمال میں لا کر پوری طرح کامیاب نہ ہو تو وہ اس مقصد کے تحت بنکوں کو موزوں احکام و ہدایات بھی جاری کر سکے گا لیکن یہ غیر معمولی حالات میں اختیار کیا جانے والا آخری چارۂ کار ہوگا۔

نسبتِ استقراض کے ترجیحی استعمال کو حکومت کو دیے جانے والے قرضوں کی رسد میں اضافہ کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکے گا۔ یہی طریقہ

صارفین (CONSUMERS) کو قرضوں کی فراہمی کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ان نکات کی وضاحت آئندہ ابواب میں کی جائے گی۔

۴۔ تجارتی حصص کی خرید و فروخت:

مذکورہ بالا ضابطہ استقراض کے تحت بنکوں کو نئے نقد کی فراہمی کا انحصار بنکوں کی جانب سے نقد کے مطالبہ پر ہے، مرکزی بنک انھیں اسی وقت قرض دے گا جب ان کی جانب سے قرض طلب کیا جائے۔ مزید برآں، جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ اس ضابطہ کے تحت نقد کی فراہمی یا فراہم کردہ نقد کی واپسی زر کی مجموعی رسد میں تبدیلیوں کا سبب، عام حالات میں نہ بن سکے گی۔ مرکزی بنک کی زر کی بابت پالیسی کو موثر اور مکمل بنانے کے لیے ایک ایسے آلہ کی بھی ضرورت ہے جس کو استعمال کر کے وہ نظام بنک کاری کو حسب مرضی نقد فراہم کر سکے، یا ان سے نقد واپس لے سکے اور اس کے ان اقدامات کا زر کی رسد پر بھی پورا اثر مرتب ہو۔ سود پر مبنی نظام میں مرکزی بنک یہ مقصد تھوڑی مدت کے سودی تمسکات کی خرید و فروخت سے حاصل کرتا ہے۔ یہ تمسکات سرکاری خزانہ کی جانب سے تھوڑی مدت کے لیے قرض لینے کے لیے جاری کیے جاتے ہیں۔ غیر سودی معیشت میں ان سودی تمسکات کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اس نظام میں یہی مقصد حکومت کے جاری کردہ تجارتی حصص کی خرید و فروخت سے حاصل کیا جائے۔ ان حصص کی نوعیت اگلے باب میں واضح کی جائے گی۔ یہاں ہم صرف یہ واضح کریں گے کہ

حکومت کے جاری کردہ حصص کی خرید و فروخت کو مرکزی بنک اپنا آلۂ کار کس طرح بنا سکتا ہے۔

حکومت قومی دائرہ کے کاروباری ... اداروں کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کے لیے شرکت کے اصول پر مبنی جو تجارتی حصص جاری کرے گی ان کی بھاری مقداریں عام بنکوں، دوسرے مالی اداروں، اور عام افراد کی ملکیت میں ہوں گی۔ اگر مرکزی .... بنک ان حصص کو خریدنے کا فیصلہ کرے تو وہ بازار کے نرخ پر، یا اس سے کچھ زیادہ دام پیش کر کے ان حصص کے مالکوں کو ان کی فروخت پر آمادہ کر سکے گا۔ حصص فروخت کرنے والوں کو مرکزی بنک سے ان حصص کی قیمت نقد کی صورت میں ملے گی۔ عوام کی اس عادت کی بنا پر کہ وہ اپنے سرمایے زیادہ تر بنکوں میں جمع رکھتے ہیں۔ یہ نقد بالآخر بنکوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ بنکوں کی تحویل میں فاضل نقد ظاہر ہونے اور اس نقد کا کاروباری استعمال عمل میں آنے پر زر کی رسد میں توسیع کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا اگر کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب موجود ہے تو پوری معیشت میں زر کی رسد اس سرمایہ سے کئی گنا بڑھ سکتی ہے جو مرکزی بنک نے حصص کی قیمت کے طور پر حصص فروخت کرنے والوں کو دیا تھا۔ حصص کی خریداری زر کی رسد میں توسیع عمل میں لانے والا آلہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بنکوں کو نیا نقد ملتا ہے۔

اگر مرکزی بنک نے کچھ حصص براہ راست حکومت سے خریدے ہوں تو بھی بالآخر یہی نتیجہ ظاہر ہو گا کیونکہ حکومت اس سرمایہ کو قومی دائرہ کے کاروباری اداروں میں سرمایہ کاری کے لیے استعمال کرے گی جس سے اجرتوں، تنخواہوں

اور کرایوں کی صورت میں آمدنیوں میں اضافہ ہو گا، جو بنکوں میں جمع کی جائیں گی۔

مرکزی بنک ہر وقت ان حصص کی ایک معتدبہ مقدار اپنے پاس رکھے گا تاکہ جب وہ زر کی رسد میں تخفیف کرنا چاہے تو ان حصص کی فروخت کو بنکوں سے نقد واپس لینے کا ذریعہ بنا سکے۔ مرکزی بنک بازار کے نرخ پر یا اس سے کچھ کم دام پر حصص فروخت کرنے میں ہمیشہ کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ بنک دوسرے مالی ادارے اور عام اصحابِ سرمایہ ان حصص کے ذریعہ نفع حاصل کرنے کے لیے انہیں مناسب داموں پر خریدنے پر آمادہ ہوں گے۔ جو بنک یا اصحاب سرمایہ حصص خریدیں گے انھیں مرکزی بنک کو نقد دام ادا کرنا ہو گا۔ جس سے بنکوں کی نقد تحویل میں کمی ہو گی۔ اگر خریدار بنک ہے تو اس کمی کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اگر خریدار کوئی ادارہ یا فرد ہے تو وہ دام ادا کرنے کے لیے بنک کے کھاتہ میں جمع سرمایہ نکالے گا، یا اسے چک کے ذریعہ مرکزی بنک کی طرف منتقل کرے گا بنکوں کی نقد تحویل میں کمی سے زر کی رسد میں تخفیف کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگر اس عمل کے آغاز میں بنکوں کے پاس فاضل نقد نہیں تھا تو پوری معیشت میں زر کی رسد میں اس سرمایہ کی کئی گنا کمی واقع ہو جائے گی جو حصص کی قیمت کے طور پر مرکزی بنک کو ادا کیا گیا ہے۔ مرکزی بنک کی جانب سے حصص کی فروخت زر کی رسد میں تخفیف کا آلہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بنکوں کی نقد تحویل میں کمی واقع ہوتی ہے۔

جیسا کہ آئندہ باب میں واضح کیا جائے گا حکومت کے جاری کردہ حصص کے بازار نرخ کا انحصار اس سے حاصل ہونے والی شرح نفع کے بارے

میں توقعات یا اندیشوں پر ہو گا۔ اگرچہ ان اندازوں کی تبدیلی کے ساتھ نرخ کا کم و بیش ہوتے رہنا کسی حد تک ناگزیر ہے لیکن اجتماعی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ بے بنیاد اندیشوں یا بے بنیاد توقعات کی بنا پر اور سٹّہ بازی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے ان نرخوں کو محفوظ رکھا جائے۔ مرکزی بنک یہ مقصد بھی ان حصص کی خریداری یا فروخت کا بروقت اقدام کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے زیر نگرانی چلائے جانے والے کاروباری اداروں کی کارکردگی اور ان کے نفع نقصان کے ایسے اندازوں سے جو حتی الامکان واقعی حسابات پر مبنی ہوں مرکزی بنک کو برابر آگاہ کرتی رہے۔ مرکزی بنک ان حسابات کی روشنی میں حکومتی حصص کے بازار نرخ پر نگاہ رکھے گا جب اسے ان حصص کے دام اس حد سے زیادہ نیچے گرتے نظر آئیں گے جس حد تک ان کو صحیح اندازے کے مطابق گرنا چاہیے تو وہ ان حصص کی بازار نرخ پر خریداری کا اقدام کرے گا۔ حصص کی طلب میں اضافہ ان کے نرخ کو گرنے سے بچائے گا۔ اسی طرح جب مرکزی بنک کو حصص کے دام حدِ اعتدال سے زیادہ بڑھتے نظر آئیں تو وہ بازار نرخ پر حصص فروخت کر کے حصص کے طلب گاروں کی طلب پوری کر دے گا۔ رسد میں اس اضافہ سے دام بڑھنے کا رجحان ختم ہو جائے گا۔ حصص کی خریداری اور فروخت کے ذریعے مرکزی بنک ان کے نرخوں کو غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھے گا تاکہ اصحاب سرمایہ اور بنک حصص میں سرمایہ لگانے کو سرمایہ کے نفع آور استعمال کا نسبتہً محفوظ طریقہ سمجھ سکیں اور حکومت کے لیے نفع میں شرکت کے اصول پر عوام سے سرمایہ حاصل

کرنا آسان ہو جائے۔

معاشی ترقی اور کاروبار کی توسیع کے ساتھ ملک میں زر کی رسد میں مسلسل اضافہ ہوتے رہنا ناگزیر ہے۔ زر کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لیے ضروری ہے کہ عام بنکوں کو مناسب رفتار سے نیا نقد فراہم کیا جاتا رہے۔ ہمارے مجوزہ نظام میں عام بنکوں کو نیا نقد ملنے کا ذریعہ مرکزی بنک کی جانب سے حکومتی حصص کی خریداری ہے۔ روزمرّہ خرید و فروخت سے قطع نظر، عرصۂ طویل میں حصص کی خریداری کی رفتار کو حصص کی فروخت کی رفتار سے زیادہ رکھ کر مرکزی بنک عام بنکوں کی نقد تحویل میں اضافہ کرتے رہنے کا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ قومی دائرہ کا کاروبار وسعت پذیر ہو گا اور حکومت کی جانب سے نئے حصص جاری کیے جاتے رہیں گے۔ لہٰذا عرصۂ طویل میں ان حصص کی رسد میں بھی مسلسل اضافہ متوقع ہے۔

اوپر کی بحث سے حصص کی خرید و فروخت کے تین مقاصد سامنے آئے ہیں۔ عرصۂ طویل میں زر...... کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لیے بنکوں کو نیا نقد فراہم کرتے رہنا، حکومتی حصص کے نرخوں کو غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے بچا کر ان میں یک گونہ استقرار پیدا کرنا، زر کی رسد میں حسب مرضی توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے بنکوں کو نیا نقد دینا یا ان سے نقد واپس لینا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں مقاصد کا ہر حالت میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہنا ضروری نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک مقصد کے لیے حصص کی خریداری مناسب ہو مگر دوسرے مقصد کا یہ تقاضا ہو کہ حصص فروخت کیے جائیں۔ ایسی صورت میں تضاد کا حل یہ ہو گا کہ مرکزی بنک حصص

کی خریداری یا فروخت کے ساتھ نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی کا اقدام یا نسبت استقراض میں تبدیلی کا اقدام بھی اس طرح کرے کہ دونوں یا تینوں مقاصد بیک وقت حاصل کیے جا سکیں۔ اگر ضرورت ہو تو وہ اس تضاد کو دور کرنے کے لیے کوئی دوسرا راست اقدام بھی کر سکتا ہے۔ ذیل میں اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا جائے گا۔

فرض کیجیے کہ بازار کے بعض بے بنیاد اندیشوں کے سبب حصص کے نرخ گر رہے ہیں اور مرکزی بنک اس صورت حال کے علاج کے لیے حصص خریدنے کا اقدام کرتا ہے۔ لیکن وہ زر کی رسد میں کوئی اضافہ نہیں چاہتا۔ ایسی صورت میں اسے حصص کی خریداری کے ساتھ نسبت نقد محفوظ میں اتنا اضافہ کر دینا چاہیے کہ بنکوں کو جو نیا نقد ملے وہ زر کی رسد میں توسیع کا ذریعہ نہ بن سکے۔ فرض کیجیے کہ ایسی صورت حال میں مرکزی بنک زر کی رسد میں تخفیف چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں نسبت نقد محفوظ میں نسبتہً زیادہ اضافہ کرنا ہوگا تاکہ نیا نقد حاصل ہونے کے باوجود بنکوں کو کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور کیا جا سکے۔

حصص کے نرخ میں استقرار پیدا کرنے اور زر کی رسد میں کمی بیشی چاہنے کے مقاصد کو ایک ساتھ حاصل کرنے کی دوسری مثالوں کو اسی مثال پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک بنکوں کو نقد کی رسد میں مسلسل اضافہ کا تعلق ہے وہ عرصۂ طویل سے تعلق رکھنے والا مقصد ہے جسے عرصۂ مختصر کے مصالح کا تحفظ عمل میں لاتے ہوئے حاصل کرنا چنداں دشوار نہ ہوگا۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ بھی مناسب ہوگا کہ معیشت میں نقد کی مقدار میں اضافہ مرکزی بنک کے علاوہ خود

حکومت بھی اپنے بعض اقدامات کے ذریعہ کر سکتی ہے۔ مرکزی بنک کی جانب سے حصص کی خریداری اس مقصد کے حاصل کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے۔[1]

اس تضاد سے بچنے کے لیے ہم یہ بھی تجویز کریں گے کہ زر کی رسد میں کمی بیشی کے لیے زیادہ تر انحصار نسبت ریزرو کی تبدیلی پر کیا جائے نہ کہ حصص کی خرید و فروخت پر۔ زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کے لیے حصص کی خرید و فروخت کا اقدام ان غیر معمولی حالات میں کیا جائے جب نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی اس مقصد کے لیے کافی نہ نظر آئے، یا جب مطلوبہ مقصد کو کم سے کم عرصے میں حاصل کر لینا ضروری ہو۔ مثلاً افراط زر کی جانب شدید رجحان کی فوری روک تھام کے لیے ——— آج بھی دنیا کے بہت سے ممالک میں زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کے لیے زیادہ تر انحصار نسبت ریزرو میں تبدیلی پر کیا جاتا ہے نہ کہ تمسکات کی خرید و فروخت پر۔ ان ممالک میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جیسے ترقی یافتہ ممالک بھی شامل ہیں۔[2]

---

[1] حکومت مرکزی بنک سے قرض حاصل کر کے اپنے اخراجات پورے کرے تو معیشت میں نقد کی مقدار میں اضافہ ہوگا۔ اس نکتہ پر اگلے باب میں مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔

[2] COMMISSION ON MONEY AND CREDIT:

MONETARY MANAGEMENT صفحات ۹۵، ۱۰۴، ۱۱۵، اور ۱۱۸

R.S.SAYERS: CENTRAL BANKING. صفحہ ۱۱۲ اور صفحہ ۱۳۰

PETER G. FOUSEK: FOREIGN CENTERAL BANKING. P. 53

فرانس، اٹلی اور ناروے میں بھی مرکزی بنک بڑے پیمانہ پر سرکاری تمسکات کی خریداری کا طریقہ نہیں اختیار کرتے۔ ECONOMIC POLICY OF OUR TIME. Vol I, p. 70

AMSTERDAM. 1964.

مناسب ہوگا کہ آخر میں مختصراً وہ وجوہ بھی بیان کر دیئے جائیں جن کی بنا پر ہم مرکزی بنک کے لیے صرف حکومت کے جاری کردہ حصص کی خرید و فروخت تجویز کر رہے ہیں۔ اگرچہ بازار میں نجی دائرہ سے متعلق تجارتی حصص کی بھی بھاری مقدار موجود ہوگی۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مرکزی بنک کے پیش نظر مقاصد کے لیے وہ حصص زیادہ موزوں ہوں گے جن کی قیمتیں کم تغیر پذیر ہوں۔ ہمارا خیال ہے کہ حکومتی حصص کے بازار نرخ میں عام حصص کے نرخ کے مقابلہ میں زیادہ استقرار پایا جائے گا۔ اس کی وجہ حکومت کی اونچی ساکھ اور قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کی نفع آوری کے سلسلے میں اس کی وہ پالیسی ہے جس پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مرکزی بنک کے پاس کوئی معیار نہ ہوگا جس کو بعض کاروباری اداروں کے جاری کردہ حصص کے انتخاب اور بعض کے ترک کی بنیاد بنایا جا سکے جب کہ مرکزی بنک کے بھاری تعداد میں حصص خریدنے سے متعلقہ کاروباری اداروں کو غیر معمولی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے نئے حصص جاری کرنا اور مزید سرمایہ فراہم کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس طرح بعض صنعتوں اور کاروباری اداروں کے ساتھ ترجیحی سلوک لازم آئے گا جس کے لیے کوئی معقول معاشی بنیاد ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت مرکزی بنک کسی کاروباری ادارہ کے حصص کی بھاری مقدار فروخت کرتا ہے تو ان حصص کے دام گر جانے اور اس ادارہ کے لیے مزید سرمایہ کی فراہمی دشوار ہو جانے کا امکان ہے۔ اس امتیازی سلوک کی کوئی معاشی بنیاد نہ ہوگی۔

یہ بات کہ مرکزی بنک عرصۂ طویل میں اس سے زیادہ حصص خریدے گا جتنے کہ

وہ فروخت کرے گا یہ معنی رکھتی ہے کہ وہ حکومت کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر سرمایہ کاری کے لیے مزید سرمایہ فراہم کرتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے ذریعہ قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کو اپنے پیداآور کاروبار میں توسیع عمل میں لانے کا موقع ملے گا۔ قومی دائرہ کے مفاد سے بالآخر پورے معاشرے کا مفاد وابستہ ہے اور اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کسی شہری کے لیے وجہ شکایت نہیں بن سکتا۔ قومی دائرہ کی صنعتوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کے لیے ایک فلاحی ریاست میں معقول معاشی بنیادیں موجود ہیں۔

۵۔ نسبتِ قرض میں تبدیلی:

مجوزہ نظام بنک کاری میں کاروباری افراد اور اداروں کو طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لیے بنکوں سے مضاربت اور شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل ہو سکے گا۔ لیکن جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے[۱] ۔ کاروبار کو سہولت کے ساتھ چلانے کے لیے چھوٹی مدتوں کے لیے عارضی طور پر کچھ سرمایہ درکار رہتا ہے۔ جس کے لیے مضاربت اور شرکت کے اصول، اس صنعتی دور میں، قابل عمل بنیاد نہیں فراہم کرتے۔ یہ ضرورت بنکوں سے چھوٹی مدتوں کے لیے قرض حاصل کر کے پوری کی جا سکے گی۔ حقیقت پسندانہ مفروضہ یہ ہے کہ اس سرمایہ کی طلب طویل المیعاد سرمایہ کاری کی مقدار پر منحصر ہے۔ اگرچہ کاروبار کے مختلف دائروں میں طویل المیعاد

---

[۱] چوتھا باب "بنک کے قرضے"

سرمایہ کاری اور قرض سرمایہ کی ضرورت کے درمیان نسبتیں مختلف ہوں گی. لیکن اوسطاً پوری معیشت کے لیے دونوں سرمایوں کے مابین نسبت دریافت کرنا ممکن ہوگا۔ چونکہ اس نسبت کا انحصار پیداوار کے طریقوں، مال کے ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے کے بارے میں عادات اور تیار شدہ مال کی فروخت کی رفتار وغیرہ پائدار اسباب وعوامل پر ہے لہذا اس کے جلد جلد تبدیل ہونے کا امکان کم ہوگا۔ مرکزی بنک کا ایک کام یہ ہوگا کہ ماضی کے تجربے اور حال کے تجزیے کی مدد سے اس نسبت کو دریافت کرے اور ایسی نسبت قرض متعین کرے جو کاروباری طبقہ کے لیے موزوں مقداروں میں قرض سرمایہ کی رسد کا اہتمام کرے۔ جب مرکزی بنک یہ محسوس کرے کہ طویل المیعاد سرمایہ کاری اور قصیر المیعاد قرضوں کے درمیان توازن نہیں قائم رہا جس کے سبب کاروبار تنگی میں مبتلا ہے تو اسے نسبت قرض میں مناسب تبدیلی کے ذریعے اس صورت حال کا علاج کرنا چاہیے۔

اگر معیشت میں قرض کی رسد طویل المیعاد سرمایہ کاری کی نسبت سے کم ہو اور کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض نہ پوری ہو رہی ہوں تو کاروباری عمل سست پڑ جائے گا۔ اپنی ناگزیر ضروریات کے پیش نظر کاروباری طبقہ مجبور ہوگا کہ طویل المیعاد سرمایہ کاری میں کمی کرے تاکہ سرمایہ کی ایک مقدار کو اس سے فارغ کرکے عارضی ضروریات کی تکمیل میں لگایا جاسکے۔ اجتماعی نقطۂ نظر سے یہ سرمایہ کے بہتر سے بہتر استعمال کے مطابق نہ ہوگا کہ جو ضرورت چند ہفتوں کے لیے سرمایہ حاصل کرکے پوری کی جاسکتی ہو اسے پورا کرنے کے لیے تین مہینے کی مدت کے لیے سرمایہ حاصل کیا جائے۔ ایسی صورت میں اگر مرکزی بنک نسبت قرض میں اضافہ کر دے تو

قرض سرمایہ کی رسد بڑھ جائے گی اگرچہ مضاربت سرمایہ کی رسد میں اسی قدر کمی بھی واقع ہو جائے گی۔ چونکہ قرض کی مدت مضاربت پر دیئے جانے والے سرمایہ کی مدت سے کم ہوگی لہذا اس سرمایہ کے الٹ پھیر (TURNOVER) کے ذریعہ زیادہ کام لیا جاسکے گا۔

قرض کی رسد کے اس کی طلب سے نمایاں طور پر کم ہونے کی علامت یہ ہوگی کہ بنکوں کے لیے قرض کے طلب گاروں کی ایسی ضروریات پوری کرنا بھی ممکن نہ ہو جن کو وہ اہم اور حقیقی ضروریات قرار دیتے ہوں اور قرض کی بہت سی درخواستوں کو رد کرنا ناگزیر ہو جاتا ہو۔ اس کے برعکس جب درخواستیں کم ہوں اور قرض دینے کے لیے رقم فراواں ہو، یا اس مد میں گنجائش کے پیش نظر بنک ایسے قرضے دینے پر مجبور ہو رہے ہوں جن کو وہ ناگزیر نہیں سمجھتے تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ نسبت قرض ضرورت سے زیادہ ہے، اس میں کمی کی جانی چاہیے۔ نسبت قرض میں کمی مضاربت سرمایہ کی رسد میں اضافہ کا سبب بنے گی جس سے معیشت میں مستقل اور طویل المیعاد سرمایہ کاری میں اضافہ ہوگا۔ قرض کی رسد کم ہوگی جس سے کاروباری طبقہ مجبور ہوگا کہ قرض سرمایہ کا کفایت شعارانہ استعمال عمل میں لائے۔

جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں یہ ضابطہ کہ بنکوں کے لیے اپنے قرض کھاتہ کا ایک متعین فی صد حصہ قرض کے طور پر دینے کے لیے آمادہ رہنا ضروری ہے۔ اس لیے تجویز کیا گیا ہے کہ سود کی حرمت کے باوجود کاروباری افراد اور اداروں کو چھوٹی مدتوں کے لیے قرض حاصل ہو سکے۔ جیسا کہ ہم آئندہ صفحات میں واضح کریں گے، اسی ضابطہ کے تحت حکومت اور صارفین (CONSUMERS

کو قرض کی فراہمی بھی ممکن ہو گی۔ ایک غیر سودی نظام میں ان مفید اور ضروری وظائف کی انجام دہی یعنی کاروباری طبقہ، حکومت اور صارفین کو قرض کی فراہمی، اس ضابطہ کے بغیر دشوار ہو گی۔ نسبت قرض کی تعیین کا رہنما اصول یہ ہو گا کہ ان ضروریات کی مناسب حد تک تکمیل کے بعد قرض کھاتہ کی زیادہ سے زیادہ رقم بنکوں کے لیے نفع آور استعمال کے قابل رہے۔ مرکزی بنک نسبت قرض میں تبدیلیوں کے ذریعے قرض کی طلب، یعنی صارفین، حکومت اور کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض کو مناسب حد تک پورا کرتے رہنے کا اہتمام کرے گا۔

نسبت قرض میں تبدیلی زر کی مجموعی رسد اور بنکوں کے کھاتوں کی مجموعی میزان پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ اگر صارفین اور حکومت کو نظر انداز کر دیا جائے جیسا کہ ہم نے اب تک کیا ہے تو اس تبدیلی کا کاروباری طبقہ کو فراہم کیے جانے والے سرمایہ کی مجموعی مقدار پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا اس کا اثر صرف مضاربت کے اصول پر فراہم کیے جانے والے سرمایہ اور قرض سرمایہ کی باہمی نسبت پر پڑتا ہے جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے واضح ہے۔

اس نقشے کی پہلی سطر یہ بتاتی ہے کہ جب نسبت قرض پچاس فی صد تھی تو بنکوں کے حسابات کا مجموعی نقشہ کیا تھا۔ دوسری سطر نسبت قرض میں ڈھائی فی صد اضافہ اور تیسری سطر نسبت قرض میں ڈھائی فی صد کمی کے اثرات ظاہر کرتی ہے۔

	ذمہ داریاں		اثاثے		
نسبت قرض	قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۵۰ فی صد	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰
۵۲½ فی صد	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۱۵۰۰	۵۸۵۰۰
۴۷½ فی صد	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۲۸۵۰۰	۶۱۵۰۰

قرض کھاتہ مضاربت کھاتہ اور نقد محفوظ کی مقداروں پر نسبت قرض میں تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ سارا اثر دیئے جانے والے قرض اور مضاربت سرمایہ کی مقداروں پر پڑا ہے۔ پہلی اور دوسری سطر کا تقابلی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نسبت قرض میں ڈھائی فی صد کا اضافہ قرض کی رسد میں پندرہ سو کے اضافہ اور مضاربت سرمایہ کی رسد میں پندرہ سو کی کمی کا سبب بنتا ہے۔ پہلی اور تیسری سطر کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ نسبت قرض میں ڈھائی فی صد کمی کے نتیجہ میں قرض کی رسد میں پندرہ سو کی کمی ہوئی ہے مگر مضاربت سرمایہ کی رسد میں پندرہ سو کا اضافہ ہوا ہے۔

۱ استقراض سے متعلق ضابطہ کے تحت ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ کسی بنک کو مرکزی بنک سے ملنے والے قرض کی مقدار کا انحصار اس قرض کی مقدار پر ہو گا جو اس بنک نے دیا ہو۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نسبت قرض میں تبدیلی بنکوں کو مرکزی بنک سے ملنے والے قرض کی مقدار پر بھی اثر انداز ہو گی۔ اگر مرکزی بنک اس قرض کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے نسبت قرض میں تبدیلی کے ساتھ نسبت استقراض میں بھی مناسب تبدیلی عمل میں لانی چاہیے۔ البتہ اگر نسبت قرض میں کی جانے والی تبدیلی تھوڑی ہو اور عملی حالات نسبت استقراض میں کسی تبدیلی کے متقاضی نہ ہوں تو اس اقدام کو مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔

متعدد آلات کا استعمال:

اوپر مرکزی بنک کی زر کی بابت پالیسی کے مقاصد اور ان کے حصول

کے لیے آلات کا جو جائزہ لیا گیا ہے اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس امر کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ اکثر اوقات مرکزی بنک کو کسی مقصد کے حصول کے لیے ایک ساتھ کئی آلات کا استعمال کرنا ہوگا۔ مثلاً شدید افراط زر کے رجحان کا مقابلہ کرنے کے لیے زر کی رسد میں تخفیف عمل میں لانا ہو تو نسبت نقد محفوظ میں اضافہ، جن صنعتوں میں اعتدال سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سرمایہ کاری ہو رہی ہو ان کے متعلق قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض میں کمی اور حصص کی فروخت کے اقدامات ایک ساتھ کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح تفریط زر کی صورت میں اگر ضرورت داعی ہو تو نسبت نقد محفوظ میں کمی، بعض صنعتوں کو دیئے جانے والے قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض میں اضافہ اور حصص کی خریداری کا اقدام کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مختلف حالات ہیں، جن کا تعلق زر کی رسد، حکومتی حصص کے نرخ، اور قرض اور مضاربت سرمایہ کے درمیان توازن سے ہو سکتا ہے، مختلف آلات، کا ایک ساتھ استعمال زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا ہے جس کی متعدد مثالیں بآسانی وضع کی جا سکتی ہیں۔

اس باب میں ایک غیر سودی معیشت میں مرکزی بنک کے اعمال و وظائف اور اس کے آلات کار کا جو جائزہ لیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سود کی حرمت کے باوجود مرکزی بنک اپنے معروف وظائف ادا کر سکتا ہے۔ غیر سودی معیشت میں بھی زر کی بابت پالیسی (MONETARY POLICY) نہ صرف ایک بامعنیٰ تصور ہے بلکہ اس میں اتنی لچک موجود ہے کہ اسے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیل کر کے فلاحی ریاست کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کا خادم

بنائے رکھنا ممکن ہوگا۔

مرکزی بنک ریاستی سرمایہ سے قائم کیا جائے گا۔ اس کے انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لیے کسی حد تک اس نفع کو کام میں لایا جا سکتا ہے جو حکومتی حصص شرکت اور حکومتی حصص مضاربت کی فروخت سے حاصل ہو۔ مگر یہ آمدنی نہ تو یقینی ہے نہ اس سے جملہ اخراجات کا پورا ہو جانا ضروری ہے۔ لہٰذا مرکزی بنک کے اخراجات پورے کرنے کے لیے دو طریقوں میں سے ایک طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ اسے ایک ضروری سماجی خدمت سمجھتے ہوئے جملہ اخراجات ریاست کے عام خزانہ سے پورے کیے جائیں اور دوسری سماجی خدمات کی طرح اس کے لیے بھی محاصل کے ذریعہ وسائل فراہم کیے جائیں، یا ان اخراجات کا بار عام تجارتی بنکوں پر ڈالا جائے۔ اس غرض کے لیے بنکوں کے کاروباری سرمایوں کی نسبت سے ان سے ایک مقررہ سالانہ فیس وصول کی جا سکتی ہے یا ان کے سالانہ منافع میں سے ایک حصہ وصول کیا جا سکتا ہے۔ ہم پہلے طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مرکزی بنک کے اخراجات ریاست کو پورے کرنے چاہئیں، البتہ وہ محاصل عائد کرتے وقت کاروبار بنک کاری پر خصوصی محاصل عائد کر سکتی ہے۔

ساتواں باب

نظامِ بنک کاری اور مالیاتِ عامّہ

غیر سودی نظام بنک کاری کا جو نقشہ گزشتہ ابواب میں پیش کیا گیا ہے اس میں ان امور سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے جن کا تعلق مالیات عامّہ، (PUBLIC FINANCE) سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک ایک اسلامی ریاست میں حکومت کی آمدنی کے ذرائع اور خرچ کی مدات کا تفصیلی جائزہ نہ لیا جائے اور معیشت کے باب میں اس ریاست کے مقاصد اور اہداف پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے حصول کے لیے استعمال کیے جانے والے اور اقدامات پر گفتگو نہ کی جائے۔ مالیات عامّہ سے متعلق بحث مکمل نہیں ہو سکتی۔ یہ کام علیحدہ سے کیا جانا چاہیے۔ غیر سودی نظام بنک کاری پر گفتگو کے ضمن میں اس بحث کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا لیکن مالیات عامہ سے متعلق دو امور ایسے ہیں جن کا زر اور بنک کاری کے نظام سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ ان سے تعرض ضروری ہے۔ یعنی حکومت کی جانب سے شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا اور حکومت کی جانب سے قرض لینا۔

کسی ملک میں زر اور بنک کاری سے متعلق مرکزی بنک کی پالیسیاں

ریاست کے اہم مقاصد کے تابع ہوتی ہیں اور ان کو سامنے رکھتے ہوئے وضع کی جاتی ہیں۔ گزشتہ ابواب میں مرکزی بنک کے اعمال و وظائف کا جو ابتدائی نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں مزید وسعت اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے جب ہم ریاست کے معاشی مقاصد و اہداف کی نسبت سے مختلف حالات میں اختیار کی جانے والی مختلف پالیسیوں پر غور کرتے ہیں۔ اس باب میں مالیاتِ عامّہ سے متعلق مذکورہ بالا دو امور کا جائزہ لینے کے بعد ہمارے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ مرکزی بنک کے بعض نئے اعمال و وظائف کا ذکر کر سکیں۔

اسلامی ریاست ایک بامقصد ادارہ ہے، اس کے اخراجات کی تعیین بڑی حد تک اس کے مقاصد کے تقاضے کریں گے۔ ریاست کو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے وسیع مالی وسائل کی ضرورت پڑے گی۔ ہم بغیر کسی تفصیلی بحث کے یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ دورِ جدید کی دوسری ریاستوں کی طرح اسلامی ریاست کو بھی مالی وسائل فراہم کرنے کے لیے متعدد طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔ جن میں محاصل، نفع آور کاروبار، شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا، اور قرض لینا شامل ہیں۔ مالی ضروریات کی وسعت اور وسائل کی فراہمی کے لیے مذکورہ بالا طریقے اختیار کرنے کی ضرورت کے حق میں یہاں صرف اجمالی اشارے کیے جا سکتے ہیں۔ اس باب میں ایک فیصلہ کن چیز اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں ہیں، جن پر ہم علیحدہ سے گفتگو کر چکے ہیں[1]۔ اس گفتگو کا خلاصہ

[1] "اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں" اسلام کا نظریۂ ملکیت۔ حصہ دوم صفحات ۹۱-۱۰۰۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔

یہ ہے کہ اسلامی ریاست اپنے حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کی بنیادی ضرورت کی مناسب معیار کے مطابق تکمیل کی ضمانت دے گی۔ یعنے ایسے اقدامات کرے گی جن کے نتیجے میں ہر فرد کو خوراک، لباس، مکان، علاج اور تعلیم فراہم ہو اور اس کی جان و مال اور عزت و آبرو بے جا دست درازی سے محفوظ رہے۔ اسلامی ریاست ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام کرے گی کیونکہ اس کے بغیر نہ مذکورہ بالا ذمہ داری ادا کی جا سکتی ہے، نہ دوسری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے۔ تیسری اہم معاشی ذمہ داری معاشرے میں دولت اور آمدنی کی تقسیم کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنا ہے۔ مزید برآں اسلامی ریاست عوام کا نمائندہ ادارہ ہونے کی حیثیت میں ان اجتماعی ضروریات (COLLECTIVE NEEDS) کی تکمیل کا بھی اہتمام کرے گی جن کا دائرہ جدید تمدن میں وسعت پذیر ہے۔

دورِ جدید کی فلاحی ریاستوں کے سامنے معیشت کے سلسلے میں عام طور سے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ اسلامی ریاست کے سامنے بھی ہوں گے کیونکہ ان کا تعلق عوام کی فلاح و بہبود، ان کی ضروریات کی تکمیل، معاشرہ کے استحکام اور اس کی قوت سے ہوتا ہے، اور یہ سب اسلامی ریاست کے معروف مقاصد میں داخل ہیں۔ ان کے پہلو بہ پہلو وہ عوام کی روحانی اور اخلاقی تربیت، بھلائی کو فروغ دینے اور برائی کو مٹانے، انفرادی آزادی، انسانی ضمیر کو ہر دباؤ سے آزاد رکھنے اور ایک پاکیزہ اور صاف ستھرا معاشرہ قائم رکھنے کا بھی اہتمام کرے گی۔ ان وسیع مقاصد کے حصول کے لیے وہ دوسرے آلات اور اقدامات کے پہلو بہ پہلو مالیاتِ عامہ اور زر و بنک کاری سے متعلق آلات اور اقدامات کو بھی استعمال کرے گی۔

حکومت کے ذرائع آمدنی شریعت نے محدود نہیں رکھے ہیں بلکہ حالات و ظروف کے لحاظ سے ان میں خاصی وسعت کا امکان ہے[1]۔ یہاں اسلامی ریاست کے معروف ذرائع آمدنی کا ذکر کرنے کی بجائے ہم صرف اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ اسلامی حکومت کو شرکت اور مضاربت کے اصول پر عوام سے سرمایہ حاصل کرنے اور عوام سے قرض لینے کی ضرورت بھی پڑے گی۔ ہم اجمالاً ان مخصوص ضروریات کا ذکر کریں گے جن کی تکمیل کے لیے یہ طریقے استعمال کیے جائیں گے۔ اور یہ بتائیں گے کہ یہ طریقے کس طرح استعمال کیے جائیں گے۔

حکومت کے مصارف اور ذرائع آمدنی:

جہاں تک عام اخراجات حکمرانی کا تعلق ہے ان کو محاصل کے ذریعہ پورا کیا جانا چاہیے۔ ملک کے نظم و نسق کو چلانے اور انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے جملہ اخراجات، نیز ملک میں امن و امان قائم رکھنے اور عام حالات میں ملک کے دفاع کے اہتمام پر آنے والے مصارف عام اخراجات حکمرانی میں داخل ہیں۔ بعض بنیادی فلاحی خدمات مثلاً تعلیم اور حفظانِ صحت سے متعلق اخراجات کو بھی محاصل کے ذریعے پورا کرنا چاہیے۔ البتہ معاشی تعمیر و ترقی کی اسکیموں اور ان فلاحی خدمات سے متعلق اخراجات عام اخراجات حکمرانی میں نہیں داخل ہیں

---

[1] اس موضوع پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو: "اسلام کا نظریۂ ملکیت" حصہ دوم، ابواب ۸، ۱۱، اور ۱۲، اسلامک پبلی کیشنز۔ لاہور۔

جن کو معاشرہ نے ریاست کے سپرد کیا ہو۔

باشندگان ملک کی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے عشر و زکوٰۃ کی آمدنی اور ان کے علاوہ دوسرے محاصل کی آمدنی سے کام لینا چاہیے۔ دعوت اسلامی، معروف کے قیام اور منکر کو مٹانے اور اس سلسلے میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم وغیرہ کو ذریعہ بنانے سے متعلق اخراجات کو بھی شرعی محاصل اور مزید محاصل سے پورا کرنا چاہیے۔

ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کے لیے مختلف اسکیموں کو روبہ کار لانے کے لیے جن وسیع مالی وسائل کی ضرورت ہے ان کی فراہمی صرف محصول عائد کر کے نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ محاصل ان وسائل کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ ہوں گے۔ دوسرا ذریعہ قومی املاک کی پیداوار اور ریاست کے زیر اہتمام چلائے جانے والے کاروباری اداروں کے منافع ہیں۔ مگر دور جدید کی ریاستوں بالخصوص کم ترقی یافتہ ملکوں کے تجربے شاہد ہیں کہ یہ ذرائع کافی نہیں ہو سکتے۔ ضرورت ہے کہ ترقیاتی اسکیموں کے لیے عوام سے ان کا پس انداز کیا ہوا سرمایہ شرکت اور مضاربت کے اصول پر حاصل کیا جائے اور عوام سے ان کی بچتوں کا ایک حصہ قرض کے طور پر بھی حاصل کیا جائے۔

اس مرحلہ پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ریاست کے زیر اہتمام ترقیاتی منصوبوں پر عمل کے لیے اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ عوامل پیداوار مثلاً زمین، محنت، مشینوں وغیرہ کی ایک بھاری مقدار کو اشیاء صرف کی پیداوار سے فارغ کر کے سامان سرمایہ (CAPITAL GOODS) پیدا کرنے میں اور ایسی صنعتوں میں لگایا جائے جو آئندہ مزید سامان پیدا کرنے کے لیے نئے آلات

اوزار وغیرہ پیدا کر سکیں۔ عوام سے محصول کے طور پر یا قرض یا شرکت و مضاربت کے اصول پر ان کی آمدنی کا ایک حصہ حاصل کرنے کی اصل اہمیت یہی ہے کہ اس طرح عوام کی قوت خرید میں جو کمی ہوتی ہے اسی نسبت میں اشیاء صرف کی طلب گھٹتی ہے اور عوامل پیداوار کی ایک مقدار فارغ ہو جاتی ہے جسے حاصل شدہ مالی وسائل کے ذریعہ ریاست ترقیاتی کاموں میں استعمال کے لیے خرید سکتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ زیادہ تر وسائل حال کی ضروریات صرف کی تکمیل میں مشغول رہیں گے اور طویل المیعاد سرمایہ کاری کے ذریعہ معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام ممکن نہ ہوگا۔ چونکہ ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام اسلامی ریاست کی ایک اہم ذمہ داری ہے لہٰذا اسے وہ تمام جائز طریقے اختیار کرنے ہوں گے جن کو اختیار کرنا اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہو۔

جب اسلامی ریاست کو جنگ کے سبب دفاع پر غیر معمولی اخراجات کی ضرورت پیش آجائے تو اس کا عام خزانہ ضرورت کی تکمیل کے لیے ناکافی ثابت ہو سکتا ہے اور عوام سے مزید مالی تعاون حاصل کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس ضرورت کو صرف محاصل میں اضافہ کر کے نہیں پورا کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایک خاص حد سے زیادہ محاصل عائد کرنے سے طرح طرح کے سیاسی، سماجی، معاشی اور انتظامی مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں عوام سے رضاکارانہ اعانتیں حاصل کرنے کی پوری کوشش کے ساتھ ساتھ ان سے سرمایہ قرض حاصل کرنا چاہیے۔

اسلامی حکومت کو بعض عارضی مشکلات پر قابو پانے کے لیے بھی قرض

کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ حکومت کی آمدنی بالعموم سال کے چند متعین ہفتوں میں زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت عام اوقات کے۔ یہ متعین ہفتے وہ ہیں جن میں مختشرو زکوٰۃ، دوسرے سالانہ محاصل، یا محاصل کی سہ ماہی قسطیں وصول کی جائیں گی لیکن حکومت کے بیشتر اخراجات پورے سال پر کم و بیش یکساں طور پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، مثلاً ملازمین کی تنخواہیں اور اجرتیں، اشیاء ضرورت کی خریداری وغیرہ، آمدنی اور خرچ کی کیفیت کے درمیان اس فرق کی وجہ سے کسی خاص دن، ہفتہ یا مہینہ میں آمدنی کے اخراجات سے کم ہونے اور عام خزانے میں بقدر ضرورت سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری خزانہ کو عارضی طور پر قرض کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ یہ ضرورت دورِ جدید کی ہر ریاست کو پیش آتی ہے اور اسے موجودہ حکومتیں قصیر المیعاد تمسکات جاری کرکے سودی قرض لے کر پورا کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا ضرورت کے علاوہ عوام سے قرض لینے کا طریقہ مالیاتِ عامّہ سے متعلق پالیسی کا ایک اہم آلہ بھی ہے جسے بعض اوقات صرف اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ عوام کے ہاتھوں سے ان کی آمدنی کا ایک حصہ واپس لے لیا جائے تاکہ پوری معیشت میں طلب موثر (EFFECTIVE DEMAND) کم ہو سکے۔ یہ اقدام بالعموم افراطِ زر کے سدباب کے لیے محاصل میں اضافے کے پہلو بہ پہلو کیا جاتا ہے یا جب محاصل میں مزید اضافہ مناسب نہ نظر آئے تو تنہا اسی اقدام پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں جب حکومت طلب موثر میں اضافہ مناسب خیال کرے تو وہ قرضوں کی واپسی عمل میں لاکر عوام

کے ہاتھوں میں مزید رقمیں پہنچا سکتی ہیں، تاکہ ان کے خرچ میں اضافہ ہو۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی حکومت مالیاتی پالیسی کے اس اہم آلہ کو نہ استعمال کرے۔ یہ بھی حکومت کی جانب سے قرض لینے کی ایک بنیاد ہوگی۔

مالی وسائل کی فراہمی کے لیے قرض لینے یا شرکت و مضاربت کے اصولوں کو بنیاد بنانے کے سلسلے میں ہم ان ہی اجمالی اشارات پر اکتفا کریں گے کیونکہ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ بعض ایسی صورتیں سامنے لائیں جن میں اسلامی حکومت کے لیے قرض لینا یا شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا مناسب ہوگا۔ معاشیات، اور مالیاتِ عامّہ کے طالب علموں کے لیے مذکورہ بالا اسباب و احوال معلوم و معروف ہیں۔ شرعی طور پر اسلامی حکومت کے لیے قرض لینے یا شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنے میں کوئی مانع نہیں۔ قرآن و سنت میں کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا ہے جو اسے ان کاموں سے روکتا ہو نہ اجتہاد و استنباط کسی ایسے حکم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی ریاست کی جانب سے قرض لینے کی عملی نظیریں موجود ہیں اور فقہاء نے صراحت کر دی ہے کہ ایسے حالات پیش آ سکتے ہیں جن میں بیت المال کی جانب سے قرض لینا چاہیے۔ اسلامی ریاست کی جانب سے مزارعت کے اصول پر سرکاری زمینیں دینے اور مضاربت کے اصول پر بیت المال کا سرمایہ دینے کی نظیریں بھی موجود ہیں [1]

---

[1] اسلام کا نظریۂ ملکیت۔ حصہ دوم، باب ۹۔

حکومت کی مالی ضروریات کی تکمیل کا ایک طریقہ نئے زر کی تخلیق یا خسارہ کی مالیات (DEFICIT FINANCING) بھی ہے۔ اس صورت میں خرچ محاصل کی آمدنی اور عوام سے قرض یا شرکت و مضاربت کے اصول پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ سے زیادہ ہوتا ہے اور اس کمی کو نئے زر کی تخلیق کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے۔ اس طرح خرچ پورا کرنے کے نتیجے میں معیشت میں زر کی رسد میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کے سبب کم از کم عارضی طور پر اشیاء کے نرخ گراں ہو جاتے ہیں، یعنی زر کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے۔ ہر صاحب زر اب پہلے سے کم اشیاء اور خدمات خرید سکتا ہے، اور حکومت نئے زر کے ذریعے اشیاء و خدمات کی ایک ایسی مقدار پر قابو پا لیتی ہے جس پر یہ طریقہ اختیار نہ کرنے کی صورت میں اسے قابو نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ خسارہ کی مالیات کا اثر عوام پر ایک عام محصول کا ہوتا ہے جس کا بار امیر و غریب سب پر یکساں پڑتا ہے۔ اگر نئے زر کا استعمال حکومت نے کسی ایسے کام کے لیے کیا ہو جس کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصے میں اشیاء اور خدمات کی پیداوار اور رسد میں متناسب مقدار میں اضافہ ہو جائے تو نرخ پھر اپنی سابق سطح پر واپس آ سکتے ہیں اور زر کی سابق قوتِ خرید بحال ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جب پیداواری صلاحیت (PRODUCTIVE CAPACITY) موجود ہونے کے باوجود صرف طلب میں کمی کے باعث کساد بازاری کا اندیشہ ہوتا ہے تو یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے اور بالعموم مفید نتائج سامنے آتا ہے۔ کم ترقی یافتہ ممالک میں بھی تعمیر و ترقی کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے بسا اوقات اس طریقے کا استعمال مناسب خیال کیا جاتا ہے

لیکن عملی تجربات بتاتے ہیں کہ وہاں نتائج اتنے اچھے نہیں نکلتے اور اشیاء کے نرخ دوبارہ اپنی پرانی سطح پر نہیں واپس آتے۔ اس طریقے کے ناپسندیدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہوں تو سماج کے بعض طبقے جن کی آمدنیاں اشیاء کے نرخ کے ساتھ بڑھتی رہتی ہیں غیر معمولی فائدے حاصل کر لیتے ہیں۔ جب کہ دوسرے طبقے غیر معمولی مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ سماجی عدل کے معیار پر پورا نہیں اترتا اس لیے اسے مجبوری کی صورت میں ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جنگ یا کسی آفتِ سماوی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے استثنائی حالات کے علاوہ ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے اس طریقے کو صرف اسی وقت اور اسی حد تک استعمال کرنا چاہیے جب دوسرے طریقوں سے وسائل فراہم کرنے کے باوجود اسے بھی اختیار کرنا ناگزیر ہو جائے۔

شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ کی فراہمی:

معیشت کے قومی دائرہ (PUBLIC SECTOR) اور ترقیاتی منصوبوں پر تفصیلی گفتگو یہاں بے محل ہوگی۔ یہاں ہم صرف یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس دائرے کے بعض گوشے ایسے ہیں جن میں شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہم کیا ہوا سرمایہ لگانے کی گنجائش صرف ان کاروباری اداروں میں ہے جن کی مصنوعات کھلے بازار میں فروخت کے قابل ہوں اور ان پر نفع نقصان کا حساب لگانا ممکن ہو، یا جن کی پیداوار قومی دائرے کے کسی دوسرے کارخانے کے لیے خام مال کی نوعیت رکھتی ہو اور اس کارخانے کی مصنوعات کھلے بازار میں

فروخت کے قابل ہوں۔ قومی دائرہ کی وہ تمام صنعتیں جو اس معیار پر پوری نہ اترتی ہوں، اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ تقاضا کرتی ہیں کہ ان میں صرف قومی سرمایہ یعنی حکومت کا سرمایہ لگایا جائے۔ ایٹمی توانائی، اسلحہ اور سامان جنگ بنانے والے کارخانے، آبپاشی کے بڑے بڑے بند اور ان سے متعلق پانی سے بجلی تیار کرنے والے کارخانے۔۔، نیز نقل وحمل اور رسل ورسائل سے متعلق بیشتر اسکیمیں نفع میں شرکت کے اصول پر جمع کیے ہوئے سرمایہ سے نہیں چلائی جاسکتیں کیونکہ ان کی پیداوار یا تو فروخت نہیں کی جاتی یا ایک ضروری سماجی خدمت کے طور پر ایسے معاوضوں کے بدلے فراہم کی جاتی ہے جن کی تعیین میں نفع یا نقصان کے بجائے دوسرے مصالح کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ ان کے برعکس مشینوں کے پرزے، بجلی کے سامان گھڑیاں، ریڈیو سٹ، ٹیلی ویژن سٹ، موٹر کار اور زرعی مشینیں اور آلات وغیرہ تیار کرنے والے کارخانے مذکورہ بالا معیار پہ پورے اترتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک طویل فہرست ان صنعتوں کی ہے جو اگرچہ اپنی طویل مدت پیداوار کی وجہ سے نفع کی تقسیم میں بعض مخصوص مشکلات پیدا کرسکتی ہیں لیکن مذکورہ بالا معیار پر پوری اترتی ہیں۔ فولاد، تانبہ، المونیم اور دوسری دھاتوں اور معدنی اشیاء سے متعلق صنعتیں پٹرول، کیمیاوی مرکبات، کیمیاوی کھاد، سیمنٹ اور بھاری مشینوں سے متعلق صنعتیں اسی فہرست میں شامل ہیں۔

قومی دائرے میں سرمایہ کاری کے لیے شرکت اور مضاربت کے اصول پر عوام سے کثیر مقدار میں سرمایہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انھیں اس بات پر پورا اعتماد ہو کہ ان کے لگائے ہوئے سرمائے مقررہ مدت کے بعد واپس مل سکیں گے۔

ان پر ایک معقول شرح کے مطابق نفع حاصل ہونے کی قوی امید ہو، اور ان پر نقصان اٹھانے کا اندیشہ اس سے زیادہ نہ ہو جتنا اندیشہ نجی دائرہ (PRIVATE SECTOR) میں شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے میں ہو۔ اگر ایک اسلامی حکومت شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہمی سرمایہ کا ایک ایسا نظام وضع کرنے میں کامیاب ہو جائے جو ان خصوصیات کا حامل ہو تو امید ہے کہ اسے عوام، کاروباری اور مالی اداروں اور بنکوں سے کثیر مقدار میں سرمایہ مل سکے گا۔ ہمارے نزدیک ایسا نظام قائم کرنا ممکن ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو۔

اس سے پہلے ہم تفصیل کے ساتھ یہ واضح کر چکے ہیں کہ شرکت اور مضاربت کے درمیان کیا فرق ہے۔ اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم حکومت کی جانب سے عوام سے سرمایہ حاصل کرنے کی دو الگ الگ شکلیں تجویز کریں گے۔ پہلی شکل مضاربت پر مبنی ہے اور دوسری شرکت پر۔ جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا۔ سرمایہ لگانے کی شکلوں میں تنوع بچت کاروں اور اصحابِ سرمایہ کے لیے سہولت کا باعث ہوگا۔

حکومتی حصصِ مضاربت:

اسلامی حکومت کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ کسی مخصوص کارخانہ، یا صنعت یا بالعموم قومی دائرے کی بعض صنعتوں میں سرمایہ کاری کے لیے متعین رقموں کے حصص متعین مدتوں کے لیے جاری کرے۔ مثال کے طور پر ایک ہزار، دس ہزار، ایک لاکھ وغیرہ رقموں کے حصے

جاری کیے جاسکتے ہیں۔ ہر حصے پر وہ تاریخ درج ہوگی جب اس سرمایہ کو نفع نقصان کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔ یہ تاریخیں چھ مہینے، ایک سال، دو سال، پانچ سال وغیرہ مختلف مدتوں کے بعد کی ہو سکتی ہیں۔ ہر حصے پر یہ درج ہوگا کہ اس حصے کے سرمایہ کے حساب میں جو نفع آئے گا اس میں حکومت ایک متعین نسبت، مثلاً چوتھائی، تہائی یا نصف کی حق دار ہوگی اور باقی نفع حصہ دار کو ملے گا۔ اگر متعلقہ صنعت یا صنعتوں میں خسارہ ہوا تو اس خسارہ کا جو جز ہر حصہ کے سرمایہ کے حساب میں آئے گا اس کے بقدر وہ سرمایہ کم کر کے واپس دیا جا سکے گا۔ کیونکہ مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ اپنے اوپر آنے والے پورے نقصان کے بقدر کم ہو جاتا ہے۔
اس طرح کے کسی حصہ کا خریدار ریاست کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرنے والا قرار پائے گا۔ اس معاہدہ سے متعلق تفصیلی احکام ہم "شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول" بیان کرتے وقت واضح کر چکے ہیں[1]۔ یہ بات کہ ریاست ان حصص کی فروخت کے ذریعے جمع کیے ہوئے سرمایہ کو جن صنعتوں میں لگائے گی ان کے نفع نقصان کا حساب کس طرح لگایا جائے گا، گزشتہ ابواب میں واضح کی جا چکی ہے۔ حکومت اپنے کاروباری اداروں میں ششماہی یا سالانہ حسابات مرتب کرنے کا اہتمام کرے گی اور حصہ داروں کے نفع نقصان کا حساب انہی حسابات کی روشنی میں لگایا جائے گا۔ ان کاروباری اداروں میں حکومت

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔
مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند۔ دہلی ۶ ۱۹۶۹ء

اپنا سرمایہ اور قرض لیا ہوا سرمایہ بھی لگا سکے گی۔ ایسی صورت میں نفع نقصان کی تعیین و تقسیم کے اصول بھی اوپر واضح کیے جا چکے ہیں۔

مناسب ہوگا کہ ہر چھ مہینے یا ایک سال پر حصہ داروں کے درمیان نفع کی تقسیم کا طریقہ اختیار کیا جائے، خواہ خود ان حصص کی مدت زیادہ طویل ہو۔ فرض کیجیے کہ حصص ایک سال سے لے کر دس سال کی مدت کے ہیں اور جس صنعت میں ان حصص کا سرمایہ لگایا گیا ہے اس میں سالانہ حساب کا طریقہ رائج ہے۔ ہر سال حساب کر کے، ہر حصہ کے حق میں آنے والا نفع حصہ داروں کے درمیان تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جس سال خسارہ ہو اس سال نفع تقسیم کرنے کی بجائے حصہ داروں کو اطلاع دی جائے گی کہ اب ان کا لگایا ہوا سرمایہ گھٹ کر فلاں مقدار میں باقی رہا ہے۔ ان سے اس خسارہ کی تلافی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی حصہ کی مدت پوری ہونے پر اس کا سرمایہ اس سال کے حساب کی روشنی میں کمی یا اضافہ کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔ اگر کسی کارخانہ میں ایک ہی مدت کے حصص سے جمع کیا ہوا سرمایہ لگایا گیا ہو تو حساب کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ لیکن ایک کارخانے میں مختلف مدتوں کے حصص کا سرمایہ لگانے سے بھی کوئی غیر معمولی پیچیدگی نہیں پیدا ہوگی۔

ہر سال حکومت نئے حصصِ مضاربت جاری کرے گی جن کی فروخت سے نیا سرمایہ حاصل کیا جا سکے گا، ساتھ ہی ہر سال حکومت کو ان حصص کا سرمایہ واپس کرنا ہوگا جن کی میعاد پوری ہو چکی ہو۔ کوشش کی جائے گی کہ نئے حصص کی فروخت سے حاصل ہونے والا سرمایہ اس سرمایہ سے زیادہ ہو جو حکومت کو واپس

کرنا ہے تاکہ قومی دائرہ کی صنعتوں کا کاروبار جاری رہے اور سرمایہ کی کمی نہ محسوس ہو۔ ایک ترقی پذیر معیشت میں اس کوشش کی کامیابی یقینی ہے خاص طور پر اس صورت میں جب حکومت نے قومی دائرہ کی صنعتوں کو کامیابی کے ساتھ چلا کر عوام کا اعتماد حاصل کر لیا ہو۔ اس غرض کے لیے حکومت کو اس بات کی طرف خاص توجہ دینی ہوگی کہ بیوروکریسی کے اخراجات حدِ اعتدال کے اندر رہیں۔

اگر کسی سال حکومتی حصص مضاربت کی طلب کمزور ہو اور مطلوبہ مقداروں میں نیا سرمایہ نہ فراہم ہو رہا ہو تو حکومت اس صورت حال کی اصلاح کے لیے متعدد تدابیر اختیار کر سکتی ہے۔ وہ شرح مضاربت میں ایسی ترمیم کر سکتی ہے کہ نئے حصص کے خریداروں کو . . . پہلے کی بہ نسبت نفع کا زیادہ حصہ ملے مثلاً حصہ داروں کو اگر پہلے ایک تہائی، حصہ نفع دیا جاتا تھا تو اب نصف نفع دینے کا اعلان کر دیا جائے۔ دوسری تدبیر حکومتی حصص مضاربت سے حاصل ہونے والے نفع کی آمدنی کو جزئی طور پر یا کلی طور پر محصول آمدنی (INCOME TAX) سے مستثنیٰ کرنا ہے۔ چونکہ نجی دائرہ میں سرمایہ لگانے کی صورت میں یہ رعایت نہیں حاصل ہوگی اس لیے توقع کی جا سکتی ہے کہ اس رعایت کی وجہ سے سرمایہ لگانے والے حکومتی حصص مضاربت کو سرمایہ لگانے کی دوسری شکلوں پر ترجیح دیں گے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نقصان کا اندیشہ بذات خود حکومتی حصص مضاربت کی طلب میں مانع نہیں ہو سکتا کیونکہ سود کے قانوناً ممنوع ہونے کے سبب اسلامی معیشت میں نفع کمانے کے لیے سرمایہ لگانے کی کوئی

ایسی شکل ممکن نہ ہوگی جس میں نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ جو چیز قومی دائرہ کی صنعتوں کے لیے مضاربت اور شرکت کے اصول پر سرمایہ کی فراہمی میں رکاوٹ بن سکتی ہے وہ نقصان کا اندیشہ نہیں بلکہ یہ بات ہوگی کہ اس دائرہ میں سرمایہ لگانے میں نقصان کا اندیشہ اس سے زیادہ ہو جتنا بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں جمع کرنے یا نجی کاروبار کرنے والوں کے حصص خریدنے وغیرہ متبادل صورتوں میں ہو۔ اگر حکومتی حصص مضاربت خریدنے والوں کو یہ اطمینان ہو کہ سرمایہ لگانے کی یہ صورت اختیار کر کے وہ اس سے زیادہ خطر انگیزی نہیں کر رہے ہیں جتنی متبادل صورتوں میں لازم آتی ہے تو وہ بعض دوسرے اسباب کی بنا پر اس شکل کو دوسری شکلوں پر ترجیح دیں گے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ قومی دائرہ کی صنعتوں کو اس طور پر چلایا جا سکتا ہے کہ ان میں سرمایہ لگانے والوں کو نہ صرف یہ کہ مذکورہ بالا اطمینان حاصل ہو جائے بلکہ ان کے لیے نقصان کا اندیشہ محض ایک نظری بات بن کر رہ جائے۔ عملاً انھیں کبھی کبھی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ اگر حکومت قومی دائرہ کی صنعتوں کو اس طرح چلانے میں کامیاب ہو جائے کہ عملاً کسی حصہ دار کو کبھی خسارہ نہ برداشت کرنا پڑے تو حصہ داروں کی توجہ صرف متوقع شرح نفع پر ہوگی اور اسی شرح کی کمی بیشی حکومتی حصص کی طلب میں اضافہ یا کمی کا سبب بن سکے گی۔ سرمایہ لگانے والوں کو اب بھی عدمِ تیقن (UNCERTAINTY) کا سامنا کرنا ہوگا مگر یہ عدم تیقن صرف شرح نفع سے وابستہ ہوگا۔ سرمایہ کے ڈوب جانے یا خسارہ کے سبب گھٹ جانے کا اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ اگر چند برس مسلسل حکومت حسنِ انتظام، بدعنوانیوں کی

روک تھام اور بیوروکریسی کے مصارف کو حدِّ اعتدال میں رکھ کر اپنے حصص پر نفع تقسیم کرنے اور میعاد پوری ہونے پر حصص کے سرمایہ کو کسی کمی کے بجائے نفع کے اضافہ کے ساتھ واپس کرنے کا ریکارڈ قائم کر دے تو وہ ابتدائی شبہات اور خطرات ذہنوں سے نکل جائیں گے جو غیر سودی نظام کا تجربہ شروع کرتے وقت فطری طور پر موجود رہے ہوں گے اور قومی دائرہ کی صنعتوں کے لیے فراہمی سرمایہ کا نظام پائدار اور مستحکم روایات پر قائم نظر آنے لگے گا۔

ہماری یہ رائے کہ حکومت کے جاری کردہ حصص مضاربت پر نقصان کا اندیشہ ختم کیا جا سکتا ہے اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جن صنعتوں میں حکومت ترقی کے لیے مزید سرمایہ کاری کرتی ہے ان کی مصنوعات کے لیے ایک ترقی پذیر معیشت میں مستقل اور روز افزوں طلب پائی جاتی ہے۔ فولاد، سمنٹ، مشینیں اور ان کے پرزے زرعی آلات، بجلی کے سامان وغیرہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ منصوبہ بندی ناقص ہو تو اور بات ہے ورنہ اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ رسد کے طلب سے زیادہ ہونے کے سبب ان چیزوں کی قیمتیں گرنے لگیں اور مسلسل خسارہ کا سامنا کرنا پڑے۔ اس رائے کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ اگرچہ ان اشیاء کو کھلے بازار میں فروخت کیا جا سکے گا لیکن حکومت ان کی واحد یا کم از کم سب سے بڑی پیدا کنندہ ہونے کے سبب ان کی رسد اور بڑی حد تک ان کی قیمتیں خود مقرر کر سکے گی۔ قیمتوں کی تعیین میں وہ اس بات کا اہتمام کرے گی۔ ان پر جو لاگت آئی ہے اس پر ایک معقول شرح کے مطابق نفع بھی حاصل ہو۔ قومی دائرہ کی مصنوعات کی قیمتوں کی تعیین کے سلسلے میں

حقیقت پسندانہ پالیسی اس بات کی ضامن ہو گی کہ اس دائرہ میں سرمایہ لگانے والے حصہ داروں کو اسی شرح سے یا اس سے کچھ زیادہ نفع تقسیم کیا جا سکے جتنا اس وقت نجی دائرہ میں مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگا کر حاصل کیا جا سکتا ہو۔

دورِ جدید میں متعدد ممالک کا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ حکومتیں قومی دائرہ میں سرمایہ کاری کے لیے ایک متعین شرح سود پر قرض سرمایہ حاصل کرتی ہیں۔ لاگت میں سود کے اس اضافہ کے باوجود قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کو نفع آور بنیادوں پر چلایا جاتا ہے تاکہ ان منافع سے قومی دائرہ میں مزید سرمایہ کاری کی جا سکے۔ انہی حالات میں اگر کوئی حکومت مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرے اور اپنی مصنوعات کی قیمتوں کی تعیین میں اس بات کا لحاظ رکھے کہ اسے مضاربت پر سرمایہ لگانے والوں کو ایسی شرح کے مطابق نفع دینا ہے جو عوام کے لیے حکومت کے جاری کردہ حصص خریدنے کا قوی محرک بن سکے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے ایسا کرنے میں کامیابی نہ ہو[1]۔ حکومتی حصص مضاربت کے خریداروں اور سودی قرض دینے والوں کے مفاد میں عملاً صرف یہ فرق ہو گا کہ حصہ داروں

---

[1] اس بات کا امکان فرض کرتے ہوئے کہ کسی برس قومی دائرہ کی صنعتوں کو خسارہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ان کے منافع کا کچھ حصہ روک کر ایک ریزرو فنڈ قائم کیا جائے جس سے نقصان کی تلافی ممکن ہو، اور خسارہ کی صورت میں حصہ داروں کو نقصان نہ اٹھانا پڑے، خواہ وہ نفع سے محروم رکھے جائیں۔ اس ضمن میں چند قابلِ لحاظ باتوں کی طرف تیسرے باب میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

کی شرح نفع متعین نہ ہوگی، نہ ایک سطح پر قائم رہے گی، بلکہ سال بہ سال گھٹتی بڑھتی رہے گی، جب کہ سودی قرض دینے والوں کی شرح آمدنی متعین اور مقررہ میعاد کے اندر ایک سطح پر قائم رہتی ہے حصص کے خریداروں کو کسی متعین شرح نفع کی پیشگی ضمانت نہیں دی جاسکے گی۔ البتہ نقصان کا اندیشہ عملاً ختم کیا جاسکتا ہے اور اس کا بھی اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ شرح نفع میں کمی بیشی ایک خاص حد کے اندر رہے اس شرح میں بہت زیادہ اتار چڑھاؤ نہ ہو۔

حصص مضاربت کے خریداروں کو ان کاروباری اداروں کی پالیسی میں یا ان کے روزمرہ کاروباری فیصلوں میں کوئی دخل نہ حاصل ہوگا جن میں ان سے حاصل شدہ سرمایہ لگایا گیا ہو۔ البتہ جو حصص کسی خاص صنعت یا کاروباری ادارہ کے نام پر جاری کیے گئے ہوں ان کے ذریعے حاصل ہونے والا سرمایہ اس صنعت یا کاروباری ادارہ میں لگانا ضروری ہوگا حکومت اس صنعت یا کاروباری ادارہ کی نوعیت اور اس سے متعلق بنیادی پالیسی میں کوئی ایسی ترمیم نہ کرسکے گی جو حصہ داروں کے مفاد کے خلاف ہو۔ اگر کسی مرحلہ پر وہ اس طرح کا کوئی فیصلہ قومی مفاد کے لیے ضروری سمجھے تو اس کا اعلان کرکے حصہ داروں کو اس بات کا موقع فراہم کرنا ہوگا کہ جو لوگ اس تبدیلی کے بعد اس صنعت یا کاروباری ادارہ میں سرمایہ لگانا مناسب نہیں خیال کرتے وہ اپنا سرمایہ واپس لے سکیں۔

قومی دائرہ کے جن کاروباری اداروں میں حکومتی حصص مضاربت کی فروخت کے ذریعے جمع کیا ہوا سرمایہ لگایا جائے گا وہ قومی ملکیت سمجھے جائیں گے۔ حصہ داروں کی ملکیت نہیں قرار پائیں گے حصہ داروں کی حیثیت ایک

جاری کاروباری ادارہ میں سرمایہ لگانے والوں کی ہوگی۔ ان کی اس حیثیت کا ثبوت وہ سند یا دستاویز ہوگی جو انھیں حصہ خریدتے وقت سرمایہ کے عوض ملے گی۔ اس سند پر رقم، مدت، نفع میں حصہ کی نسبت، نفع کی تقسیم کی مدت وغیرہ درج ہوگی۔ حکومت کے پاس ایک رجسٹر میں حصے خریدنے والوں کے نام تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ درج ہوں گے۔ یہ سندیں جنھیں ہم حکومتی حصص مضاربت کا نام دے رہے ہیں۔ عام افراد، بنیک، کاروباری اور مالی ادارے وغیرہ خریدیں گے۔ کسی حصہ کی میعاد پوری ہونے پر اس کے سرمایہ کی واپسی اس کے خریدار یا اس کی وفات کی صورت میں اس کے ورثاء یا اولیاء کو کی جائے گی۔ یہی طریقہ سالانہ نفع کی تقسیم کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جائے گا۔

حکومتی حصص مضاربت بازار میں فروخت نہیں کیے جاسکیں گے، ان کی فروخت کنندہ صرف حکومت ہوگی جو مناسب اداروں مثلاً ریاستی بینک، ڈاکخانہ، سرکاری خزانہ یا مخصوص عمال حکومت وغیرہ کی وساطت سے ان کو فروخت کے لیے پیش کرے گی۔ جو لوگ حکومت سے یہ حصص خریدیں گے وہ آپس میں ان کی خرید و فروخت نہ عمل میں لاسکیں گے۔ ہماری اس رائے کی بنیاد معاہدۂ مضاربت کی نوعیت ہے۔ ہمارے نزدیک حصص مضاربت کے مالک اس کاروباری ادارہ کے کسی جزء کے مالک نہیں قرار پائیں گے جس میں ان کا سرمایہ لگایا گیا ہو حصص مضاربت ملکیت کی سندیں نہ ہوں گے بلکہ فراہمی سرمایہ کی سندیں ہوں گے۔ ان حصص کی یہ نوعیت ان کو 'حکومتی حصص شرکت' سے ممتاز کرتی ہے جن کی نوعیت ہم ذیل میں واضح کریں گے۔

حکومتی حصصِ شرکت:

جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں جس فریق سے شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل کیا جائے اسے کاروبار میں دخیل بنانا لازمی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے اس حق کو عملاً نہ استعمال کرے یہ مضاربت اور شرکت کے درمیان ایک بنیادی فرق ہے جس کے نتیجے میں حکومتی حصص شرکت کی نوعیت حکومتی حصص مضاربت سے مختلف ہو جاتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ شرکت کے سرمایہ سے چلایا جانے والا کاروبار شرکاء کی مشترکہ ملکیت ہوتا ہے۔ اس بنا پر حکومتی "حصص شرکت" ملکیت کی سندیں ہوں گے۔ فرض کیجیے کہ حکومت ایک کروڑ کے سرمایہ سے ایک کارخانہ قائم کرتی ہے اور یہ سرمایہ ایک لاکھ کے سو حصص شرکت فروخت کر کے حاصل کرتی ہے۔ ان میں سے ہر حصّہ کا مالک اس کارخانہ کے سویں حصّہ ۱/۱۰۰ کا مالک سمجھا جائے گا۔ یہ حصص شرکت اور حصص مضاربت کے درمیان دوسرا فرق ہے ذیل میں حکومتی حصص شرکت کی نوعیت اور متعلقہ تفصیلات کے بارے میں جو باتیں درج کی جا رہی ہیں ان کا مطالعہ کرتے وقت ان دونوں باتوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ہم نے تجویز کیا ہے کہ حکومت شرکت کے اصول پر حاصل کردہ سرمایہ کے استعمال کا ایسا طریقہ اختیار کرے جن میں ان دونوں باتوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہو۔ سہولت کی خاطر یہ تجویز ایک مثال کے پیرایے میں بیان کی گئی ہے۔

فرض کیجیے کہ حکومت ایک کرور کے سرمایہ سے ایک کارخانہ قائم کرنا چاہتی ہے جس کے لیے وہ ایک لاکھ قیمت کے سو حصے جاری کرتی ہے اور ان میں سے

ساٹھ حصّے خود خرید لیتی ہے۔ باقی چالیس حصّے بنیک، اصحاب سرمایہ وغیرہ خریدتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کارخانے میں ساٹھ لاکھ کا سرمایہ حکومت نے لگایا ہے اور چالیس لاکھ عام افراد اور اداروں نے کارخانہ سے متعلق اہم امور طے کرنے اور اس کی بنیادی پالیسی وضع کرنے نیز اسے کامیابی کے ساتھ چلانے کا کام دس آدمیوں کی ایک مجلسِ انتظامیہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ان افراد کا انتخاب حصّہ داروں کی رائے سے کیا جائے گا جس کے نتیجے میں چھ افراد حکومت کے نامزد کردہ اور چار افراد دوسرے حصہ داروں کے نامزد کردہ ہوں گے۔ اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے متعدد موزوں طریقے ممکن ہیں جس کی تفصیل میں جانا اس مرحلہ پر ضروری نہیں۔ کارخانہ اگرچہ مشترکہ ملکیت ہوگا مگر اس کے انتظامیہ میں حکومت کے نمائندوں کی اکثریت ہوگی۔ ہمارے نزدیک اس بات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قومی دائرہ کی صنعتوں کو فی الجملہ قومی مفاد کا خادم بنائے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نجی سرمایہ کی شرکت کے باوجود ان صنعتوں کے چلانے میں قومی مفاد کی نمائندگی کرنے والوں کی رائے کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہو۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب شرکت کے سرمایہ سے چلائے جانے والی قومی صنعتوں میں حکومت کا حصّہ زیادہ ہو اور دوسرے افراد اور اداروں کا حصّہ کم ہو۔

اس بات کی تعیین بھی اصولی طور پر آغاز کار ہی میں صراحت کے ساتھ کر لی جائے گی کہ مجلس انتظامیہ کے فیصلے کا طریقہ کیا ہوگا۔ یعنی کن امور میں دو تہائی یا تین چوتھائی اکثریت فیصلہ کے لیے ضروری ہوگی اور کن امور میں مجرد کثرت رائے فیصلہ کے لیے کافی ہوگی۔ اس سلسلے میں مناسب ضابطے بنا کر اس بات کا اہتمام کیا جا سکتا ہے کہ

ایک طرف تو عام حصّہ داروں کو بھی اپنے مفاد کے پیش نظر ان صنعتوں کو چلانے میں دخل دینے کا پورا موقع ملے اور دوسری طرف کوئی ایسا فیصلہ بھی نہ کیا جاسکے جو قومی مفاد کے خلاف ہو۔

مناسب ہوگا کہ کارخانہ کے مالیات کو اس طرح منظم کیا جائے کہ حصّہ داروں ..... کی مالی ذمہ داری ان کے فراہم کردہ سرمایہ سے متجاوز نہ ہو۔ یعنی ان کارخانوں میں طویل المیعاد قرض سرمایہ نہ لگایا جائے اور قصیر المیعاد قرضے نیز ادھار لین دین مجموعی سرمایہ کے حدود کے اندر رہوں۔ لیکن اگر کسی صنعت میں شرکت کے سرمایہ کے ساتھ بھاری مقدار میں قرض لیا ہوا سرمایہ لگانا ضروری ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ایسی صورت میں شرکاء کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہوگی۔ یہ بات ہر حصّہ دار پر واضح کردی جانی چاہیے۔ اگر بڑے پیمانہ پر یہ طریقہ اختیار کرنا ضروری ہو تو دو قسم کے حکومتی حصص شرکت جاری کرنے چاہیئے۔ محدود مالی ذمہ داری کے حامل حصص اور غیر محدود مالی ذمہ داری کے حامل حصص۔

حصص شرکت کو بھی مدت کی تعیین کے ساتھ جاری کرنا مناسب ہوگا۔ موزوں مقداروں کے حصص مختلف میعاد کے ساتھ جاری کیے جاسکتے ہیں تاکہ تھوڑے عرصہ کے لیے سرمایہ لگانے والوں اور طویل مدّت کے لیے سرمایہ لگانے والوں دونوں قسم کے..... افراد سے سرمایہ حاصل کیا جاسکے۔

حکومت اور اس کے شرکاء کے درمیان یہ بات صاف طور پر طے ہوگی کہ ان حصص کے سرمایہ پر آنے والے منافع میں سے حصہ داروں کو کتنا حصہ ملے گا۔ نفع کی تقسیم سرمایوں کی مقدار کی نسبت سے بھی ہوسکتی ہے لیکن ایسا کرنا

ضروری نہیں۔ ہمارے نزدیک حکومت کے زیر اہتمام چلنے والے کاروباری اداروں کے لیے جب شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا جائے تو عام حصہ داروں کے لیے نفع کی نسبت اس سے کم مقرر کی جانی چاہیے جتنی حکومت کے لیے مقرر کی جائے۔

مذکورہ بالا مثال میں چالیس عام حصہ داروں کو ان کے سرمایہ پر آنے والے نفع کا تین چوتھائی دینا طے کیا جاسکتا ہے۔ یعنی کسی سال کارخانہ کو ایک لاکھ کا نفع ہو تو عام حصہ دار کو، جس کے فراہم کردہ ایک لاکھ کے سرمایہ پر ایک ہزار کا نفع آیا ہے۔ صرف ساڑھے سات سو دیئے جائیں، باقی نفع حکومت کا، اس کے فراہم کردہ سرمایہ پر ہوگا۔ حکومت کو ایک لاکھ کے ہر حصے پر ایک ہزار ایک سو چھیاسٹھ روپے ملیں گے۔ مشترکہ کاروبار میں شرکاء کے لیے نفع میں شرکت کی مختلف نسبتیں طے کرنا شرعی طور پر بالکل درست ہے۔ جیسا کہ ہم متعلقہ مباحث میں واضح کرچکے ہیں[1]۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض شرکاء زیادہ کاروباری صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں یا کاروبار کے لیے جدوجہد کرتے ہیں جس کا لحاظ ان کے حصّہ کی تعیین میں رکھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا مثال میں چونکہ کارخانے کو عملاً چلانے اور اس سے متعلق جملہ امور کے انتظام وانصرام کی اصل ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بالکل مناسب ہوگا کہ نفع میں اس کا حصّہ عام افراد سے زیادہ رکھا جائے۔ جہاں تک نقصان کا تعلق ہے اس کی ذمہ داری ہمیشہ سرمایہ فراہم کرنے والوں پر ان کے سرمایہ کی نسبت سے ہوگی۔

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۳۶، ۳۸

مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومتی حصص شرکت پر سرمایہ کی مقدار اور مدت کی تعیین کے ساتھ اس امر کی بھی صراحت ہوگی کہ اس سرمایہ کے حساب میں آنے والے نفع کی فلاں نسبت کے مطابق حصّہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو ملے گا اور خسارہ کی صورت میں سرمایہ اپنے حساب میں آنے والے نقصان کے بقدر کم ہو جائے گا۔ حصّہ پر یہ بھی درج ہوگا کہ حصہ دار کی مالی ذمہ داری محدود ہے یا غیر محدود۔ اگر حصّہ کسی مخصوص صنعت کے لیے جاری کیا گیا ہو تو اس کی بھی صراحت ہوگی۔ حکومتی حصص مضاربت کی طرح حکومتی حصص شرکت کے منافع بھی سال بہ سال تقسیم کیے جاتے رہیں گے اور میعاد پوری ہونے پر حصّہ کا سرمایہ اس سال کے حساب کی روشنی میں اضافہ یا کمی کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔

چونکہ ہر حصّہ کی سند دراصل ایک مشترکہ کاروبار میں ایک جزء کی ملکیت کی دستاویز ہوگی۔ لہٰذا یہ سندیں کھلے بازار میں خریدی اور فروخت کی جاسکیں گی۔ ان سندوں کی فروخت مشترکہ ملکیت کے ایک جزء کی فروخت کے ہم معنی سمجھی جائے گی۔ ہر حصّہ دار کو اس بات کی پوری آزادی ہوگی کہ وہ جب چاہے اپنا حصّہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے۔ نفع کی تقسیم یا مجلس انتظامیہ کے انتخاب میں حصہ لینے کے حق دار وہ لوگ ہوں گے جو تقسیم نفع یا انتخاب کے وقت ان حصّوں کے مالک ہوں۔ جب بھی کسی حصہ کی ملکیت ایک فرد سے دوسرے فرد کی طرف منتقل ہوگی حکومت یا اس کے مقرر کردہ افسران کو اس امر کی اطلاع دی جائے گی تاکہ سرکاری رجسٹر میں اس کے مطابق اندراج کیا جاسکے۔

حکومتی حصص شرکت کی خرید و فروخت میں افراد اور ادارے اس قیمت کے پابند نہ ہوں گے جو حصّہ کی سند پر درج ہو۔ ایک لاکھ کا حصہ بازار میں اس سے زیادہ یا اس سے کم دام پر بھی خریدا اور فروخت کیا جاسکے گا۔ جس طرح ہر مالک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنے مملوکہ کارخانہ کو جس دام پر چاہے فروخت کرے اسی طرح مشترکہ کارخانوں کے اجزاء کے مالکوں یعنی حکومتی حصص شرکت کے مالکوں کو بھی یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنی ملکیت کو جس دام پر چاہیں فروخت کریں۔

بازار میں حکومتی حصص شرکت کی قیمت متعین کرنے میں اصل اہمیت اس نفع کو حاصل ہوگی جو ان کی ملکیت سے متوقع ہو۔ جب متوقع نفع زیادہ ہو تو ان حصص کے دام بڑھ جائیں گے اور متوقع نفع کم ہوگا تو دام گر جائیں گے۔ خود اس توقع کی بنیاد متعلقہ کارخانہ کی کارکردگی اور بازار میں اس کی مصنوعات کے نرخ کا اتار چڑھاؤ ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ متعلقہ صنعت میں خسارہ کا اندیشہ ہو اور اس کے حصص کے دام ان پر درج رقم سے نیچے گر جائیں کتنے نیچے گریں گے۔ اس کا انحصار خسارہ کی مقدار کے بارے میں اندازوں پر ہوگا۔ یہ امر بھی قدرتی ہے کہ سالانہ تقسیم نفع کا موقع قریب آنے پر ان حصوں کے دام زیادہ تغیر پذیر ہوں اور سال کے باقی اوقات میں ان کے نرخ میں زیادہ ٹھہراؤ پایا جائے۔ ان حصص کے بازار کی کیفیت دور جدید میں تجارتی کمپنیوں کے عام حصص کے بازار کی سی ہوگی۔ البتہ حکومت کی اونچی ساکھ اور قومی دائرہ کی صنعتوں کو نفع آور بنا کر چلانے کے بارے میں اس کی پالیسی جس پر ہم حکومتی حصص مضاربت کے ضمن میں روشنی ڈال چکے ہیں اس بات کی ضامن ہوگی کہ ان حصص کے بازار میں نسبۃً

زیادہ ٹھہراؤ پایا جائے گا۔

بجا طور پر یہ خیال ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ ان حصص کے بازار میں سٹہ بازی کا رجحان پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے بازار بھاؤ کا انحصار بڑی حد تک اندازوں اور توقعات پر ہو گا۔ اس اہم مسئلہ پر اس کتاب میں تفصیلی بحث ممکن نہیں ہے۔ اجمالاً یہ رائے ظاہر کی جا سکتی ہے کہ دوسری املاک و اجناس کی طرح نفع کی توقع یا نقصان کے اندیشہ کو خرید و فروخت کی بنیاد بنانے کی پوری آزادی ہونی چاہیے لیکن ایسے اقدامات کا سدباب کرنا چاہیے جن کا مقصد ان حصص کی قیمتوں میں مصنوعی اتار چڑھاؤ پیدا کر کے نفع کمانا ہو۔ جیسا کہ ہم گزشتہ باب میں اشارہ کر چکے ہیں۔ مرکزی بینک بھی اس بات کا اہتمام کرے گا کہ ان حصص کے داموں میں ٹھہراؤ پایا جائے اور انھیں غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھا جائے۔

حکومت کی اونچی ساکھ حکومتی حصص شرکت کی نفع آوری اور ان حصص کے ہر وقت قابل فروخت ہونے کے سبب یہ حصص بینکوں اور عام افراد اور اداروں کے لیے نفع کمانے کی غرض سے سرمایہ لگانے کا ایک اہم طریقہ ثابت ہوں گے۔ جو بچت کار یا بینک اپنا سرمایہ تھوڑے عرصہ کے لیے لگانا چاہیں وہ بھی اس طریقہ کو اختیار کر سکیں گے کیونکہ اگر ہماری یہ رائے درست ہے کہ یہ حصص بالعموم نفع آور ثابت ہوں گے تو ان کو خرید کر دوبارہ فروخت کر دینے میں کسی نقصان کی بجائے کچھ نفع کی امید کی جائے گی۔ اگر کسی وقت کسی حصہ دار کو اس وقت کے نرخ بازار پر حصص کی فروخت نہ منظور ہو تو اس کے لیے یہ راہ کھلی ہو گی کہ وہ حصہ کی مدت

پوری ہونے کا انتظار کرے اور وقت آنے پر اپنا سرمایہ مع نفع یا نقصان کے واپس حاصل کرے۔ ہمارے نزدیک یہ بات پوری طرح ممکن ہے کہ عملاً ان حصہ داروں ...... کو کبھی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ اگر عملی طور پر اس بات کا مظاہرہ کیا جا سکا تو ان حصص کی مقبولیت بہت بڑھ جائے گی۔ یہ مقصد آج بہت سی اونچی ساکھ رکھنے والے کاروباری اداروں نے اپنے حصص کے سلسلے میں عملاً حاصل کر لیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی حکومت اسے حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

ہم یہ بھی تجویز کریں گے کہ حکومتی حصص شرکت کی مقدار سرمایہ اور میعاد بالعموم، حکومتی حصہ مضاربت کے مقابلے میں زیادہ رکھی جائے۔ حکومتی حصص مضاربت کو چھوٹے بچت کاروں کے لیے سہل الوصول بنایا جائے اور حکومتی حصص شرکت کو نسبتہً طویل مدتوں کے لیے بڑے سرمائے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے نفع کی تقسیم کا اصول ایسا رکھا جائے کہ نفع ہونے کی صورت میں حصص شرکت کے خریداروں کو اس سے زیادہ نفع ملے جتنا حصص مضاربت کے خریداروں کو ملتا۔ مثال کے طور پر حصص مضاربت پر نصف نفع دیا جا رہا ہو تو حصص شرکت پر نفع کا تین چوتھائی دیا جائے۔ مگر شرکت کا سرمایہ ایسی صنعتوں اور کاروباری اداروں میں لگایا جائے جو ہیں نسبتہً زیادہ عدم تیقن اور خطر (RISK) کا سامنا ہو۔ جب کہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ نسبتہً زیادہ محفوظ راہوں میں لگایا جائے۔ ان امور کے اہتمام سے یہ فائدہ ہو گا کہ بازار میں مختلف قسم کے حصص موجود ہوں گے اور چھوٹے بچت کاروں، بینکوں اور عوامی اداروں اور بڑے بڑے اصحاب سرمایہ کو اپنے مزاج اور مفاد کے مطابق موزوں حصص کے انتخاب کا موقع ملے گا۔

مذکورہ بالا تشریحات کے مطابق حصص مضاربت اور حصص شرکت کے درمیان تین بنیادی فرق ہوں گے۔ حصص شرکت کے خریداروں کو متعلقہ صنعت کے چلانے میں اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعہ حصہ لینے کا موقع ملے گا جبکہ حصص مضاربت کے خریدار اس موقع سے محروم ہوں گے۔ حصص شرکت کے خریدار جب چاہیں ان حصص کو فروخت کر سکیں گے جب کہ حصص مضاربت کے خریداروں کو اپنا سرمایہ واپس حاصل کرنے کے لیے حصہ کی میعاد پوری ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ حصص شرکت کے خریداروں کو نفع کی صورت میں اپنے سرمایہ پر فی صد نفع اس سے زیادہ ملے گا جتنا حصص مضاربت کے خریداروں کو ملے گا۔ ان تین باتوں کے علاوہ یہ فرق بھی اہمیت کا حامل ہے کہ حصص مضاربت چھوٹی رقموں اور کم مدتوں کے لیے بھی جاری کیے جائیں گے۔ جب کہ ہماری تجویز کے مطابق حصص شرکت بڑی رقموں اور نسبتہً طویل مدتوں کے لیے جاری کیے جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تجربے کی روشنی میں اس تفریق کو مناسب نہ خیال کیا جائے اور چھوٹی رقموں اور کم مدتوں کے لیے بھی حصص شرکت جاری کیے جائیں۔

گزشتہ باب میں مرکزی بنک کی جانب سے جن حکومتی حصص کی خرید و فروخت کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی حکومتی حصص شرکت ہیں جن کی نوعیت اوپر واضح کی گئی ہے۔ مرکزی بنک حکومتی حصص مضاربت بھی خرید سکتا ہے لیکن وہ انھیں دوبارہ عوام کے ہاتھوں نہیں فروخت کر سکے گا۔ بلکہ مدت پوری ہونے پر حکومت سے ان کا سرمایہ واپس لے سکے گا۔ چونکہ زر کی رسد میں

اضافہ کے لیے معیشت کو نیا نقد دینے کے لیے مرکزی بنک کی تحویل میں رہنے والے حصص کی مقدار بڑھتی رہے گی لہٰذا وہ حصص مضاربت کی ایک مقدار خرید سکتا ہے اور میعاد پوری ہونے پر ان کے سرمایہ سے مزید حصص خرید کر مستقل طور پر اپنی تحویل میں حصص مضاربت کی ایک بھاری مقدار رکھنے کا اہتمام کر سکتا ہے۔ حصص کی جس مقدار کو وہ وقت پڑنے پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ لازماً حصص شرکت ہونے چاہئیں۔

مرکزی بنک کی جانب سے حکومتی حصص شرکت اور حکومتی حصص مضاربت میں ایک بھاری سرمایہ لگائے رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ قومی دائرہ میں سرمایہ کاری کے لیے بڑی مقدار میں سرمایہ فراہم کرے گا۔ اگر یہ پورا سرمایہ نئے زر کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے یعنی مرکزی بنک نے حصص خریدنے کے لیے نئے نوٹ چھاپے ہیں تو بظاہر اس کی نوعیت خسارہ کی مالیات کی ہوگی۔ البتہ جس حد تک اس مقصد کے لیے اس سرمایہ کو استعمال کیا جائے گا جو عام بنکوں کے نقد محفوظ کے طور پر مرکزی بنک میں جمع ہے اس حد تک اسے خسارہ کی مالیات نہیں قرار دیا جا سکے گا۔ کیونکہ بنکوں کا نقد محفوظ عوام کی بچت کا ایک حصہ ہے جو مختلف راہوں سے مرکزی بنک تک پہنچا ہے۔ اس کا استعمال طلب موثر میں نئے اضافہ کے ہم معنیٰ نہ ہوگا۔

حصص کی خریداری کے لیے مرکزی بنک کی جانب سے زر کی رسد میں اضافہ اس صورت میں بالکل مناسب ہوگا جب معیشت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اسے نیا نقد فراہم کرنا مطلوب ہو۔ مزید برآں چونکہ قومی دائرہ میں

سرمایہ کاری کے نتیجہ میں پیداوار میں اضافہ ہوگا، لہٰذا اس طریقے کو اختیار کرنے سے ان مفاسد کے پیدا ہونے کا امکان کم ہے جن کے پیش نظر خسارہ کی مالیات کے بارے میں احتیاط ضروری قرار دی گئی ہے۔ حصص کی قیمت کے طور پر حکومت کو جو سرمایہ مرکزی بنک سے حاصل ہوگا اس کے استعمال سے کارخانے، مشینیں خام مال اور مصنوعات وغیرہ اثاثے وجود میں آئیں گے۔ زر کی رسد میں اضافہ کے بالمقابل اشیاء و خدمات کی رسد میں بھی اضافہ ہونے کی وجہ سے افراطِ زر کی صورت حال نہ پیدا ہو سکے گی۔

حکومتی قرضے

اوپر ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ قومی دائرے کی بعض صنعتیں ایسی ہیں جن کی نوعیت کے پیش نظر ان میں شرکت اور مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگانا ممکن نہیں انھیں خالص قومی سرمایہ سے چلانا ہوگا۔ یہ صنعتیں ملک کی معاشی ترقی کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔ اور تیز رفتار ترقی بڑی حد تک ان صنعتوں کے استحکام پر منحصر ہے۔ اٹمی توانائی آب پاشی کی اسکیمیں، نقل و حمل اور رسل و رسائل سے متعلق اسکیمیں، اور بعض دوسری صنعتیں یہی نوعیت رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ وہ تمام صنعتیں جن کا براہِ راست تعلق فوجی قوت اور دفاع سے ہے قومی سرمایہ ہی سے چلائی جا سکتی ہیں۔ ان صنعتوں کی مالی ضروریات بہت وسیع ہیں اور اکثر اوقات ان ضروریات کو صرف محاصل کی آمدنی سے پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ دورِ جدید کی تمام ریاستیں اس مقصد کے لیے عوام سے قرض سرمایہ حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ اسلامی حکومت کو بھی ترقیاتی کاموں کے لیے طویل المیعاد

قرضوں کی ضرورت پڑے گی۔

جب ملک جنگ یا کسی آفتِ سماوی کے سبب غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہو تو جہاں تک ممکن ہو عوام سے رضاکارانہ مالی تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی اور حسب گنجائش مزید محاصل بھی عائد کیے جائیں گے لیکن حقیقت پسندانہ مفروضہ یہی ہے کہ ان ذرائع سے ضرورت کا پورا ہو جانا یقینی نہیں۔ ایسی صورتوں میں بھی حکومت کو قرض حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جنھیں آئندہ محاصل اور دوسرے ذرائعِ آمدنی سے کام لے کر واپس کیا جا سکے گا۔ اس طرح جنگ کے مصارف کا بار تھوڑی مدت میں اس وقت کے اصحابِ استطاعت پر ڈالنے کے بجائے طویل مدت پر پھیلانے اور آئندہ آنے والے اصحابِ استطاعت کو بھی اس میں شریک کرنے کا موقع ملے گا جو عدل و انصاف سے زیادہ قریب ہے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے بعض ضرورتوں کے پیش نظر حکومت کو تھوڑی مدت کے لیے قرضوں کی ضرورت بھی پڑے گی۔ جس طرح نجی کاروبار کرنے والوں کو عارضی طور پر قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح حکومت کے زیرِ اہتمام چلائے جانے والے کاروباری اداروں کو بھی قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت پڑے گی۔ مزید برآں حکومت کو اپنے عام خزانہ کی جانب سے بھی تھوڑی مدت کے لیے قرض لینے کی ضرورت پڑ سکتی ہے کیونکہ اس کی آمدنی سال کے بعض ہفتوں میں زیادہ ہوگی جب کہ اخراجات پورے سال پر پھیلے ہوئے ہوں گے۔

جہاں تک قصیر المیعاد قرضوں کا سوال ہے کسی حد تک ان کی فراہمی کا بار نظام بنک کاری پر ڈالا جا سکتا ہے جس کے پاس عوام کے قرض کھاتوں میں کثیر رقمیں جمع ہوں گی۔ اس طرح یہ ضرورت کسی حد تک مرکزی بنک سے عارضی طور پر قرض لے کر بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ ایسا کرنے کی عملی صورت پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔

حکومت قرض دینے والوں کو ایک متعین مدت کے بعد ان کا دیا ہوا سرمایہ واپس کرنے کی ذمہ داری لے گی، لیکن قرض دیئے ہوئے سرمایہ پر سود یا کوئی نفع، یا معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں عوام کے لیے قرض دینے کا محرک کیا ہوگا۔ ضمناً ہم اس سوال پر بھی غور کریں گے کہ اگر کسی وقت قرض کی رسد ضرورت کی تکمیل کے لیے ناکافی ہو تو اس میں اضافہ کے لیے حکومت کیا تدبیر اختیار کر سکتی ہے۔

ملک کا دفاع، فوجی طاقت کا استحکام اور معاشی تعمیر و ترقی اہم اسلامی اور سماجی مقاصد ہیں۔ اسلامی معاشرے کے افراد میں ان مقاصد کی دینی نوعیت اور ان کی غیر معمولی اہمیت کا شعور جتنا واضح ہوگا اور ان مقاصد کو پوری طرح حاصل کرنے کا جذبہ جتنا زیادہ بیدار ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ ان مقاصد کی خدمت کرنے اور ان کی خاطر اپنے مفادات کی قربانی دینے پر آمادہ ہوں گے۔ اسلامی حکومت افراد معاشرہ میں یہ شعور واضح کرنے اور اس جذبے کو ابھارنے کا اہتمام کرے گی۔

وہ افرادِ معاشرہ سے اپیل کرے گی کہ اپنی ضرورت سے فاضل سرمایہ کا ایک حصہ مزید نفع کمانے کے لیے استعمال کرنے کے بجائے فی سبیل اللہ استعمال

کے لیے حکومت کو قرض دیں۔ امید ہے کہ حکومت کو کامیابی ہوگی۔ خاص طور پر جنگ کی حالت میں حکومت کے لیے اپنے شہریوں سے کثیر مقدار میں غیر سودی قرضے حاصل کرنا ممکن ہوگا۔ اگر اسلامی ریاست اپنے نظامِ تعلیم و تربیت کے ذریعہ اپنے عوام میں بنیادی اسلامی جذبہ کسی درجہ میں بھی بیدار کر سکی ہے تو توقع کی جاتی ہے کہ غیر معمولی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ اپنی فاضل دولت کا نفع قربان کرنے پر ضرور آمادہ ہو جائیں گے۔ اربابِ حکومت دیانت داری اور راہِ خدا میں قربانی کا جتنا اونچا نمونہ پیش کریں گے عوام سے اسی قدر زیادہ تعاون حاصل کر سکیں گے۔

مذکورہ بالا محرک کے علاوہ حکومت کو قرض دینے کے خالص معاشی محرکات بھی ممکن ہیں۔ گزشتہ مباحث میں ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ جو لوگ اپنی بچتوں کو نقصان کا خطرہ مول لے کر نفع آور کاموں میں لگانا نہیں پسند کریں گے وہ انھیں بنکوں کے قرض کھاتہ میں جمع کریں گے۔ ان میں ایک معتد بہ تعداد ان بچت کاروں کی ہوگی جو اپنی بچتوں کو ایک طویل مدت تک استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہوں گے بلکہ انھیں محفوظ رکھنے کے ارادہ سے قرض کھاتے میں جمع کریں گے۔ ان لوگوں کا مقصد ایک مدت کے بعد اپنے اصل سرمایہ کو بغیر کسی کمی کے واپس حاصل کر لینا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ سرمایہ پر نفع کا اضافہ نقصان کا خطرہ مول لیے بغیر ممکن نہیں، اور وہ یہ خطرہ نہیں مول لینا چاہتے۔ ہماری رائے میں ایسے لوگوں کے لیے حکومت کو قرض دینا بنکوں کے قرض کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے کے مقابلے میں قابل ترجیح ہوگا۔ اس ترجیح کا پہلا

سبب یہ ہے کہ حکومت کی ساکھ بنکوں کی ساکھ سے اونچی ہوگی اور اس کا وعدہ زیادہ قابلِ اعتماد ہوگا۔ حکومت کو قرض دینے والے کو اس امر کی ضمانت حاصل ہوگی کہ مقررہ مدت کے بعد اسے قرض دیا ہوا سرمایہ ضرور واپس مل جائے گا۔ اس ترجیح کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حکومت کو قرض دے کر مذکورہ بالا بچت کار (جو اپنا سرمایہ محفوظ رکھنا چاہتا ہے، نقصان کا خطرہ مول لے کر نفع کا خواہش مند نہیں ہے) بغیر کسی قربانی کے آخرت میں اجر حاصل کرنے اور قومی مفاد کی خدمت کرنے کی تشفی حاصل کرسکیں گے۔ حکومت مختلف مدتوں کے لیے مختلف مقداروں میں سرمایہ قرض حاصل کرنے کا اہتمام کرکے ایسے بچت کاروں سے ایک کثیر سرمایہ حاصل کرسکے گی۔ اس اہتمام کی شکلوں پر آئندہ روشنی ڈالی جائیگی۔

حکومت کو دیئے جانے والے قرض کی رسد میں مزید اضافہ کے لیے ضروری ہے کہ مذکورہ بالا محرکات کے پہلو بہ پہلو کوئی اور محرک بھی فراہم کیا جائے تاکہ بچت کار سرمایہ محفوظ رکھنے کی دوسری شکلوں پر اس شکل کو ترجیح دے اور اصحاب سرمایہ میں حکومت کو قرض دینے کا زیادہ قوی رجحان پیدا ہوسکے۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ حکومت کو قرض دینے والوں کے ساتھ ان پر عائد ہونے والے محاصل کے باب میں کچھ رعایت برت کر یہ مقصد حاصل کیا جائے۔ اگر حکومت کو قرض دینے کی وجہ سے قرض دینے والے کو اس سے کم محصول ادا کرنا پڑے جتنا قرض نہ دینے کی صورت میں ادا کرنا ہوتا تو وہ بچت کار جو اپنا سرمایہ محفوظ رکھنے کے لیے اسے طویل مدتوں کے لیے بنکوں کے قرض کھاتوں میں جمع کرتے ہیں یا اسے بطورِ خود محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان شکلوں کے بجائے

حکومت کو قرض دینے کا طریقہ اختیار کریں گے چونکہ معاشرہ کے بہت سے بچت کار اور اصحابِ سرمایہ نقصان کا خطرہ مول لے کر سرمایہ کو نفع آور کاروبار میں لگانے کے بجائے اسے محفوظ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا اس تدبیر سے حکومت کو ایک کثیر سرمایہ بطور قرض حاصل ہوسکے گا۔ اس کے علاوہ محصول میں تخفیف ان اصحابِ سرمایہ کے لیے بھی سہولت فراہم کرے گی جو حکومت کو قرض دینے کے لیے اپنے ذاتی مفاد کی قربانی پر آمادہ ہوں اور نفع آور کاروبار میں مشغول سرمایہ کا ایک حصّہ اس کاروبار سے نکال کر قرض دینے کا ارادہ کر رہے ہوں۔ محصول میں تخفیف کے سبب ان کو نسبتہً کم قربانی دینی پڑے گی۔ اس لیے توقع ہے کہ اس رعایت کی وجہ سے اس قسم کے قرضوں کی رسد میں اضافہ ہوگا۔ یہی بات ان افراد کے سلسلے میں بھی کہی جاسکتی ہے جو حکومت کو قرض دینے کے لیے اپنے مصارف میں کمی عمل میں لا رہے ہوں۔

دورِ جدید کی ریاستیں بھی بعض امور کی ہمت افزائی کے لیے محصول سے استثنا یا محصول میں تخفیف کا طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ کارِ خیر کے لیے دیئے جانے والے چندوں اور مذہبی اداروں نیز رفاہِ عامّہ کے کاموں پر کیے جانے والے مصارف کو افراد اور اداروں سے محصول آمدنی (INCOME TAX) وصول کرتے وقت محصول سے معاف رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی فرد اپنی آمدنی کا جو حصّہ پراویڈنٹ کے لیے بچاتا ہے اسے بھی محصول آمدنی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں میں اپنے مستقبل کے لیے پس انداز کرنے کا رجحان بڑھے۔ حکومت کو دیئے ہوئے دفاعی قرضوں یا ترقیاتی اسکیموں سے متعلق قرضوں کے سود سے ہونے والی آمدنی کو

بھی بسا اوقات محصول آمدنی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے تاکہ اصحاب سرمایہ اور بچت کاروں میں سرمایہ لگا کر سود کمانے کی ان مخصوص شکلوں کو دوسری شکلوں پر ترجیح دینے کا رجحان پیدا ہو۔

محاصل میں رعایت کی تجویز کی تفصیلات کافی غور و خوض کے بعد ہی مرتب کی جا سکتی ہیں جو اس مرحلہ پر ممکن نہیں۔ اسے علیحدہ موضوع گفتگو بنانا مناسب ہوگا۔ حکومت کو قرض دینے والا یا تو سالِ رواں کی آمدنی کا ایک حصّہ بچا کر قرض دے گا یا اپنی سابق بچت کو جو پہلے بنک میں جمع تھی، حصص خریدنے میں صرف کی گئی تھی یا کسی اور نفع آور کاروبار میں لگائی گئی تھی، اب ان شکلوں سے نکال کر حکومت کو قرض دینے کے لیے استعمال کرے گا۔ پہلی صورت میں رعایت محصول آمدنی میں کی جائے گی اور دوسری صورت میں دولت پر محصول میں تخفیف کرنی ہوگی۔ اگر دولت میں کوئی محصول نہ عائد کیا گیا ہو، یا موجودہ محصول رعایت دینے کی موزوں شکل نہ فراہم کرتا ہو تو کوئی دوسری تدبیر کرنی ہوگی مثلاً یہ کہ قرض دیئے جانے والے سرمایہ کی نسبت سے اس فرد پر عائد ہونے والے محصول آمدنی میں کوئی تخفیف کر دی جائے۔ رعایت دینے کی جو صورت بھی اختیار کی جائے اس بات کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ قرض دینے والوں کے مختلف گروہوں ——— چھوٹے بچت کاروں، بڑے سرمایہ داروں، بڑی آمدنی رکھنے والوں وغیرہ ——— کے درمیان عادلانہ سلوک ہو۔ اس امر کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا کہ اس رعایت کی وجہ سے سرکاری خزانے کو محصول سے ہونے والی آمدنی میں جو کمی ہوگی وہ قرض کی رسد میں ہونے والے اس اضافے کی خاطر گوارا کرنے کے قابل ہو جو اس رعایت کے سبب متوقع ہے رعایت دینے کے ضوابط

مرتب کرتے وقت اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ محصول میں تخفیف کا طریقہ سود کے ہر شائبے سے پاک ہو۔

حکومت کو قرض دینے والوں کے ساتھ محصول میں رعایت برتنے کی جو تجویز اوپر پیش کی گئی ہے اسے سود کے مشابہ قرار دینا درست نہ ہوگا۔ مجوزہ رعایت اور سود دینے کے درمیان ایسے بنیادی فرق موجود ہیں جو اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔

سود ایک متعین فی صد رقم ہے جو سال بہ سال قرض دینے والے کو ادا کی جاتی ہے۔ محصول میں تخفیف یا اس سے استثنا میں قرض دینے والے کو کوئی ادائیگی نہیں کی جاتی۔ مزید برآں محصول میں جو کمی کی جاتی ہے اس کا اثر صرف اس سال پر پڑے گا جس سال قرض دیا جائے۔ قرض سرمایہ کے حکومت کے پاس رہنے کے دوران ہر سال نئی رعایت نہیں تجویز کی گئی ہے۔

محصول آمدنی کی تعیین میں آمدنی کی مقدار کو یا محصول دولت کی تعیین میں دولت کی مقدار کو محصول دینے والے کی صلاحیت ادائیگی (ABILITY TO PAY) کا پیمانہ قرار دے کر محصول کی مقدار متعین کرنے کی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ مجوزہ رعایت کے معنی صرف یہ ہیں کہ حکومت کو غیر سودی قرض دینے کی وجہ سے محصول دینے والے کی صلاحیت ادائیگی میں کمی آجاتی ہے جس کے پیش نظر محصول میں کمی ضروری ہے۔

اس نکتہ کی روشنی میں غور کیجیے تو یہ نظر آئے گا کہ محصول میں تخفیف کی نوعیت ایک معقول عذر کی بنیاد پر مطالبہ میں کمی کی ہے۔ اس کمی کو 'سود' دینے کے مشابہ

نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ کوئی مثبت مالی منفعت نہیں جو قرض دینے کے عوض حاصل ہو رہی ہے۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ محصول آمدنی ایک خاص حد سے زیادہ آمدنی رکھنے والوں پر ہی عائد کیا جاتا ہے۔ قدرتی طور پر مجوزہ رعایت سے مستفید ایسے ہی قرض دینے والے ہوں گے جو زیادہ آمدنی کی وجہ سے محصول آمدنی کے قابل قرار پائیں۔ کم آمدنی والے افراد بھی حکومت کو قرض دیں گے مگر ان کو اس رعایت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ بات بھی اس رعایت اور سود کے درمیان فرق کو نمایاں کرتی ہے کیونکہ سود ہر قرض دینے والے کو ملتا ہے، خواہ اس کی آمدنی کم ہو یا زیادہ۔ یہی حال دولت پر عائد کیے جانے والے محصول کا ہے کہ وہ ایک خاص مقدار سے زیادہ دولت رکھنے والوں پر عائد ہوتا ہے۔ اس محصول میں کی جانے والی رعایت سے وہی قرض دینے والے مستفید ہوں گے جو زیادہ دولت رکھتے ہوں، نہ کہ ہر قرض دینے والا۔

حکومت کو حاصل ہونے والے قرض سرمایہ سے پورے معاشرے کے اہم مفادات کی خدمت عمل میں آئے گی۔ محاصل بھی اسی مقصد کے لیے وصول کیے جاتے ہیں۔ قرض کی رسد میں اضافہ کے لیے محاصل میں تخفیف اصل مقصد کے اعتبار سے صرف طریقہ اور ذریعہ کی تبدیلی کا حکم رکھتی ہے۔

اسنادِ قرض

حکومت کے لیے قرضوں کی فراہمی کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا کہ حکومت قرض کی ایسی سندیں تیار کرے جن پر قرض دینے والے کے نام، قرض کی مقدار اور قرض کی مدت درج ہو۔ قرض دینے

والے کو قرض دینے کے ثبوت اور حکومت کی جانب سے رسید کے طور پر یہ دستاویز دی جائے جس پر اس کا نام درج کر دیا جائے۔ اس دستاویز کی نقل سرکاری رجسٹر میں محفوظ کر لی جائے۔ ہر سند پر واضح طور پر قرض کی واپسی کی تاریخ درج کرنے کے ساتھ یہ بھی درج کر دیا جائے کہ یہ واپسی فلاں اداروں کے ذریعے عمل میں آسکے گی۔ ان سندوں کو جاری کرنے اور واپس لینے کے لیے حکومت ڈاکخانوں، ریاستی بنک اور منتخب عام بنکوں، سرکاری خزانہ کی مقامی شاخوں وغیرہ اداروں کو استعمال کر سکتی ہے، تاکہ عوام کو قرض دینے اور رقم واپس وصول کرنے میں سہولت ہو۔ قرض سرمایہ جمع کرنے، ان کے عوض اسناد قرض دینے اور وقت مقررہ پر قرض واپس کرنے کا نظام اس طرح چلایا جائے کہ قرض دینے والوں کو کوئی لاگت نہ برداشت کرنی پڑے اور ہر طرح کی سہولت حاصل ہو۔

قرض کی مقدار اور مدت کے اعتبار سے مختلف قسم کی سندیں جاری کرنی چاہئیں۔ مقداریں، مثال کے طور پر، سو روپیے سے لے کر دس لاکھ روپیے کی رکھی جائیں اور مدت دو ہفتے، ایک ماہ، تین ماہ اور پھر ایک سال سے تیس سال رکھی جائے۔ ہر مقدار کی ہر مدت کی سندیں موجود ہوں۔ اگر مناسب سمجھا جائے تو سو روپیے سے کم کی سندیں بھی جاری کی جاسکتی ہیں۔ اصولاً اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ بعض قرضے عند الطلب واپسی کے وعدہ پر حاصل کیے جائیں اور ان کے لیے ایسی سندیں جاری کی جائیں جن پر عند الطلب واپسی کا وعدہ درج ہو لیکن اگر حکومت ایسی سندیں جاری کرے گی تو اس کا اثر عام بنکوں کے قرض

کھاتوں میں جمع کیے جانے والے سرمایہ پر پڑے گا۔ چونکہ ان کھاتوں سے بہت سے اجتماعی مصالح وابستہ ہیں۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ حکومت کو عوام سے براہ راست عندالطلب قابل ادائیگی قرضے نہیں لینے چاہئیں۔ بہت کم مدت، مثلاً تین ماہ سے کم کی سندیں بھی اسی وقت اور اسی مقدار میں جاری کرنی چاہئیں جس حد تک حکومت کی واقعی ضروریات قرض کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں۔

حکومتی اسناد قرض صرف حکومت فروخت کر سکے گی[۵]۔ عام افراد یا ادارے ان سندوں کی نقد کے عوض باہم خرید و فروخت نہیں کر سکیں گے چونکہ سود حرام ہے لہٰذا اس امر کی کوئی گنجائش نہ ہوگی کہ مدت پوری ہونے سے پہلے سند کے عوض اس پر درج رقم سے کم رقم کے عوض سودا کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ بغیر کسی کمی یا اضافہ کے سند کو اس پر درج رقم کے عوض خریدنے یا فروخت کرنے کا کوئی معاشی محرک نہ موجود ہوگا۔ ہماری یہ تجویز کہ افراد نقد کے عوض اسناد قرض کا لین دین نہ کریں سد باب کے ذریعہ کے طور پر ہے تاکہ کسی صورت میں سودی لین دین کا دروازہ نہ کھلے۔

---

[۵] خرید و فروخت کے الفاظ یہاں مجازاً استعمال کیے جا رہے ہیں۔ قرض دینے والے کا سند قرض خریدنا قرض دینے کے ہم معنیٰ ہے نہ کہ اس کاغذ کے خریدنے کا جس پر سند درج ہو۔ اگر کسی قرض دینے والے سے یہ سند گم ہو جائے تو بھی وہ سرکاری رجسٹر کے اندراج کے حوالے سے اپنی شناخت میں ثبوت فراہم کرنے کے بعد اپنا دیا ہوا سرمایہ واپس حاصل کر سکے گا۔

ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ حکومتی اسناد قرض کو بنک سے قرض حاصل کرنے کے لیے یا کسی دوسرے فرد سے قرض حاصل کرنے کے لیے ضمانت کے طور پر پیش کیا جائے۔ چونکہ بنک سے کاروباری قرضوں یا صرف کے لیے لیے جانے والے قرضوں میں اکثر ضمانت کی ضرورت پڑے گی۔ اس لیے ان اسناد کے بطور ضمانت استعمال سے معاشرہ کو بڑی سہولت ہو جائے گی۔ بنکوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کسی قرض کی ضمانت میں جو سندیں پیش کی جائیں ان کی تاریخ ادائیگی بنک کے قرض کی تاریخ واپسی سے پہلے یا اس کے قریب ہوں۔ انہیں قرض لینے والے سے یہ تحریر حاصل کر لینی چاہیے کہ اگر وہ وقت مقررہ پر بنک کا قرضہ واپس کرنے سے قاصر رہے تو بنک کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کی جمع کی ہوئی سند کو پیش کر کے حکومت سے اس پر درج سرمایہ واپس حاصل کر لے اور اپنا دیا ہوا قرض اس سرمایہ میں سے واپس حاصل کرے۔ چونکہ ہم نے بہت چھوٹی مدت کی اسناد قرض جاری کرنے کی تجویز بھی پیش کی ہے لہٰذا عام افراد اور کاروباری اداروں کے لیے ایسی سندوں کا بطور ضمانت استعمال کرنا ہمیشہ ممکن رہے گا جن کی میعاد اسی مدت کے قریب پوری ہو رہی ہو جس کے لیے انھیں بنکوں سے غیر سودی قرض مل سکتے ہیں۔

ایک ترقی پذیر معیشت میں حکومتی قرضوں کی ضرورت ایک مسلسل ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرتے رہنے کا عملی طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ حکومت ہر ہفتہ اور ہر سال نئی اسناد قرض جاری کرتی رہے اور اس بات کا اہتمام کرے کہ ان اسناد کی ایسی مقداریں فروخت ہوتی رہیں جن سے اس کی ضرورت قرض پوری

ہوتی رہے۔ اگر کسی وقت قرضوں کی رسد معیارِ مطلوب سے کم نظر آئے تو اس میں اضافہ کے لیے جو تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں ان کی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے، یعنی اخلاقی اپیل اور محاصل میں مزید رعایت۔

گزشتہ باب میں ہم یہ واضح کرچکے ہیں کہ مرکزی بنک عام بنکوں کو ان کے دیئے ہوئے قرضوں کے بالمقابل قرض دے گا۔ ان دونوں کے مابین نسبت کو ہم نے نسبت استقراض کا نام دیا ہے۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر عام بنکوں نے کچھ اسناد قرض خریدی ہوں گی یعنی حکومت کو قرض دیا ہوگا، تو وہ ان اسناد کو پیش کرکے مرکزی بنک سے مقررہ نسبت استقراض کے مطابق قرض حاصل کرسکیں گے۔ اگر مرکزی بنک یہ چاہتا ہو کہ عام بنکوں میں حکومت کو قرض دینے کا رجحان بڑھے تو وہ حکومتی قرضوں کے لیے نسبت استقراض کو دوسری قسم کے قرضوں کے لیے مقرر کردہ نسبت استقراض سے اونچا رکھ کر یہ مقصد حاصل کرسکتا ہے۔ مذکورہ بالا صورت حال میں جب حکومتی قرضوں کی رسد معیار مطلوب سے کم ہو، مرکزی بنک ان قرضوں سے متعلق نسبت استقراض میں اضافہ کرکے بنکوں کی جانب سے ان کی رسد میں اضافہ کا اہتمام کرسکتا ہے۔

یہ شبہہ بے جا ہوگا کہ عام منڈیوں اور قرضوں سے متعلق نسبت استقراض اگر حکومتی قرضوں سے متعلق نسبت استقراض سے کم ہوگی تو کاروباری طبقہ کو قرضوں کی رسد بہت کم ہوجائے گی۔ کاروباری طبقہ کو قرض کی رسد جاری رہنے کی ایک وجہ بنکوں کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ اپنے گاہکوں کی ضروریات قرض پوری کرتے رہیں، کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے واضح کرچکے ہیں، بنکوں کا نفع کاروباری

طبقہ کے نفع پر منحصر ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہوگی کہ حکومت بنکوں کے ہاتھ سنداتِ قرض فروخت کرنے میں اور مرکزی بنک نسبت استقراض میں اضافہ کرکے ان کو مزید سندیں خریدنے پر آمادہ کرنے میں کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض کا پورا لحاظ رکھے گا۔ حکومت بنکوں سے قرض حاصل کرنے میں کاروباری طبقہ کے ساتھ مسابقت کی بجائے اس امر کا اہتمام کرے گی کہ کاروباری طبقہ کی ضرورت قرض پوری کرنے کے بعد بنکوں میں قرض دینے کی جو فاضل صلاحیت پائی جائے اسے خود جذب کرے۔

اس مطالعہ میں ہمیں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو نہیں کرنی ہے کہ حکومت قرض لی ہوئی رقموں کی واپسی کا اہتمام کس طرح کرے گی۔ اجمالاً وہ اپنی ترقیاتی اسکیموں کے ثمرات، قرض سرمایہ سے چلنے والے کاروباری اداروں کے منافع، عام حالات میں عائد کیے جانے والے محاصل، اور حسب ضرورت نئے قرضوں کو واجب الادا قرضوں کی ادائیگی کا ذریعہ بنائے گی۔ عرصۂ مختصر میں جب قومی صنعتوں سے پوری پیداوار حاصل نہ ہورہی ہو اور بعض ترقیاتی اسکیمیں ابھی ابتدائی مراحل میں ہوں، واجب الادا قرضوں کی ادائیگی کا بڑا ذریعہ مزید محاصل کے علاوہ نئے قرضوں کو بنانا ہوگا۔ حکومت کو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ کسی ہفتہ یا سال میں اسے جتنے قرضے واپس کرنے ہیں اس سے زیادہ سرمایہ قرض کے طور پر حاصل ہوجائے۔ حالات کے معمول میں آنے اور ترقی کے سبب حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوجانے پر اس کے برعکس طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، اور نئے قرضوں کی مقدار واپس کیے جانے والے قرضوں سے کم رکھ کر قومی قرض کا مجموعی بار ہلکا کیا جاسکتا ہے۔

اگر کسی وقت حکومت کی ضرورت قرض عوام کے دیئے ہوئے قرضوں سے نہ پوری ہو رہی ہو، یا اس کی کوشش کے باوجود واجب الادا قرضوں کی مقدار نئے حکومتی قرضوں کے ذریعے حاصل ہونے والے سرمایہ سے زیادہ ہو تو وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے خسارہ کی مالیات کا سہارا لے گی۔ اس کا عملی طریقہ یہ ہوگا کہ حکومت مرکزی بنک کے ہاتھوں اسناد قرض فروخت کرے۔ مرکزی بنک کو ان اسناد قرض کے عوض نقد سرمایہ فراہم کرنے کے لیے نیا زر بنانا ہوگا۔ یہ نیا زر نئے کرنسی نوٹ یا مرکزی بنک میں حکومت کے کھاتہ میں نئے اندراج کی صورت میں پیدا کیا جائے گا۔

سرکاری خزانہ کی آمدنی اور خرچ کی رفتار میں فرق کی وجہ سے حکومت کو چند ہفتوں کے لیے عارضی قرضوں کی جو ضرورت پیش آتی ہے اس کی تکمیل کے لیے بھی مرکزی بنک کو ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ حکومت چند ہفتوں یا تین مہینے کی مدت کی اسناد قرض مرکزی بنک کے ہاتھوں فروخت کرے گی۔ مرکزی بنک ان اسناد کو عوام اور بنکوں کے ہاتھوں فروخت کرنے کا اہتمام کرے گا۔ لیکن اگر کچھ سندیں نہ فروخت ہو سکیں تو اس کمی کو نیا زر پیدا کر کے پوری کرے گا۔

جب حکومت خسارہ کی مالیات کی جگہ آمدنی سے کم خرچ کرنے یا فاضل مالیات (SURPLUS BUDGET) کا طریقہ اختیار کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ مرکزی بنک سے اسناد قرض واپس لے کر اسے نقد ادا کرے گا۔ یہ واپسی حکومت کے کھاتے میں ایک اندراج کی، یا حکومت سے مرکزی بنک کو کرنسی نوٹ منتقل ہونے کی صورت میں ہوگی۔ مرکزی بنک ان کرنسی

نوٹوں کو فی الوقت استعمال نہیں کرے گا۔ دونوں صورتوں میں معیشت میں زر کی مجموعی رسد میں کمی واقع ہوگی۔

ان تدابیر کے باوجود اگر حکومت کی ضروریات قرض نہ پوری ہو رہی ہوں تو وہ عوام کی چھوٹی بچتوں اور بہت تھوڑی مدت کے لیے حاصل ہو سکنے والی رقموں کو جمع کرنے کے لیے ڈاکخانہ میں بچت کے بنیک، (SAVINGS — BANK) قائم کرنے کا طریقہ اختیار کر سکتی ہے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا اس لیے بھی مفید ہوگا کہ اس طرح عوام کے لیے بچت کرنا اور اسے محفوظ رکھنا آسان ہو جائے گا۔ بچت کے بنکوں کے ضوابط معروف و معلوم ہیں اس لیے یہاں ان کی تفصیلات بیان کرنا ضروری نہیں۔ اگرچہ حکومت ان بچتوں پر سود نہیں دے گی لیکن وہ بچت کاروں کو بعض ایسی سہولتیں فراہم کر سکتی ہے جو ان کھاتوں میں بچت کی رسد میں اضافہ کریں گی۔ عندالطلب واپسی اور تحفظ کی سہولت کے علاوہ حکومت بعض معاصر ملکوں کی طرح بچت کے ذریعہ کھاتہ دار کی ہدایت پر، رقمیں ادا کرنے اور ایک کھاتہ دار سے دوسرے کھاتہ دار کو منتقل کرنے کی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے۔ یہ طریقہ جدید اصطلاح میں (GIROSYSTEM) کہلاتا ہے[1]۔ اس کے علاوہ حکومت

[1] یہ طریقہ جرمنی اور سوئیڈن میں رائج ہے۔ سوئزرلینڈ میں بھی اسی طرح کا ایک طریقہ رائج ہے۔ ڈاکخانہ کا کوئی کھاتہ دار اگر کسی دوسرے کھاتہ دار کو کوئی رقم منتقل کرنا چاہتا ہے تو ڈاکخانہ کو اس امر کی ہدایت کر دیتا ہے جس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ اگر وہ کسی ایسے فرد کو انتقال زر کرنا چاہے جس کا حساب کسی دوسرے بنک میں ہے تو ایسا بھی کر سکتا ہے۔

(باقی ۲۴۵ پر)

خود ایک عام تجارتی بنک قائم کر کے جس کی شاخیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہوں، قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ میں عوام کی بچتوں کو براہ راست حاصل کرنے کا بھی اہتمام کر سکتی ہے۔

اس بحث میں ہم نے بیرونِ ملک سے حاصل کیے جانے والے قرضوں پر کوئی گفتگو نہیں کی ہے کیونکہ جیسا کہ ابتدا ہی میں واضح کیا جا چکا ہے۔ ہم ایک خود کفیل معیشت فرض کر کے گفتگو کر رہے ہیں جو بیرونی ممالک سے کوئی لین دین نہیں کرتی۔ یہ مفروضہ حقیقت واقعہ کے خلاف ہے لیکن مطالعہ میں سہولت کے لیے ابتداءً اس کے بغیر چارہ نہیں۔ بیرونی ممالک سے تجارت اور لین دین کے مطالعہ میں زر و بنک کاری سے متعلق بہت سے نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن پر علیحدہ بحث مفید ہو گی۔

حکومتی حصص شرکت، حکومتی حصص مضاربت اور حکومتی اسناد قرض کی نوعیت واضح کرتے وقت ہم نے ضمناً نظام بنک کاری سے ان کے تعلق پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے، لیکن ابھی مسئلہ کے اس پہلو پر مزید غور و بحث ضروری ہے۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ یہ واضح کریں گے کہ غیر سودی نظام بنک کاری میں ان حصص اور سندوں کا عمل کیا ہو گا۔

بقیہ حاشیہ ص ۲۴۴ :-

ملاحظہ ہو۔ R. S. RAYERS (EDITOR) BANKING IN WESTERN EUROPE. صفحات ۶۲، اور ۲۶۲

حکومتی اسنادِ قرض اور نظام بنک کاری

چونکہ حکومت کو دیے جانے والے قرض کے بالمقابل مرکزی بنک سے مل سکنے والے قرض کی نسبت دوسری قسم کے قرضوں کے بالمقابل مل سکنے والے قرض سے زیادہ ہو گی لہذا عام بنک اپنی نقدیت کے استحکام کے لیے حکومتی اسناد قرض کی ایک مقدار اپنی تحویل میں رکھیں گے۔ وہ مختلف مدتوں کی اسناد قرض رکھ کر اس بات کا اہتمام کر سکتے ہیں کہ ضرورت پڑنے پر ان سندوں کو نقد حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ یہ سندیں زیادہ تر چھوٹی مدت کے قرضوں کی ہوں گی۔ مثلاً دو ہفتے، ایک مہینہ، تین مہینہ وغیرہ مدتوں کی سندیں، عام بنکوں سے زیادہ طویل مدت کی سندیں خریدنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ جس ہفتے بنکوں کو نئے نقد کی ضرورت ہو گی۔ اس ہفتے ان کی جانب سے خریدی جانے والی سندوں کی مجموعی قیمت ان سندوں کی مجموعی قیمت سے کم ہو گی جن کی میعاد اس ہفتے پوری ہونے کے سبب ان کو نقد واپس کیا جائے گا۔ جس ہفتہ صورت حال اس کے برعکس ہو گی اس ہفتہ بنک میعاد پوری ہونے والی سندوں کے عوض نقد واپس لے کر اسی مقدار میں یا اس سے زائد مقدار میں نئی سندیں خرید لیں گے۔ عام حالات میں اس بات کا انحصار کہ ایک بنک اپنے دیئے ہوئے قرضوں کی میزان کا کتنا حصہ حکومتی اسناد قرض خریدنے کے لیے مخصوص کرتا ہے اس بات پر ہو گا کہ وہ اپنے مفادات کے تحت کاروباری طبقے کو قرض دینے یا تجارتی ہنڈیاں بھنانے کے مقابلے میں نقدیت کے استحکام کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ ایک ہی عرصہ میں مختلف بنک اس بارے میں مختلف

پالیسیاں اختیار کریں گے۔ مجموعی نتیجہ کا انحصار زیادہ تر اس امر پر ہوگا کہ کاروباری طبقہ کی طرف سے قرضوں کے مطالبہ میں کتنی وسعت اور شدت ہے اور بنکوں کا مستقبل قریب میں اپنی ضروریات نقد کے بارے میں کیا اندازہ ہے۔

اس سوال کا جواب تجربہ کی روشنی میں ہی مل سکے گا کہ حکومتی اسناد قرض کے لیے نسبت استقراض عام نسبت استقراض سے کتنی زیادہ رکھی جائے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ اس بارے میں کوئی فیصلہ کرتے وقت مرکزی بنک کی نگاہ صرف اسی مقصد پر نہ ہوگی کہ بنکوں کی جانب سے حکومتی قرضوں کی رسد میں اضافہ ہو بلکہ اسے بنکوں کے کاروباری مفادات، کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض، صارفین کی ضروریات قرض وغیرہ امور کی بھی پوری رعایت ملحوظ رکھنی ہوگی۔

حکومتی اسناد قرض کا بنکوں سے قرض لیتے وقت ضمانت کے طور پر استعمال بنکوں کے کاروبار میں سہولت پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔ عام حالات میں حکومتی اسناد قرض اعلیٰ ترین درجہ کی ضمانتوں میں شمار کی جائیں گی۔

حکومتی اسنادِ قرض حکومت کی مالیاتی پالیسی (FISCAL POLICY) کے ایک اہم آلہ (INSTRUMENT) کا کام بھی کریں گی۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا۔ ان سندوں کا وجود خسارہ کی مالیات اور فاضل بجٹ کا طریقہ اختیار کرنے کو آسان بنا دے گا۔ ان سندوں کی فروخت میں اضافہ کرکے حکومت طلب موثر کو کم کرنے اور واپس ادا کیے جانے والے قرضوں کے مقابلہ میں کم مقدار فروخت کرکے طلب موثر میں اضافہ کے مقاصد بھی حاصل کر سکتی ہے۔

حکومتی حصصِ شرکت اور نظامِ بنک کاری:

پانچویں باب میں ہم نے اشارہ کیا تھا کہ بنک اپنی نقدیت کے استحکام کے لیے نقد ریزرو کے علاوہ ثانوی ریزرو کے طور پر ایسے حصص خریدیں گے جن پر نقصان اٹھانے کا اندیشہ کم ہو اور جنھیں کسی وقت بھی فروخت کرکے نقد حاصل کیا جا سکتا ہو۔ ہمارے نزدیک حکومتی حصص شرکت بڑی حد تک اس معیار پر پورے اتر سکیں گے۔ اگر ہمارا یہ مفروضہ درست ہے کہ حکومتی حصص پر نقصان کا اندیشہ عملاً ختم ہو جائے گا اور سارا عدم تیقن صرف اس شرح نفع کے بارے میں ہوگا جو کسی سال کسی حصہ کی ملکیت کے سبب عملاً حاصل ہو تو یہ حصص بنکوں کے لیے نقدیت کے استحکام کے ساتھ کچھ نفع کمانے کا موزوں ترین ذریعہ ثابت ہوں گے۔ نقصان کا اندیشہ نہ ہونے کی صورت میں ان کے دام ان پر مندرج قیمت سے نیچے نہ گریں گے بلکہ اس سے اوپر ایک معتدل حد کے اندر تغیر پذیر ہوں گے۔ بنک اپنے کھاتوں کا ایک حصہ حکومتی حصص شرکت خریدنے پر صرف کریں گے۔ جب انھیں نقد کی ضرورت پڑے گی تو وہ ان حصص کو بازار میں فروخت کرکے نقد حاصل کر سکیں گے۔ ایسا کرنے میں اگرچہ نقصان اٹھانے کا اندیشہ باقی رہے گا لیکن نفع کی امید بھی ہوگی اور نقصان کی صورت میں اس کی مقدار زیادہ نہ ہوگی جن حصص کو ان کی مدت پوری ہونے سے پہلے فروخت کرنے کی ضرورت نہ پڑے ان کی مدت پوری ہونے پر بنک حکومت سے ان پر آنے والا نفع وصول کر سکے گا۔ اور ان کے دام سے حسب مرضی نئے حصص خریدنے یا اس نقد کو کسی اور کام

کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کر سکے گا۔ حصص شرکت کی بھاری مقداریں خرید کر بنک ان حصص کے سرمایہ سے چلائی جانے والی صنعتوں کے کاروبار میں دخیل بن سکے گا اور اس طرح اپنے مفادات کا تحفظ عمل میں لا سکے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ مختلف بنک قومی دائرہ کے مختلف کارخانوں میں حصص کی ایک قابلِ لحاظ تعداد خرید کر موثر دخل حاصل کر سکیں گے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب رہے تو حصص شرکت کی فروخت کے ذریعہ حکومت کو بنکوں سے کثیر مقدار میں سرمایہ حاصل ہو سکے گا۔

اگر ضرورت سمجھی جائے تو نظام بنک کاری کی نقدیت بحال رکھنے اور کھاتہ داروں کے مفادات محفوظ رکھنے کے لیے مرکزی بنک عام بنکوں کو ازروئے ضابطہ اس بات کا پابند بنا سکتا ہے کہ اپنے قرض اور مضاربت کھاتہ کی کل میزان کا ایک متعیّن فی صد حصّہ حکومتی حصص شرکت خریدنے میں صرف کریں لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ غیر سودی نظام بنک کاری کا تجربہ شروع کرتے وقت ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بنکوں کو اس بارے میں آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر حکومت قومی دائرہ کی صنعتوں کی اونچی کارکردگی کی بنا پر حصص شرکت کو وہ مقام دلا سکی جو ہم نے اس بحث میں فرض کیا ہے۔ یعنی ان پر نقصان کے اندیشے کو عملاً ختم کر کے ان کے بازار بھاؤ میں یک گو نہ استقرار حاصل کیا جا سکا تو قوی امید ہے کہ بنک خود بخود ان حصص کو ثانوی ریزرو کے طور پر استعمال کرنے لگیں گے۔ بہتر ہے کہ ثانوی ریزرو کے طریقے اور ان کا تناسب عملی تجربہ اور رواج کی روشنی میں بنکوں کے آزادانہ فیصلوں

کے نتیجے میں طے پائیں۔

جیسا کہ گزشتہ باب میں واضح کیا جا چکا ہے حکومتی حصص شرکت کی خرید و فروخت کو مرکزی بنک زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کا ذریعہ بنائے گا۔ حصص کی خریداری کی رفتار حصص کی فروخت کی رفتار سے زیادہ رکھ کر مرکزی بنک معیشت میں نقد کی رسد میں مسلسل اضافہ کا مقصد بھی حاصل کر سکے گا۔

حکومتی حصصِ مضاربت اور نظامِ بنک کاری:

یہ حصص چونکہ بازار میں خرید و فروخت کے قابل نہ ہوں گے لہذا نظام بنک کاری میں ان کا عمل بہت محدود ہوگا۔ مرکزی بنک جب کچھ حصص مستقلاً اپنی تحویل میں رکھنا چاہے تو اس مقصد کے لیے حصص مضاربت خریدے گا۔ عام بنکوں کے لیے حصص مضاربت میں زیادہ جاذبیت نہ ہوگی کیونکہ ان حصص کی خریداری اور کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ حصص میں سرمایہ لگانے میں نقصان کا اندیشہ بہت کم بلکہ عملاً بالکل نہیں ہوگا۔ نقدیت کے اعتبار سے حصص مضاربت کا رکھنا مفید نہیں، البتہ اگر عملی تجربے سے یہ معلوم ہو کہ حکومتی حصص مضاربت کے ذریعہ ایک معقول شرح کے مطابق نفع حاصل ہو سکتا ہے تو بنک اپنے کاروباری سرمایہ کا ایک حصہ ان حصص میں لگانا پسند کریں گے۔ حصص مضاربت کو دوسرے اثاثوں کی طرح قرض لینے والے افراد اور ادارے بطور ضمانت بھی پیش کر سکیں گے۔ بشرطیکہ ان کی میعاد قرض کی واپسی کی موعودہ تاریخ کے قریب پوری ہو رہی ہو۔

حصص مضاربت زیادہ تر چھوٹے بچت کاروں کے لیے بنک کے مضاربت کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے کے لیے ایک موزوں بدل کا کام کریں گے۔

مذکورہ بالا حصص اور اسناد کی بھاری مقدار کا وجود ملک کے مالی نظام میں سہولت اور باقاعدگی پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔ ان کی بدولت بچت کے نفع آور استعمال، قرض لین دین اور قرض کی ضمانت پیش کرنے میں سہولت ہوگی۔ بنکوں کو ثانوی ریزرو رکھنے، سرمایہ کو محفوظ طریقے پر نفع کمانے کے لیے استعمال کرنے اور مرکزی بنک سے قرض لینے میں ان حصص سے مدد ملے گی۔ مرکزی بنک ان حصص اور اسناد کو عام بنکوں پر اپنے فیصلوں کے نفاذ میں آلہ کے طور پر استعمال کرے گا۔ ان سے حکومت اپنی مالیاتی پالیسی کے نفاذ میں بھی یہی کام لے گی۔

آٹھواں باب

صارفین کے لیے قرضے

غیر سودی معیشت میں بنک کاری کا جو خاکہ گزشتہ ابواب میں پیش کیا گیا ہے اس میں اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی ہے کہ صارفین CONSUMERS کو غیر سودی قرض کس طرح مل سکیں گے۔ اس کا سبب صَرف کے لیے دیے جانے والے قرضوں کی مخصوص نوعیت ہے۔ جس طرح حکومت کو قرض کی فراہمی کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے مالیاتِ عامّہ سے تعرض ضروری ہوا اسی طرح جب تک ہم اسلامی سوسائٹی میں اہلِ حاجت کی حاجت روائی اور کفالت عامّہ کے پورے نظام پر نہ غور کریں۔ اس سوال کا جواب دینا ممکن نہیں کہ ضرورت مند لوگوں کو ضروریات کی تکمیل کے لیے غیر سودی قرض کس طرح مل سکیں گے۔ لیکن غیر سودی بنک کاری کی بحث کو غیر معمولی طوالت سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ کفالت عامّہ کی بحث کو اس سے علیحدہ رکھا جائے۔ ذیل میں ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ اس بحث سے حتی الامکان گریز کرتے ہوئے صَرف کے لیے قرضوں کی فراہمی کے مسئلے پر کچھ روشنی ڈالیں۔

صارفین کی ضروریات (CONSU-MPTION) : سماج کے جن افراد کو صرف

کے لیے قرض کی ضرورت ہوتی ہے ان کی مختلف قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ان حاجت مند افراد کی ہے جو نہ اثاثہ رکھتے ہیں نہ کوئی ایسا ذریعۂ آمدنی جس سے آئندہ قرض کی واپسی ممکن ہو۔ اس قسم کے افراد کو ضرورت قرض کی نہیں بلکہ امداد کی ہے۔ اسلامی ریاست میں کفالتِ عامّہ کے نظام کو ایسے افراد کو امداد بہم پہنچانے کا اہتمام کرنا ہوگا۔ بینکوں سے انہی صارفین کو قرض دیا جاسکتا ہے جن سے قرض کی واپسی یقینی ہو۔

دوسری قسم اثاثہ اور ذریعۂ آمدنی رکھنے والے ان افراد کی ہے جن کو اپنی موجودہ ضروریات کی تکمیل کے لیے عارضی طور پر قرض مل جائے تو وہ مستقبل میں ہونے والی آمدنی سے اسے واپس کرسکیں گے۔

ضروریات کا جائزہ لیا جائے تو بنیادی ضروریات اور دیگر ضروریات کے درمیان تفریق کی جاسکتی ہے۔ بنیادی ضروریات وہ ہیں جن کی تکمیل پر انسانی زندگی کے قیام وبقا کا انحصار ہے۔ خوراک، لباس، علاج، مکان اور تعلیم وہ بنیادی ضروریات ہیں جن کے پورا نہ ہونے کی صورت میں ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان ضروریات کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ ان کے بعد ان ضروریات کا درجہ ہے جن کی تکمیل ایک آسودہ اور مطمئن زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے تاکہ فرد کی صلاحیتوں کو نشوونما کا پورا موقع ملے اور معاشرے کو اس کی کارکردگی سے پورا فائدہ ہو۔ یہ وہ ضروریات ہیں جن کا پورا ہونا سکونِ خاطر اور نشاطِ طبع کے لیے ضروری ہے۔ ان کی تکمیل سے فرد کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ سماجی زندگی میں

ایک ذمہ دارانہ، فعّال کردار ادا کرنے کے قابل رہتا ہے۔ ان کی عدمِ تکمیل پریشانیٔ خاطر اور زحمت وتکلیف کا سبب بن کر کارکردگی کم کرتی اور انسانی قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں منفی رجحانات پیدا کرتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی فلاح کا تقاضا ہے کہ ہر فرد کی مذکورہ بالا بنیادی ضرورتیں اچھے معیار پر اور بھرپور طریقے سے پوری ہوں۔ اس کے علاوہ زندگی کو سہل اور آرام دہ بنانے والے، وقت بچانے والے اور جسمانی مشقت کو کم کرنے والے ان سامانوں کا درجہ ہے جن کی انسان کو طلب رہتی ہے۔ مثلاً اچھا اور آرام دہ مکان، فرنیچر، بجلی کے استعمالی سامان (پنکھا، کپڑا دھونے کی مشین، ریفریجریٹر) سلائی کی مشین اور سواری کے لیے گاڑی وغیرہ — اس ذیل میں بہت سی اور چیزوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی خواہش، شادی کے وقت لڑکی کو سامان زندگی دینے کی آرزو وغیرہ — یہ تمام ضرورتیں زندگی کو سہل تر، حسین تر اور مفید تر بنانے کے لیے پیش آتی ہیں۔ جن اشیاء اور خدمات سے ان ضروریات کی تکمیل وابستہ ہے انھیں علماءِ معاشیات نے سامانِ آسائش (COMFORTS) کا نام دیا ہے۔ مشہور اسلامی مفکر شاطبی نے انھیں 'حاجیات' کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے جن کا درجہ وہ بنیادی ضروریات کے بعد قرار دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان ضروریات کی بقدر گنجائش وفائدہ تکمیل مقاصدِ شریعت میں داخل ہے۔[1]

---

[1] ابو اسحٰق الشاطبی: الموافقات فی اصول الشریعۃ جلد ۴ صفحہ ۳۔ مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ۔ مصر۔ (سن اشاعت درج نہیں ہے۔)

قدرتی طور پر ہر فرد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی جملہ ضروریات اپنی محنت اور آمدنی سے پوری کرے۔ جو افراد اپنی معذوری یا حالات کی ناسازگاری وغیرہ کے سبب اس کوشش میں اس حد تک ناکام رہیں کہ اپنی بنیادی ضروریات بھی نہ پوری کرسکیں ان کے بارے میں، جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ اسلامی سوسائٹی اور بالآخر اسلامی ریاست کو اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے ان کی مالی امداد کی جائے۔

جو افراد اپنی ذاتی دولت یا آمدنی کے ذریعے اپنی اور اپنے خاندان کی بنیادی ضروریات خود پوری کر لیتے ہیں وہ دوسرے درجے کی ضروریات کی تکمیل کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ بہت سے افراد اس کوشش میں کامیاب رہتے ہیں اور بہت سے افراد نہیں کامیاب ہوتے۔ اسلامی مفکرین نے حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اسلامی ریاست پر ان ضروریات کی تکمیل کی کوئی واضح اور متعین ذمہ داری نہیں عائد کی ہے۔ لیکن شریعت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے معاشی وسائل میں جس حد تک گنجائش ہو اس کا لحاظ رکھتے ہوئے معاشرہ اور ریاست کو ان ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں بھی ہر شہری کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ آسودہ حال اور فعّال شہری جن کی کارکردگی ترقی پذیر ہو اور طبیعت میں نشاط پایا جائے۔ بالآخر پورے معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوں گے اور اجتماعی مقاصد کے حصول میں مددگار بنیں گے۔

قرض کے ذرائع:

ضروریات کے اس اصولی جائزے کی روشنی میں اب اصل مسئلہ پر غور کیجیے۔

یعنی اثاثہ اور ذریعۂ آمدنی رکھنے والے ان افراد کو قرض کی فراہمی جو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے وقتی طور پر مزید مال کے ضرورت مند ہیں۔ ان میں سے جو افراد اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لیے مزید مال کے محتاج ہوں ان کے بارے میں بھی ہماری رائے یہ ہے کہ ان کو قرض دینے کی ذمہ داری اصلاً بیت المال یعنی کفالتِ عامّہ کے نظام کو اٹھانی چاہیے۔ جس حد تک ممکن ہو افرادِ معاشرہ کو باہمی تعاون کے ذریعے بھی ایسے قرضوں کی ضرورت پوری کرنی چاہیے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے افرادِ معاشرہ تعاونِ باہمی پر مبنی آزاد ادارے قائم کر سکتے ہیں جن میں افراد ہر مہینے چھوٹی رقوم جمع کر کے اپنی بچتوں سے ایک ایسا فنڈ مہیا کر سکتے ہیں جو ادارہ کے ارکان کو ضرورت پڑنے پر قرض فراہم کر سکے۔ بچت کے بینک، یا تامین (INSURANCE) کے ادارے اور تعاون باہمی کے اصول پر مبنی دوسرے ادارے جن کا مقصد نفع کمانا نہ ہو اس اہم سماجی ضرورت کو، یعنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے صاحبِ استطاعت افراد کو عارضی طور پر قرضوں کی فراہمی، پوری کر سکتے ہیں۔

جس حد تک یہ ضرورت انفرادی قرضوں اور تعاون باہمی پر مبنی اداروں کے ذریعے نہ پوری ہو سکے اس حد تک اسلامی ریاست کو اس کی تکمیل کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ریاست اس مقصد کے لیے ایک علیٰحدہ فنڈ قائم کر کے اصحابِ خیر سے قرضِ حسن یا صدقاتِ نافلہ کے لیے اپیل کر سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے زکوٰۃ و عشر کی آمدنی کا ایک حصہ بھی مخصوص کیا جا سکتا ہے۔ اس فنڈ سے قرض کے طلب گاروں کو ان کی ضروریات کا جائزہ لینے کے بعد موزوں ضمانت پر مناسب

مدتوں کے لیے قرض دیا جانا چاہیے۔

بعض اصحاب فکر نے یہ رائے بھی ظاہر کی ہے کہ مل مالکوں اور دوسرے آقاؤں (EMPLOYERS) پر یہ ذمہ داری عائد کی جائے کہ وہ اپنے ملازمین کو وقت ضرورت صرف کے لیے قرضے دیں جنھیں آئندہ ان کے مشاہروں یا اجرتوں سے قسط وار وضع کرکے وصول کر لیا جائے۔ ایک محدود پیمانہ پر یہ طریقہ معاصر معیشت میں بھی رائج ہے۔ ملازمین اپنے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع سرمایہ میں سے قرض حاصل کر سکتے ہیں، اور بعض اداروں میں انھیں اس کے علاوہ قرضے حاصل کرنے کی سہولت بھی حاصل ہے۔ یہ ایک مناسب تجویز ہے جسے مل مالکوں اور آقاؤں کے مفادات کی پوری رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے موزوں ضوابط کی شکل دی جا سکتی ہے۔ اس تجویز کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس طریقے سے دیے جانے والے قرضوں کو واپس وصول کرنا آسان ہے۔

کوئی وجہ نہیں کہ اس آخری طریقے کو صرف بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے درکار قرضوں تک محدود رکھا جائے۔ ہماری رائے میں ان قرضوں کے بارے میں کچھ وسعت پیدا کرنی چاہیے اور مقررہ ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے مذکورہ بالا دوسرے درجہ کی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی قرض دینا چاہیے۔

دوسرے درجہ کی ضروریات کے ذیل میں دو امور خاص طور پر غور کے مستحق ہیں۔

تعمیر مکان یا خریداری مکان سے متعلق قرضے اور پائدار سامان صرف

مثلاً فرنیچر، بجلی کے استعمالی آلات اور موٹر کار وغیرہ خریدنے کے لیے قرضے۔

مکان کا تعلق ایک حد تک بنیادی ضرورت سے اور اس کے بعد دوسرے درجہ کی ضرورت سے ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے خاصا سرمایہ درکار ہوتا ہے جس کی فراہمی کا بار، اکثر اوقات، صرف ایک ادارہ پر ڈالنا دشوار ہوتا ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے قرض سرمایہ متعدد ذرائع سے حاصل ہو سکے گا۔ لیکن بنیادی طور پر کچھ ذمہ داری خود ریاست کو اٹھانی چاہیے۔ مناسب ہوگا کہ اسلامی ریاست مکان کی خریداری یا تعمیر کے سلسلے میں قرض کی فراہمی کے لیے ایک مخصوص ادارہ قائم کر دے جسے کفالت عامہ کے نظام کے ایک شعبہ کے طور پر چلایا جائے۔ یہ ادارہ قرض کے طلب گاروں کی ضرورت اور صلاحیتِ ادائیگی وغیرہ امور کا جائزہ لے کر ان کو مناسب مقداروں میں قرضے دینے کا اہتمام کرے۔ ان قرضوں کی قسط وار ادائیگی کے لیے موزوں ضابطے بنائے جائیں، اور ادائے قرض کی ضمانت میں خود اس مکان کو نگاہ میں رکھا جائے جس کی تعمیر یا خریداری کے لیے قرض دیا گیا ہو۔ اس ادارہ کے علاوہ تعاون باہمی کے اداروں اور آقاؤں اور مل مالکوں سے ملنے والے قرضے، نیز بنکوں سے حاصل ہو سکنے والے قرضوں کو بھی صارفین اس ضرورت کی تکمیل کے لیے استعمال کر سکیں گے۔

پائدار سامان صرف کی خریداری کے لیے قرض کی فراہمی کے سلسلے میں بھی ریاست کو کچھ حصہ لینا چاہیے جس پر ہم عنقریب روشنی ڈالیں گے۔ اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صرف کے لیے قرض کی فراہمی کے سلسلے میں بنکوں

ہوتی ہو۔ ان قرضوں کے بالمقابل بھی مرکزی بنک سے استقراض کے ضابطے کے مطابق قرض حاصل کر سکیں گے۔ مزید برآں بنکوں کو اس بات کی کامل ضمانت حاصل ہوگی کہ صارفین کو دیے ہوئے قرضے انھیں واپس کیے جائیں گے چونکہ یہ معاملہ بنک اور اس کے کھاتہ داروں کے درمیان ہوگا لہٰذا عام طور پر عدم واپسی کا اندیشہ کم ہوگا۔ لیکن کسی قرض دار کھاتہ دار کی معذوری، افلاس، بغیر ترکہ چھوڑے وفات وغیرہ غیر معمولی صورتوں میں اگر کسی قرض دی ہوئی رقم کی وصولیابی ناممکن ہو جائے تو اسلامی ریاست کو ان قرضوں کے واپس کرنے کا اہتمام کرنا ہوگا۔ بنک کو ایسے ناقابل وصول قرضے واپس ادا کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا جائے گا کہ قرض دینے میں متعلقہ ضوابط کی پوری پابندی کی گئی تھی اور اس قرض کی عدم وصولیابی میں خود بنک کی کسی بے ضابطگی یا سہل انگاری کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ہماری اس تجویز کی بنیاد یہ بات ہے کہ بنکوں پر غیر سودی قرضے دینے کی ذمہ داری عائد کرنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ان کو ان قرضوں کی وصولیابی کی یقینی ضمانت حاصل ہو۔ ایسی کامل ضمانت بالآخر ریاست ہی فراہم کر سکتی ہے۔ ایسی ضمانت کے بغیر غیر سودی نظام بنک کاری سے قرضے دینے کا کام نہیں لیا جا سکتا، جیسا کہ چوتھے باب میں واضح کیا جا چکا ہے۔

بنک کے ناقابل وصول قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری آخری طور پر اسلامی ریاست پر ڈالنا نہ تو کوئی انوکھی بات ہے نہ یہ ایسے بار کو مستلزم ہے جسے زیادہ اہمیت دی جائے۔ زکوٰۃ و عشر کی مدّات میں سے ایک مد ایسے

قرض داروں کی امداد بھی ہے جو ادائے قرض سے قاصر ہوں۔ مزید برآں قرض دار متوفی کی جانب سے ادائے قرض کی ذمہ داری عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی بیت المال نے اٹھالی تھی، جیسا کہ ذیل کی صحیح حدیث سے واضح ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

انا اولیٰ بالمومنین من انفسهم فمن توفی من المومنین فترك دینا فعلی قضاءه ومن ترك مالا فلورثته [1]

میں مسلمانوں سے ان کے اپنے افراد کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں لہٰذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر وفات پا جائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لیے ہوگا۔

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ فرمانا اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت میں ہے نہ کہ ایک فرد کی حیثیت میں۔

مزید برآں ایک معروف شرعی ضابطہ کے مطابق بنکوں میں جمع وہ تمام رقوم جن کے مالک کوئی وارث یا حق دار چھوڑے بغیر وفات پا جائیں یا طویل مدت سے لاپتہ ہوں بالآخر بیت المال کو منتقل ہو جائیں گی۔ ایسی رقوم کو بھی

---

[1] بخاری: کتاب النفقات۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک کلا او ضیاعاً فَاِلَیَّ۔ یہی حدیث بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی آئی ہے۔ ابوعبیدہ نے کتاب الاموال میں بھی اسے تقریباً انہی الفاظ میں روایت کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اسلام کا نظریۂ ملکیت۔ حصہ دوم۔ باب ۱۱

کے حصہ پر غور کر لیا جائے۔

بینکوں سے صارفین کے لیے قرضے:

بینک اصلاً کاروباری ادارے ہیں جن کا مقصد نفع کمانا ہے۔ ان پر غیر سودی قرضوں کی فراہمی کی ذمہ داری جس حد تک اور جس طرح ڈالی جاسکتی ہے اس پر ہم چوتھے باب میں تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ بینک کے قرضوں کے اصل مستحق کاروباری ادارے ہیں۔ صارفین کو قرض دینے کی ذمہ داری بینکوں پر بہت محدود پیمانے پر عائد کی جاسکتی ہے۔ بینک سے صارفین کو قرض دینے کی دو صورتیں اختیار کرنا مناسب ہوگا۔

زائد از جمع رقم نکالنے کا اختیار:

پہلی صورت یہ ہے کہ جس فرد کا جس بنک میں قرض کھاتہ کھلا ہوا ہے اسے بعض حالات میں اپنے کھاتہ سے زائد از جمع رقم نکالنے (OVERDRAFT) کا حق دیا جائے۔ یہ زائد از جمع رقم متعین مدت کے لیے دی جائے اور اگر بینک ضرورت سمجھے تو کھاتہ دار سے مناسب ضمانت بھی طلب کر سکتا ہے۔ عام طور پر بینک اپنے جانے بوجھے کھاتہ داروں کو چھوٹی رقمیں بغیر کسی ضمانت کے قرض دینے میں کوئی حرج نہ محسوس کریں گے۔ کسی کھاتہ دار کو اس طرح دیے جاسکنے والے قرض کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی ایک حد مقرر کر دینی چاہیے۔ اس حد کی تعیین ماضی قریب میں اس کے کھاتہ میں جمع سرمایہ کے ماہانہ یا ہفتہ وار

اوسط کو سامنے رکھ کر کی جاسکتی ہے۔

وہ حالات یا ضروریات جن کے پیش نظر بنک قرض دینا منظور کرے گا اس طرح متعین کئے جانے چاہئیں کہ مذکورہ بالا دونوں قسم کی ضرورتوں پر حاوی ہوں، اگرچہ ان قرضوں کا اصل منشا، دوسرے درجہ کی ضروریات کی تکمیل ہونا چاہیے۔ اگر کوئی کھاتہ دار کوئی پائدار سامان صرف خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لیے یہ ممکن ہونا چاہیے کہ اپنے دوسرے وسائل کو کام میں لانے کے ساتھ بنک سے زائد از جمع رقم نکالنے کا طریقہ بھی استعمال کر سکے۔ البتہ بنکوں کو بھی اس بارے میں یہ اختیار دینا ہوگا کہ وہ اپنے حالات و وسائل کے پیش نظر اس طرح کے قرضوں کے دینے میں کبھی تنگی اور کبھی فراخی برتنے میں آزاد ہوں گے۔ ایک ہی عرصہ میں مختلف بنکوں کی پالیسی مختلف بھی ہو سکے گی۔ مثلاً ایک بنک موٹر کار خریدنے کے لیے زائد از جمع رقم نکالنے کی اجازت دیتا ہو اور دوسرا بنک اس مقصد کے لیے قرض دینے پر نہ آمادہ ہو۔ وغیرہ۔

اس ضابطہ کی موجودگی عام اصحاب سرمایہ و آمدنی کو بنکوں کا کھاتہ دار بننے پر آمادہ کرے گی تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ فاضل از جمع رقم نکالنے کی سہولت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے نتیجے میں بنکوں کے قرض کھاتوں میں اضافہ ہوگا جس سے ان کے کاروبار کو تقویت حاصل ہوگی اور وہ صارفین کو محدود پیمانے پر قرضے فراہم کرنے میں زیادہ زحمت نہ محسوس کریں گے۔

بنک اپنے صارفین کو مذکورہ بالا ضابطے کے تحت جو قرضے دیں گے وہ اسی حد کے اندر شامل ہوں گے جو مقررہ نسبت قرض کے مطابق متعین

مذکورہ بالا ذمہ داری کی تکمیل میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

اسنادِ خریداری:

بنکوں سے صارفین کو قرض دینے کا دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ صارفین جو پائدار سامان صرف مثلاً موٹر کار وغیرہ قیمت کو قسط وار ادائیگی کے وعدے پر ادھار خریدیں وہ فروخت کنندہ کو ادھار خریداری کی ایک سند لکھ کر دیں اور بینک ان سندوں کو تجارتی ہنڈیوں کی طرح بھنانے کا طریقہ اختیار کریں۔ خریداری سامان کی سند پر سامان کی تفصیلی نوعیت، اس کی مجموعی قیمت، مدتِ ادائیگی، طریقۂ ادائیگی اور فروخت کنندہ اور خریدار کے نام اور پتے وغیرہ درج ہوں گے۔ سند خریداری فروخت کنندہ کی تحویل میں ہوگی جسے وہ بینک سے بھنائے گا۔ یعنی اس سند کے عوض اس پر درج پوری رقم حاصل کر لے گا۔ اس رقم کی قسط وار واپسی کی ذمہ داری بھی فروخت کنندہ کی ہوگی۔ خریدار سے قسطیں وصول کرنا اور بالآخر اس سے حساب صاف کرنا بدستور فروخت کنندہ کے ذمے رہے گا۔ وہ سامان جو اس طریقے سے ادھار خریدا گیا ہو اس وقت تک بطور ضمانت نگاہ میں رکھا جائے گا جب تک خریدار اس کی پوری قیمت نہ ادا کر دے۔ قسطوں کی مسلسل عدم ادائیگی کی صورت میں فروخت کنندہ کو حق ہوگا کہ وہ عدالتی چارہ جوئی کے... ذریعے متعلقہ سامان پر قبضہ کر لے اور اسے فروخت کر کے اپنے باقی دام وصول کر لے۔

اس طریقہ اور مذکورہ بالا طریقے کے درمیان یہ فرق ہے کہ پہلے طریقے سے صرف ایسے صارفین مستفید ہو سکیں گے جو کسی بنک کے کھاتہ دار ہوں جب کہ

دوسرے طریقے سے اصولاً ہر صارف فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مزید برآں پہلا طریقہ اکثر حالات میں صرف چھوٹی رقمیں قرض لینے کے لیے کام آ سکے گا۔ جب کہ دوسرے طریقے میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ بنکوں پر یہ ذمہ داری نہیں عائد کی جا سکتی کہ جو سند خریداری بھی ان کے سامنے پیش کی جائے اسے وہ لازماً بھنا دیں۔ اسناد خریداری کا معاملہ بھی عام تجارتی ہنڈیوں کی طرح کا ہے ــــ بنکوں کو اختیار دینا ہوگا کہ وہ بعض اسناد خریداری کے عوض نقد (قرض) دیں اور بعض کو بھنانے سے انکار کر دیں۔ اسناد خریداری کو بنک سے بھنانے کے لیے ان کے معیار پر بھی نظر ڈالی جائے گی یعنی خریدار اور فروخت کنندہ کی ساکھ، مدت، رقم، نوعیت سامان وغیرہ۔ ان تمام امور پر نگاہ رکھتے ہوئے بنک اپنا اختیار تمیزی استعمال کرنے میں آزاد ہوں گے۔ قدرتی طور پر ہر بنک ان اسناد خریداری کو دوسری اسناد خریداری پر ترجیح دے گا جس سے متعلق خریدار اور فروخت کنندہ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کا گاہک ہو یا کھاتہ دار ہو، اور اسے اس کی ساکھ اور قوتِ ادائیگی پر اعتماد ہو۔ رفتہ رفتہ باہمی سہولت ایسے طریقوں کو رواج دے گی جن میں تمام فریقوں کے لیے فائدہ ہوگا۔ مثلاً بنک کا ایک کھاتہ دار ایک ایسے کاروباری ادارہ سے ادھار سامان خریدے گا جو اسی بنک سے مضاربت یا شرکت پر سرمایہ لے کر کاروبار کر رہا ہو اور بنک کو ہدایت کر دے گا کہ سامان کے دام کی قسطیں اس کے کھاتہ میں سے فروخت کنندہ کو مقررہ تاریخوں پر براہِ راست ادا کر دی جایا کریں۔ فروخت کنندہ اس خریدار کی دی ہوئی سند

خریداری کو اسی بنک کے ذریعہ بھنائے گا اور بنک کو ہدایت کردے گا کہ وہ کھاتہ دار کی منتقل کردہ رقوم کو اس کی جانب سے قرض کی وصولیابی میں محسوب کرے۔ اس فروخت کنندہ کو قرض دینے سے بنک کا اپنا مفاد وابستہ ہوگا اور بیشتر انتقالات زر صرف کھاتوں میں ردوبدل کی صورت میں کمل ہوجایا کریں گے۔ یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اس طریقے پر عمل میں اس سے زیادہ وسعت ہے جو اس مثال سے سامنے آتی ہے۔

کس وقت تمام بنک مل کر اسناد خریداری کے بھنانے میں کتنا سرمایہ لگا سکتے ہیں اس کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ نافذ الوقت نسبت قرض کے تحت صارفین کو قرض دینے کی کتنی گنجائش ہے۔ کسی حد تک اس کا انحصار مرکزی بنک کی مقرر کردہ نسبت استقراض پر بھی ہوگا۔ فرض کیجیے کہ مرکزی بنک کسی خاص سامان مثلاً سلائی کی مشین یا موٹر کار کی ادھار خریداری کی ہمت افزائی کرنا چاہتا ہے۔ اس ہمت افزائی کا محرک متعلقہ صنعتوں کو ترقی دینے کا فیصلہ، صارفین کا مفاد، مجموعی طور پر روزگار میں اضافہ، بنکوں کے اندر فاضل قوت قرض وغیرہ کی موجودگی وغیرہ ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ سلائی کی مشین یا موٹر کار کی ادھار خریداری سے متعلق اسناد کے لیے نسبت استقراض عام اسناد خریداری اور عام تجارتی ہنڈیوں دونوں سے زیادہ رکھ کر بنکوں کے لیے ان کے بھنانے کو زیادہ مفید بنا سکتا ہے۔ اس کے برعکس وہ اگر کسی وجہ سے کسی خاص سامان استعمال مثلاً ریفریجریٹر کی ادھار خریداری کی ہمت شکنی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس سے متعلق اسناد خریداری

کے لیے نسبت استقراض کم کرسکتا ہے۔

پائدار اشیا صرف کی ادھار خریداری کے نظام کو سہولت اور کامیابی کے ساتھ چلانے اور اسے مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے حکومت خریداروں، فروخت کنندگان، بنکوں اور قرض دینے والے دوسرے اداروں کو موزوں ضوابط کا پابند بنا سکتی ہے جنھیں حالات اور تجربات کی روشنی میں وضع کیا جاسکے گا۔

چونکہ کاروباری طبقہ، حکومت اور صارفین کو بنکوں سے ملنے والے قرضوں کا منبع بنکوں کے قرض کھاتہ میں جمع رقوم کا ایک متعین حصہ ہوگا لہٰذا اس بات کا انحصار کہ اس سرمایہ میں سے تینوں قسم کے قرضے موزوں نسبتوں میں دیے جاتے رہیں تین مختلف امور پر ہوگا۔

پہلی چیز مرکزی بنک کی مقرر کردہ استقراض کی وہ نسبتیں ہیں جو وہ مختلف قسم کے قرضوں کے لیے وضع کرے گا۔ ان نسبتوں میں وقتاً فوقتاً مناسب ترمیمات کے ذریعے مرکزی بنک تینوں قسم کے قرضوں کی رسد جاری رکھنے اور ان کے درمیان ایسا توازن برقرار رکھنے کا اہتمام کرسکے گا جو معیشت کے حالات اور سماج کے مختلف طبقوں کے مفادات کے پیش نظر مناسب معلوم ہو۔

دوسری چیز بنکوں کے کاروباری مصالح پر مبنی ان کا اختیار تمیزی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر واضح کرچکے ہیں بنک نفع کمانے والے ادارے ہیں لیکن ان کو اس امر کا بھی اہتمام کرنا ہوگا کہ ان کی نقدیت مستحکم طور پر قائم رہے۔ نفع کی طلب اگرچہ قرض دینے سے پوری نہیں ہوتی لیکن بنکوں میں اپنے گاہک کاروباری اداروں

کو قرض دینے کا رجحان ضرور پیدا کرے گی۔ اگر صارفین کو دیے جانے والے قرضوں کے سلسلے میں نسبت استقراض کاروباری طبقہ کو دیے جانے والے قرضوں کے لیے مقرر کردہ نسبت استقراض سے زیادہ ہو تو نقدیت کی طلب بنکوں کو صارفین کو قرض دینے پر آمادہ کر سکے گی۔ ہر بنک نفع طلبی اور استحکام نقدیت کے سلسلے میں توازن و اعتدال کی پالیسی اختیار کرنا چاہے گا لہٰذا اسے دونوں قسم کے قرضے دینے ہوں گے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر ضرورت محسوس کی جائے تو مخصوص قسم کے قرضوں کے لیے قرض دی جانے والی مجموعی رقم کا کوئی حصہ مقرر کیا جا سکتا ہے مثلاً یہ ضابطہ بنایا جا سکتا ہے کہ بنک جو قرضے دیں ان کا دس فی صد صارفین کے لیے مخصوص کر دیں لیکن یہ طریقہ تجربہ کی روشنی میں بہت محدود پیمانہ پر، اور آخری چارہ کار کے طور پر اختیار کیا جانا چاہیے کیونکہ اس سے نظام بنک کاری میں آزادئ عمل محدود ہو جائے گی اور بندشوں کے اضافہ سے بنکوں کی کارکردگی مجروح ہوگی۔ مزید برآں کوئی ایسا ضابطہ نافذ نہیں کرنا چاہیے جس سے کاروباری طبقے کی ضروریات قرض کی تکمیل دشوار ہو جائے۔

ادھار خریداری کا نظام اور ریاست:

بعض ترقی یافتہ ممالک میں پائدار سامان صرف کی ادھار خرید و فروخت کے بازار میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ اس کے برعکس ہم نے جو طریقے تجویز کیے ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانے کے باوجود غیر سودی معیشت میں یہ بازار نسبتہً

بہت محدود نظر آتا ہے لیکن مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ادھار خرید و فروخت کے بازار کی موجودہ غیر معمولی وسعت صارفین اور معاشرہ کے حقیقی مفادات کے خلاف ہے۔ نیز یہ بھی کہ غیر سودی معیشت میں اس بازار میں مزید وسعت پیدا کرنے میں ریاست ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ ان دونوں حقائق کے پیش نظر ایک ایسے نقطۂ اعتدال کی دریافت ممکن ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔

یہاں اس بات کا موقع نہیں کہ بہت ترقی یافتہ ممالک مثلاً امریکہ میں بالاقساط ادائیگی کے وعدہ پر خریداری کا جو طریقہ رائج ہے اس کے مفاسد کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ نے سود کی لعنت کو معاشرہ کے ہر فرد پر مسلط کرنے اور کم آمدنی والے طبقے کی آمدنی کا معتد بہ حصہ سود کے ذریعے سرمایہ دار طبقہ کو منتقل کرنے کا کام جس پیمانہ پر انجام دیا ہے اس کی نظیر ماضی کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ ریاست کی نگرانی اور ضابطہ بندیوں کے باوجود ادھار خریدنے والوں کو بھاری شرح سود ادا کرنی ہوتی ہے[1]۔ بسا اوقات

---

[1] صارفین کے قرضوں پر شرح سود بارہ فی صد تا چوبیس فی صد سالانہ رہی ہے۔

PAUL M HORVITZ: MONETARY POLICY AND

THE FINANCIAL SYSTEM. P. 140

PRENTICE HALL INC. NEW YORK.

یہی مصنف صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے۔ "اب ۳ء۲۴ فی صد تا ۲۶ء۴ فی صد (باقی ۲۶۹ پر)

حساب کتاب پر آنے والی لاگت اور اجرت خدمت (SERVICE CHARGES) کے نام سے خاصی رقم علیحدہ سے دینی پڑتی ہے۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۶۸) سالانہ شرح سود بالکل عام ہے یہ باقاعدہ کمپنیوں کی شرح ہے۔ بعض ادارے اب بھی بیس فی صد تا چالیس فی صد ماہانہ شرح سود وصول کرتے ہیں یہ ادارے ایسی ریاستوں میں پائے جاتے ہیں جہاں باقاعدہ کمپنیاں نہیں موجود ہیں" اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کہ اس طرح کے سود کے ذریعہ صارفین کی آمدنی سے منتقل ہونے والی رقم کی مقدار کتنی ہوگی، یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ اسی مصنف کی صراحت کے مطابق ۱۹۶۲ء میں امریکہ میں صارفین کے قرضوں کی مجموعی مقدار ۵۶۶۵ کروڑ ڈالر تھی۔

ایک اور مبصر نے لکھا ہے "جہاں تک شرح سود کا تعلق ہے صورت حال ناقابل یقین حد تک خراب ہو چکی ہے۔ گزشتہ چار پانچ برسوں میں دس پندرہ ریاستوں نے سود کی ان شرحوں کی اعلیٰ ترین حدیں مقرر کی ہیں جو بالاقساط ادائیگی اور مسلسل جاری (REVOLVING) کریڈٹ پر وصول کی جا سکتی ہیں بہت سے قوانین کے مطابق کم سے کم قابل قبول شرح بیس فی صد ہے۔ ــــ نیویارک میں بالاقساط ادائیگی کے وعدہ پر فروخت کے لیے یہی شرح مقرر ہوئی مسلسل جاری کریڈٹ کے لیے شرحیں ۱۸ فی صد تا پچاس فی صد مقرر ہوئی ہیں۔"

ARCH W. TROBLSTRY: THE INFLUENCE OF MORAL AND SOCIAL RESPONSIBILITY IN SELLING CONSUMER CREDIT, AMERICAN ECONOMIC REVIEW MAY 1951. P. 553.

اس طرح ایک عام صارف کی آمدنی کا، جو مکان، فرنیچر اور موٹر کار وغیرہ پائدار سامان صرف قسط وار ادائیگی کے وعدہ پر ایک ساتھ حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک معتد بہ حصہ سود اور اجرت خدمت کی نذر ہو جاتا ہے۔ ان سامانوں کو جلد حاصل کرنے کی خاطر وہ پچھتر ڈالر کی قیمت کے سامان کے عوض سو ڈالر ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے۔

اس طریقے کی دوسری خرابی اسراف اور حیثیت سے زیادہ خرچ کرنے کا رجحان پیدا کرنا ہے۔ اس خرابی کو بڑھانے میں بڑا دخل امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں رائج ترغیبی اشتہارات کو بھی حاصل ہے جو ہر طرح کے نفسیاتی حربوں سے کام لے کر صارف کو بہت سے نمائشی اور غیر ضروری سامانوں کی طلب میں دیوانہ بنا دیتے ہیں۔ پھر آسان قسطوں میں ادائیگی کی غیر معمولی سہولتیں صارف کو ایسے اخراجات کرنے پر آمادہ کر دیتی ہیں جو وہ اس حالت میں ہرگز نہ کرتا جب اس کی جیب میں نقد دام ادا کرنے کے لیے رقم موجود ہوتی۔

جو صارفین اپنی اکتسابی زندگی کے آغاز میں اس طرح کے اقدامات کر گزرتے ہیں۔ وہ آئندہ عرصۂ دراز تک واجب الادا قسطوں کے بار تلے دبے رہتے ہیں۔ آئندہ نئی ضروریات سامنے آتی ہیں۔ مگر ان کی آمدنی کا بیشتر حصہ پہلے ہی سے قسطوں کی ادائیگی کے لیے وقف ہو چکا ہوتا ہے۔ آمدنی بڑھانے یا نئی ضروریات کو نظر انداز کرنے اور مقررہ تاریخوں پر واجب الادا قسطوں کو ادا کرنے سے متعلق انکار و ترددات اسے ہر آن گھیرے رہتے ہیں۔ قرض سے جکڑی ہوئی اس زندگی میں افراد کے اندر غیر صحت مندانہ رجحانات پیدا ہوتے ہیں اور ان کی کارکردگی پر

بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے۔

پورے معاشرہ کے نقطۂ نظر سے اس طریقے میں یہ خرابی ہے کہ معاشرہ کی قوتوں کا ایک قابل لحاظ حصہ اقساط کا حساب کتاب کرنے، قسطوں کی وصولیابی اور نادہند خریداروں سے عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ فروخت شدہ سامان حاصل کرنے کی نذر ہو جاتی ہے۔ نقد دام دے کر خریداری کا طریقہ اس خرابی سے بالکل پاک ہے۔ بلا شبہ ادھار خریداری کی سہولت سے بھی اہم فوائد وابستہ ہیں۔ مگر اس طریقے نے امریکہ اور بعض دوسرے مغربی ممالک میں جو نتائج دکھلائے ہیں اور ان ممالک میں اس کی جو قیمت انسانی قوتوں کے ضیاع کی صورت میں ادا کی جا رہی ہے ان کا پلّہ بھاری نظر آتا ہے۔

معیشت کے مجموعی نقشہ پر غور کیجیے تو ادھار خریداری سے طلب مؤثر میں اضافہ ہوتا ہے اور صنعتوں کو پھیلنے اور پیداوار بڑھانے کا محرک فراہم ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا اندیشہ بھی بہت بڑھ جاتا ہے کہ ادھار خریداری کی رفتار اضافہ میں کمی ہو جانے کے سبب طلب مؤثر میں اضافہ رک جائے اور معیشت روزگار اور پیداوار میں کمی اور کساد بازاری کے آغاز (RECESSION) کا شکار ہو جائے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے ادھار خریداری کی سہولت صارفین کے لیے گوناگوں فوائد و برکات کی بھی حامل ہے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر اکتسابی زندگی کے آغاز میں ہی پائدار سامان استعمال، مکان اور سواری کے لیے گاڑی وغیرہ حاصل ہو جائے تو فرد کی قوتِ کار میں اضافہ ہوتا

ہے۔ اس بڑھی ہوئی کارکردگی سے اس کی ذاتی آمدنی بھی بڑھ سکتی ہے اور پورے معاشرے کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ان میں سے بہت سے سامان ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی فرد اپنی آمدنی سے پس انداز کرکے ان کی خریداری کے لیے سرمایہ جمع کرنا چاہے تو ایک مدت درکار ہوگی۔ اس مدت تک اس کے قوائے عمل پر ان ضروریات کی عدمِ تکمیل کا اثر پڑے گا۔ اگرچہ اس مدت کے گزرنے کے بعد اسے یہ سامان حاصل ہو سکتے ہیں اور آئندہ زندگی میں وہ قرض کے بار سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے لیکن بعض حالات میں یہی بہتر ہوگا کہ اسے یہ سامان پہلے مل جائیں اور آئندہ وہ ان کی قیمتوں کا بار برداشت کرتا رہے۔ اس ترجیح کی وجہ وہ بڑھی ہوئی کارکردگی اور وہ آسودہ حالی ہے جو بعض حالات میں ان سامانوں کے حصول کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔

اصل اہمیت ایک نقطۂ اعتدال کی تلاش کی ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ یہ نقطۂ اعتدال عملی تجربہ کے بعد ہی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہاں ہم یہ رائے ظاہر کریں گے کہ ادھار خریداری کے سلسلہ میں جو طریقے اوپر تجویز کیے جا چکے ہیں ان کا پیمانہ اتنا محدود نظر آتا ہے کہ انہی پر قناعت کر لینا معاشرہ کے لیے مضر ہوگا۔ ضرورت ہے کہ مزید طریقے بھی اختیار کیے جائیں۔

صارفین کی ضروریات کا جو اصولی جائزہ ہم نے اوپر لیا ہے اس کی روشنی میں ہماری رائے ہے کہ اسلامی ریاست کو پائدار اشیاء صرف کی خریداری کے سلسلے میں صارفین کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ مدد متعین سامانوں مثلاً مکان، سواری کے لیے گاڑی وغیرہ کی نقد خریداری کے لیے دیے جانے والے قرضوں

کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ریاست خود ان سامانوں کی فروخت کا اہتمام کرے اور صارفین کو ان کی قیمت آسان قسطوں میں ادا کرنے کی سہولت دے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ دونوں ہی طریقے اختیار کیے جائیں۔ قرض یا سامان کی قیمت کی قسطوں کی وصولیابی کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو فریقین کے لیے آسانی کا باعث ہو۔ مثلاً اجرت اور تنخواہیں پانے والے صارفین سے یہ معاہدہ ہو کہ واجب الادا اقساط ان کی اجرت یا تنخواہ سے براہ راست وضع کر کے ریاست کے متعلقہ اداروں کو منتقل کر دی جایا کریں گی۔ جو خریدار دوسری شکلوں میں آمدنی حاصل کرتے ہوں ان کے سلسلہ میں دوسرے موزوں طریقے وضع کیے جا سکتے ہیں۔ قرض دینے کا ایک تیسرا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض مخصوص اشیاء صرف سے متعلق اسناد خریداری کو بھنانے کی ذمہ داری خود ریاست لے لے۔ اور یہ کام ریاستی بنک یا کسی دوسرے موزوں ادارہ کے سپرد کر دے کہ وہ فروخت کنندگان سے اسناد خریداری قبول کر کے انھیں نقد ادا کر دیں۔ اور مقررہ تاریخوں پر ان سے واجب الادا اقساط وصول کر لیا کریں۔ یہ طریقہ بھی اختیار کیا جانا چاہیے۔

پائدار اشیاء صرف کی ادھار فراہمی کے سلسلے میں اسلامی ریاست کے ایک فعّال کردار ادا کرنے کے حق میں چند باتیں بطور دلیل پیش کی جا سکتی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ نجی کاروباری اداروں کی بہ نسبت ریاست کو قسطوں کی وصولیابی میں زیادہ سہولت ہوگی۔ خریدار سے طریقۂ ادائیگی کے بارے میں جو معاہدہ ہوگا اس کی تعمیل کے سلسلے میں ریاست مل مالکوں اور آقاؤں کا تعاون

نسبتۃً زیادہ آسانی سے حاصل کر سکتی ہے۔ خریداروں کی ایک بھاری تعداد خود حکومت اور اس سے متعلق اداروں کے ملازمین کی ہوگی جن سے قسطوں کی وصولیابی بہت آسان ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ادھار فراہمی سامان کے لیے جو سرمایہ درکار ہوگا اس کا ایک حصہ ریاست کفالتِ عامہ کے بجٹ اور عام بجٹ کے اندر سماجی خدمات کے لیے مخصوص کردہ رقم سے حاصل کر سکتی ہے۔ اس سرمایہ میں مزید اضافہ خود اس کاروبار کے منافع سے بھی ہوگا۔ ادھار سامان خریدنے والوں کی ایک معتد بہ تعداد ایسی ہو سکتی ہے جو صاحب نصاب نہ ہونے کے سبب زکوٰۃ کی مستحق ہو۔ ایسے لوگوں کو خریداری کے لیے قرض دینے یا ادھار سامان فراہم کرنے کے لیے زکوٰۃ و عُشر کی رقم استعمال کی جا سکتی ہے۔ یہ وہ آسانیاں ہیں جو نجی کاروباری افراد کو نہیں میسر ہوں گی لہٰذا اس کام کو ریاست کو بھی انجام دینا چاہیے۔ ضرورت مند صارفین کو پائدار اشیاء صرف کی ادھار فراہمی ایک کاروباری عمل ہونے کے ساتھ ایک فلاحی عمل بھی ہے۔ اسی لیے اس باب میں ریاست کو بھی کچھ کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ افراد معاشرہ کو ایسے سامانوں کی فراہمی جن سے کارکردگی میں اضافہ ہو ایک اہم سماجی خدمت ہے جس کے نہ انجام پانے سے ایک اہم اجتماعی مصلحت فوت ہو جائے گی اور افراد کی ایک بڑی تعداد تنگی اور پریشانی کا شکار رہے گی۔ غیر سودی معیشت میں نجی کاروبار کرنے والے اس ضرورت کو نہیں پورا کر سکیں گے۔ بنکوں پر بھی اس سلسلے میں تھوڑا ہی بار ڈالا

جاسکے گا۔ ایسی صورت میں مناسب ہوگا کہ تعاون باہمی کے اداروں اور بنکوں کے پہلو بہ پہلو اسلامی ریاست بھی اس سلسلے میں ایک فعّال کردار ادا کرے۔

اسلامی ریاست کو اس باب میں ایک اور زاویہ سے بھی دلچسپی لینا ضروری ہے۔ اسے اسراف کا سدباب کرنے کے لیے ادھار خریداری کے نظام کو ایسے ضوابط کا پابند بنانا چاہیے کہ صارفین بالاقساط ادائیگی کی سہولت سے فائدہ اٹھانے میں حدِ اعتدال پر قائم رہیں۔ ایسی صورت میں جب کہ اکثر صارفین کو یہ سہولت حاصل کرنے کے لیے خود ریاست سے درخواست کرنی پڑے ان ضوابط کو بآسانی نافذ کیا جاسکتا ہے۔ سہولت فراہم کرنے سے پہلے درخواست دہندہ کے حالات، اس کی ضروریات، اس کی صلاحیت ادائیگی وغیرہ امور کا جائزہ لیا جانا چاہیے اور اسی جائزہ کی روشنی میں اس کو دی جانے والی سہولت کی حدیں متعین کی جانی چاہئیں۔ جہاں یہ سہولت نجی کاروباری اداروں یا بنکوں سے حاصل کی جارہی ہو وہاں بھی ضابطے نافذ کیے جاسکتے ہیں۔

نواں باب

چند وضاحتیں

گذشتہ ابواب میں شرکت اور مضاربت کے شرعی اصولوں کی بنیاد پر بنکنگ کا ایک نیا نظام تجویز کیا گیا ہے جو سود کے بغیر چلایا جاسکے گا اور وہ تمام وظائف ادا کر سکے گا جو موجودہ معیشت میں سود پر مبنی نظام بنک کاری ادا کرتا ہے۔ چونکہ غیر سودی بنک کاری کا کوئی عملی تجربہ نہیں کیا جاسکا ہے، اس لیے اس کے سلسلہ میں کچھ شبہات ظاہر کیے جاسکتے ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس باب میں ہم اس قسم کے چند مسائل پر غور کریں گے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ بچت کی رسد۔

۲۔ کاروباری طبقہ کو سرمایہ کی رسد۔

۳۔ قومی دائرہ (PUBLIC SECTOR) کے لیے سرمایہ کی فراہمی۔

۴۔ کاروبار بنک کاری کی نفع آوری۔

۵ بینکوں کی نقدیت (LIQUIDITY)

۶۔ غیر سودی بنک کاری اور ریاست۔

۱۔ بچت کی رسد۔

جہاں تک غیر سودی بینکوں کے قرض کھاتہ میں سرمایہ کے جمع ہونے اور اس کے بڑے حصہ کے کاروباری طبقہ کو قرض اور مضاربت سرمایہ کی صورت میں منتقل ہونے کا سوال ہے گذشتہ مباحث میں اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ قرض کھاتہ میں سرمایہ کی رسد کا انحصار زیادہ تر بچت پر نہیں بلکہ عوام کی اس عادت پر ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ بنکوں کے جاری حسابات (CURRENT ACCOUNTS) میں رکھتے ہیں اور ادائیگیوں کے لیے چک استعمال کرتے ہیں۔ یہاں جس مسئلہ پر غور کرنا ہے وہ ان بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں سرمایہ کی آمد ہے۔ چونکہ اس کھاتہ میں نسبتہً طویل مدت (تین ماہ، چھ ماہ یا اس سے زائد) کے لیے سرمایہ جمع کیا جائے گا اور چک کے ذریعہ اس کھاتہ سے ادائیگیاں نہیں کی جا سکیں گی اس لیے عوام وہی سرمایہ جمع کریں گے جسے انھوں نے پس انداز کیا ہو۔ مضاربت کھاتہ میں سرمایہ کی رسد کا انحصار عوام کے رجحان بچت (PROPENSITY TO SAVE) پر ہے۔ شبہ یہ ہے کہ سود کی حرمت رجحان بچت کو کمزور کر دے گی۔

ہمارے نزدیک سود کی حرمت رجحان بچت پر کوئی قابل لحاظ اثر نہیں ڈال سکتی۔ بچت کا رجحان چند داخلی محرکات و عوامل اور بعض خارجی حالات سے متعین ہوتا ہے، اور سود یا شرح سود کو ان عوامل کے درمیان کوئی اہم مقام نہیں حاصل ہے۔ جدید ماہرین معاشیات بھی اس امر پر متفق ہیں۔

کینز نے بچت کے داخلی محرکات پر بحث کرتے ہوئے آٹھ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اتفاقی حوادث کے لیے پیش بندی؛ مستقبل کے متوقع اخراجات، مثلاً

بڑھاپے میں عام ذرائع آمدنی مسدود ہو جانے پر ضروریات کی تکمیل کے لیے یا بچوں کی تعلیم وغیرہ کے پیش نظر بچت کرنا؛ اپنے صَرف اور معیار زندگی میں تدریج اضافہ کے خیال سے بچت کرنا؛ احتیاج سے آزادی چاہنا اور اس سے بے نیازی کی خاطر بچانا؛ کاروباری لین دین کے لیے کچھ سرمایہ بچا کر رکھنا؛ ورثا کے لیے ترکہ چھوڑ جانے کی خواہش؛ اور طبعی کنجوسی کے سبب پس انداز کرنا۔ ان سات محرکات کے علاوہ ایک محرک خود کینز کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

"سود اور اضافہ حاصل کرنے کے لیے۔ کیونکہ مستقبل میں زیادہ حقیقی صَرف کو حال کے نسبتہً کم مقدار کے صَرف پر ترجیح دی جاتی ہے"۔ [1]

اوّل الذکر سات عوامل پر سود کو ممنوع قرار دینے کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مستقبل میں پیش آنے والی ضرورتوں، ترکہ چھوڑ جانے کی خواہش اور کاروباری لین دین وغیرہ کے لیے بچت کرنے کا جذبہ غیر سودی معیشت میں بھی اسی طرح پایا جائے گا جس طرح سود پر مبنی معیشت میں پایا جاتا ہے، ان محرکات کے تحت افراد اپنی آمدنی کا ایک حصہ صرف کرنے سے اجتناب کر کے اسے پس انداز کرتے

---

[1] J.M. KEYNES: THE GENERAL THEORY OF EMPLOYMENT INTEREST AND MONEY. page 107. London Macmillan & Co 1957.

ہیں اور سود کے ممنوع ہونے کے باوجود بھی ایسا کرتے رہیں گے۔

اپنی آمدنی کا ایک حصہ اس لیے بچانا کہ اس کے ذریعہ مزید آمدنی حاصل کی جائے، بچت کا ایک محرّک ہے۔ اصل محرّک سود نہیں بلکہ مزید آمدنی ہے۔ یہ مزید آمدنی سودی معیشت میں اس طرح بھی حاصل کی جاسکتی ہے کہ بچائے ہوئے سرمایہ کو طویل المیعاد حسابات (TIME DEPOSITS) یا بچت کے کھاتوں (SAVINGS ACCOUNTS) میں رکھ کر ان پر ایک مقررہ سالانہ شرح سے سود کمایا جائے۔ غیر سودی نظام میں مزید آمدنی کمانے کا یہ مخصوص طریقہ نہیں میسّر ہوگا لیکن دوسرے طریقے موجود ہوں گے۔ یہ دوسرے طریقے اگر پس انداز کی ہوئی دولت سے مزید دولت کمانے کے لیے موزوں اور قابل اعتماد ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ زیر بحث محرک مفقود ہو جائے یا کمزور پڑ جائے۔ اس لیے کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لیے اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ یہ دوسرے طریقے، یعنی ہمارے مجوزہ نظام میں سرمایہ کو مضاربت کھاتہ میں رکھنا یا اس سے تجارتی حصص اور حکومتی حصص شرکت یا حکومتی حصص مضاربت خریدنا، اس غرض کے لیے کس حد تک موزوں اور قابل اعتماد ہیں۔

لیکن اس جائزہ سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ موجودہ سودی معیشت میں بھی سود کو بچت کا ایک طاقتور محرک نہیں قرار دیا گیا ہے، نہ اسے بچت کے دوسرے اسباب وعوامل کے درمیان کوئی نمایاں مقام دیا گیا ہے۔ مزید برآں اکثر ماہرین معاشیات کے نزدیک شرح سود میں اضافہ بچت کی رسد میں اضافہ

کا سبب نہیں بنتا، یا اگر بنتا ہے تو ناقابل لحاظ حد تک، اور یہ اس محرک کی کمزوری کی دلیل ہے۔

خود کینز نے معاشرہ کے عام حالات اور دیگر خارجی عوامل مثلاً سیاسی نظم واستحکام، وغیرہ کے پہلو بہ پہلو بچت کی تعیین میں فیصلہ کن اہمیت آمدنی کی سطح کو دی ہے۔[1] کینز کے بعد اس موضوع پر مزید تحقیق کی گئی ہے جس کے نتیجہ میں چند اور اہم عوامل سامنے آئے ہیں، جو یہ ہیں: کسی فرد کی دولت؛ اس کے ایسے اثاثے جن کو جلد نقد کی صورت میں منتقل کیا جاسکتا ہو؛ اشیاء کی اضافی قیمتیں؛ سماج میں دولت اور آمدنی کی تقسیم؛ صارفین کو قرض کی فراہمی؛ فرد کا سابق معیار زندگی؛ اس کی معاشی حیثیت، اور اس کی آمدنی میں اضافہ کی رفتار۔ ان عوامل کے پہلو بہ پہلو سماج کی اخلاقی قدریں، فرد کے ذاتی رجحانات، اور دیگر غیر معاشی اسباب وعوامل بھی رجحان بچت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چند برس قبل امریکہ میں زر اور کریڈٹ سے متعلق امور کی تحقیق کے لیے جو کمیشن مقرر کیا گیا تھا اس کے شائع کردہ تحقیقی مقالات میں مذکورہ بالا عوامل کی نشاندہی[2] کے بعد شرح سود کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ:

---

[1] ایضاً۔ صفحہ ۱۱۰

[2] COMMISSION ON MONEY AND CREDIT (CMC)
IMPACTS OF MONETARY POLICY pp 13–21
Prentice Hall Inc. 1964.

"اگرچہ صارفین کے اخراجات پر شرح سود کے براہ راست اور بالواسطہ اثرات پر کینز اور کلاسیکی نظریات دونوں میں خاصا زور دیا گیا ہے لیکن موجودہ شواہد کا غلبہ اس امر کی طرف ہے کہ اس کا اثر اگر کچھ پڑتا بھی ہے تو وہ، دوسرے عوامل کے مقابلہ میں، ناقابل لحاظ ہے۔" ؎۱

برطانیہ میں نظام زر کے جائزہ کے لیے مقررہ ریڈکلف کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ اس کے سامنے اظہار خیال کرنے والے ماہرین زرد معاشیات کے نزدیک شرح سود میں اضافہ انفرادی بچت میں اضافہ کا سبب نہیں بنتا۔ ؎۲

واقعہ یہ ہے کہ بچت کا رجحان زیادہ تر دوسرے اسباب و عوامل سے متعیّن ہوتا ہے۔ یہ مقصد کہ بچائے ہوئے سرمایہ کے ذریعہ دولت میں اضافہ چاہا جائے، عام افراد کی حد تک، محض ایک ثانوی درجہ کا محرک ہے۔

اب اصل سوال کو لیجیے۔ غیر سودی نظام میں سرمایہ کے ذریعہ نفع کمانے کے لیے نقصان کا اندیشہ مول لینا ضروری ہوگا۔ سرمایہ مضاربت کھاتہ میں جمع کیا جائے یا اس سے حصص خریدے جائیں، دونوں صورتوں میں نفع کی توقع کے ساتھ نقصان کا بھی اندیشہ ہے، اور کسی صورت میں سرمایہ کا اضافہ

؎۱ ایضاً صفحہ ۱۴۱

؎۲ ریڈکلف کمیٹی کی نظام زر کی بابتہ رپورٹ۔ صفحہ ۵۶

Her Majesty's Stationary Office. LONDON. 1959.

کے ساتھ واپس ملنا یقینی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر بچائے ہوئے سرمایہ کے ذریعہ مزید دولت کمانے کا کوئی یقینی اور محفوظ ذریعہ میسّر نہ ہو تو کیا اس مخصوص محرک کے تحت بچت ہونا بند ہو جائے گی، یا دولت میں اضافہ کے یہ غیر یقینی اور نسبتہً غیر محفوظ ذرائع بھی بچت کا محرک بن سکیں گے۔

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے چند حقائق پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ فطری طور پر نقصان کا اندیشہ اتنا قوی نہیں ہوتا کہ نفع کی امید پر غالب آجائے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ نفع کی توقع نقصان کے اندیشہ سے زیادہ طاقتور عامل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہت پُر خطر کاموں میں کبھی سرمایہ نہ لگایا جاتا۔ اپنی ضرورت سے فاضل سرمایہ رکھنے والے افراد میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو نفع کی امید پر نقصان کا اندیشہ مول لینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ...... سودی معیشت میں دولت پر اضافہ حاصل کرنے کی ایک محفوظ راہ کے ہوتے ہوئے بہت سے بچت کار اور اصحاب سرمایہ ان راہوں کو ترجیح دیتے ہیں جن میں سرمایہ لگانے میں اگرچہ نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے مگر بازار کی شرح سود سے زیادہ شرح کے ساتھ نفع حاصل ہونے کی امید بھی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نقصان کا اندیشہ کچھ تحفظ پسند طبائع کو ضرور روک سکتا ہے مگر تمام بچت کاروں کو نہیں روک سکتا۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ دولت میں اضافہ کرنے کی سود جیسی محفوظ راہ نہ میسّر ہونے سے، بچت کاروں کے ایک طبقہ کی حد تک، بچت کا یہ مخصوص محرک ختم ہو جائے گا یا کمزور پڑ جائے گا۔ تمام بچت کاروں کے سلسلہ

میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔

ہمارے خیال میں یہ بات اکثر بچت کاروں کے سلسلہ میں بھی نہیں کہی جا سکتی۔ اس کی وجہ وہ دوسری بات ہے جس کی طرف ہم توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ یہ بات موجودہ معاشرہ میں سود کا جواز اور عام رواج ہے۔ چونکہ آج بچت کو ایک معمولی شرح سے مزید آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کی ایک صورت موجود ہے اس لیے بہت سے بچت کار اس سہل طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر یہ راہ بند کر دی جائے اور مضاربت کھاتہ کی صورت میں نفع میں شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے کی ایک سہل راہ کھول دی جائے تو ان میں سے اکثر بچت کار اپنی اضافہ طلبی کی تسکین کے لیے اسی راہ کو اختیار کریں گے۔ یہ شبہ کسی علمی تجزیہ پر نہیں مبنی ہے کہ اضافہ حاصل کرنے کی سود جیسی محفوظ راہ نہ پاکر، اس مخصوص محرک کی حد تک، بچت کرنا ہی چھوڑ دیں گے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ اگر غیر سودی بنک کاری کا نظام حُسنِ تدبیر اور سلیقہ کے ساتھ چلایا جائے تو مضاربت کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے والوں نیز حکومتی حصص کے خریداروں کو شاذ و نادر ہی خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ زیادہ تر اوقات میں اکثر بنکوں اور حکومت کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ اپنے کھاتہ داروں اور حصص کے مالکوں کا نہ صرف اصل سرمایہ محفوظ رکھے بلکہ ان کے درمیان نفع بھی تقسیم کرتی رہے۔

جیسا کہ ہم گذشتہ ابواب میں واضح کر چکے ہیں، اس امر کا اہتمام کہ مضاربت کھاتہ داروں کو عملاً نقصان نہ ہو خود کاروبار بنک کاری کو کامیابی کے ساتھ چلانے

کے لیے ضروری ہے۔ بنکوں کے اپنے مفاد کا تقاضا ہے کہ وہ اس کا اہتمام کریں۔ وہ مضاربت کا سرمایہ لگاتے وقت کاروباری فریقوں کے انتخاب میں احتیاط برت کر اور سرمایہ کو مختلف قسم کے کاروباروں ... کے درمیان پھیلا کر بآسانی اس کا اہتمام کر سکتے ہیں کہ مجموعی طور پر انھیں خسارہ نہ ہو۔ اسی طرح حکومت اس بات کا اہتمام کر سکتی ہے کہ حکومتی حصص خریدنے والوں کو عملاً کبھی نقصان نہ ہو۔

یہ تین باتیں ـــــ یعنی نفع کی امید کا نقصان سے قوی تر ہونا، نقصان کے اندیشہ کے بغیر نفع کمانے کی راہ کا مسدود ہونا، اور سرمایہ لگانے کے ایسے طریقوں کا موجود ہونا جن میں عملاً نقصان کا اندیشہ نہ ہو ـــــ ہمارے نزدیک اس بات کے لیے کافی ہیں کہ جو افراد دولت میں اضافہ کی خاطر بچت کرتے ہیں ان کو بچت کرنے پر آمادہ رکھیں۔ ساتھ ہی، چونکہ دولت میں اضافہ چاہنا بچت کے محرکات میں سے صرف ایک محرک ہے، اور دوسرے طاقت ور محرکات بہرصورت موجود ہوں گے، اس لیے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ سود کو ممنوع قرار دینے کی وجہ سے بچت کی مجموعی رسد میں اگر کوئی کمی ہوئی بھی تو اس کی مقدار ناقابل لحاظ ہوگی۔

اگر کسی وقت ایک اسلامی معیشت میں یہ محسوس کیا جائے کہ عوام کا رجحان بچت کم زور ہے اور سرمایہ کاری کو مطلوبہ سطح تک پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس رجحان کو تقویت بہم پہنچا کر قومی بچت میں اضافہ کیا جائے تو اس کے لیے موزوں طریقے اختیار کیے جا سکیں گے۔ اسراف و تبذیر کی ہمت شکنی، اور اس کی بعض صورتوں کو قانوناً ممنوع قرار دے کر صرف کی بعض راہیں بند کر دی

جائیں گی جس کا اثر بچت میں اضافہ کی صورت میں بھی ظاہر ہوگا۔[1] مزید برآں، حسب ضرورت بچت کی ترغیب اور اخلاقی اپیل سے بھی قابل لحاظ نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ غیر سودی نظام میں شرح مضاربت میں موزوں اضافہ بھی بچت میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے۔ شرح مضاربت سے ہماری مراد وہ فی صد حصۂ نفع ہے جو بنک کو کاروباری فریق سے، یا مضاربت کھاتہ داروں کو بنک سے ملتا ہے۔ جب کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب زیادہ ہوگی وہ بنک کو اپنے منافع کا زیادہ حصہ پیش کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں، بنک کھاتہ داروں کو دیے جانے والے حصۂ نفع میں بھی اضافہ کرسکتا ہے، جس کے نتیجہ میں کھاتہ دار مزید بچت کرکے مضاربت کھاتہ میں مزید سرمایہ جمع کرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں۔

اگر کسی وقت بچت کی رسد زیادہ ہو اور بنکوں کو مضاربت پر سرمایہ لینے والے کاروباری فریق نہ مل رہے ہوں تو بنک کاروباری فریقوں سے ملنے والے حصۂ نفع میں کمی کرکے سرمایہ کی طلب بڑھا سکتے ہیں۔ ایسا کرنے کے لیے انھیں مضاربت کھاتہ داروں کو ملنے والے حصۂ نفع میں بھی کمی کرنی ہوگی۔ جس کا اثر بچت کی رسد میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ غیر سودی نظام میں شرح مضاربت میں موزوں تبدیلیاں بچت کی طلب اور رسد کے درمیان توازن بحال رکھنے کا

---

[1] اس اجمال کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: "اسلام کا نظریۂ ملکیت"، حصہ اول صفحات ۲۱۴، ۲۳۰، اور حصہ دوم باب ۱۲۔

کام کریں گی۔ یہ کام معاصر سودی معیشت میں شرح سود کی تبدیلیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ کاروباری سرمایہ کی رسد:

اوپر کی بحث عام افراد معاشرہ کی بچت اور اس بچت کے کاروباری طبقہ کو منتقل ہونے کے سلسلہ میں تھی۔ لیکن جہاں تک کاروبار کے لیے سرمایہ کی رسد کا تعلق ہے ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ کاروباری سرمایہ کا بیشتر حصہ کاروباری طبقہ خود فراہم کرتا ہے۔ کاروباری اداروں کی سرمایہ کاری کا سب سے بڑا ذریعہ ان کی اپنی بچت ہوتی ہے۔ کاروباری سرمایہ کی مجموعی رسد کے اس حصہ پر سود ملنے یا نہ ملنے کا یا شرح سود میں کمی بیشی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کاروباری ادارے مشینوں کی فرسودگی کے بالمقابل جو منہائی (DEPPRECIATION ALLOWANCE.) کرتے ہیں وہ بھی سرمایہ کاری کے کام آتی ہے۔ چنانچہ امریکہ میں کاروباری سرمایہ کا تین چوتھائی حصہ کاروباری اداروں کے داخلی وسائل پر مشتمل ہوتا ہے۔[1] امریکہ میں کاروباری اداروں کی بچت مجموعی قومی بچت کے تقریباً نصف کے برابر رہی ہے۔[2] انگلستان میں

---

[1] PAUL M. HORVITZ: MONETARY POLICY AND THE FINAN CIAL SYSTEM P. 115 Prentice Hall Inc. 1963.

[2] CMC: IMPACTS OF MONETRY POLICY op. cit P. 655

بھی صورت حال یہی ہے۔ ریڈکلف کمیٹی کی رپورٹ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صنعتی توسیع کے لیے سرمایہ کاری کے وسائل کا سب سے بڑا ذریعہ کاروباری اداروں کے وہ منافع ہیں جو اسی مقصد کے لیے روک لیے جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ مقدار اس سرمایہ کی ہوتی ہے جو مشینوں کو بدلنے کے لیے سامان سرمایہ کی فرسودگی کی منہائی (CAPITAL DEPPRECIATION ALLOWANCE) کے طور پر جمع کیا جاتا ہے[1]۔ کمیٹی کا بیان ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد بہت سے کاروباری اداروں نے اپنی مالی ضروریات تمام تر یا بیشتر اپنے داخلی وسائل ہی کے ذریعہ پوری کر لی ہیں۔

"تقسیم نہ کرکے روکا ہوا نفع صنعتی توسیع کے لیے سرمایہ کاری کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔ دوسرا اہم ذریعہ حصص کا بازار ہے۔ بینکوں کے قرضوں نے ثانوی کردار ادا کیا ہے[2]۔"

امریکہ میں کمپنیوں کے مجموعی منافع کا ستّر فی صد بچا لیا جاتا ہے، جب کہ انفرادی آمدنیوں میں سے بچت کی نسبت صرف پانچ فی صد ہے۔ دوسرے ممالک کی صورت حال بھی اس سے چنداں مختلف نہیں ہے[3]۔ منافع میں سے بچت کرنے

---

[1] ریڈکلف کمیٹی رپورٹ۔ صفحہ ۸۰۔ [2] ایضاً۔ صفحہ ۱۰۸

[3] N. KALDOR: 'CAPITAL ACCUMULATION AND ECONOMIC GROWTH' in "THE THEORY OF CAPITAL' Edited by D.C. Hague, Page 197. macmillan London 1965.

والی ان کمپنیوں کا مقصد اس بچت کو متعین شرح سود پر فراہم کرنا نہیں ہوتا بلکہ نفع کے لیے خود اپنے کاروبار میں لگانا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سود کو ممنوع قرار دینے کا اس قسم کی بچت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کاروباری اداروں کی بچت ان اداروں کی اپنی ضروریات اور ان کے کاروبار کی نفع آوری جیسے اسباب وعوامل سے متعین ہوتی ہے۔ شرح سود کا اس بچت پر کوئی قابل لحاظ اثر نہیں پڑتا[1]۔

اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سود کو ممنوع قرار دینے کا کاروباری سرمایہ کی رسد کے بڑے حصہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، اور چھوٹے حصہ پر اگر کوئی اثر پڑتا ہے تو مقدار کے لحاظ سے ناقابل لحاظ ہوگا۔

۳۔ قومی دائرہ کے لیے سرمایہ کی فراہمی:

قومی دائرہ (PUBLIC SECTOR) میں سرمایہ کاری کے لیے عوام سے ان کی بچتیں حاصل کرنے کے طریقوں پر ساتویں باب میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ یہاں ہم اس حقیقت پر زور دینا چاہتے ہیں کہ سود کے بجائے نفع میں شرکت کو سرمایہ کی فراہمی کی بنیاد بنانا قومی دائرہ کے لیے بہت مفید نتائج برآمد کر سکتا ہے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ عملاً حکومتی حصص کے خریداروں کو نقصان سے

---

[1] CMC: IMPACTS OF MONETARY POLICY pp.673-74.

بچائے رکھنے کا اہتمام کیا جاسکے۔ نفع میں شرکت کا طریقہ اختیار کرنے سے افرادِ معاشرہ کی ایک کثیر تعداد کا ذاتی مفاد قومی دائرہ کی صنعتوں کی کامیابی کے ساتھ وابستہ ہوجائے گا۔ حکومتی حصص کے خریداروں کی ایک بڑی تعداد ان مزدوروں، کلرکوں، افسران، اور ملازمین کی ہوگی جن کا معاش قومی دائرہ کی صنعتوں سے وابستہ ہوگا۔ ان حصص کے خریداروں کی ایک بڑی تعداد قومی دائرہ کی صنعتوں کی مصنوعات کی خریدار بھی ہوگی۔ ان تمام افراد کا یہ احساس کہ ان کے خرید کردہ حصص پر ملنے والے منافع کا انحصار قومی دائرہ کی صنعتوں کی کامیابی اور نفع آوری پر ہے، ان کو قومی دائرہ کا بہی خواہ بنادے گا۔ اس کے برعکس حکومت کو سودی قرض دینے والے افراد قومی دائرہ کی صنعتوں کے انجام سے بے نیاز ہوتے ہیں کیوں کہ ان کا اپنا مفاد متعین اور محفوظ ہوتا ہے لبعید ہے کہ عوام کی ذہنیت اور قومی دائرہ کے کاروبار کے سلسلہ میں ان کے نقطۂ نظر کی تبدیلی حکومت کے لیے قومی دائرہ کے کاروبار کے سلسلہ میں عوام کا مخلصانہ تعاون حاصل کرنا آسان بنادے گی۔

۴۔ کاروبار بنک کاری کی نفع آوری:

غیر سودی نظام بنک کاری کے قیام و استحکام کے لیے ضروری ہے کہ مضاربت در مضاربت کے اصول پر[۱] منظم کیا جانے والا کاروبار بنک کاری ایک

[۱] یعنی یہ طریقہ کہ بنک عوام سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرکے اس سرمایہ کو مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کریں۔

نفع بخش کاروبار ہو تاکہ اعلیٰ درجہ کی کاروباری صلاحیتیں رکھنے والے اصحاب سرمایہ اس کاروبار کو اختیار کرنے اور جاری رکھنے پر آمادہ رہیں۔ گذشتہ ابواب میں ہم نے اس کاروبار کی جو تفصیلات پیش کی ہیں ان کے پیش نظر اس بارے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ کاروبار خاصا نفع بخش ہوگا۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ جو کثیر سرمایہ بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں آئے گا اس کے کاروباری استعمال کے نتیجہ میں ملنے والے نفع میں سے بنک کو حصہ ملے گا مگر اس کے نقصان کی ذمہ داری بنک پر نہ ہوگی۔ قدرتی طور پر بنک حتی الامکان اس سرمایہ کو ایسے کاروبار میں لگائیں گے جن سے نفع ملے، لیکن جب اور جس حد تک، نقصان ہوگا تو اس نقصان کا کوئی حصہ بنک کو نہیں برداشت کرنا ہوگا۔

۵۔ بنکوں کی نقدیت (LIQUIDITY):

بنکوں کے لیے سب سے اہم چیز ان کی نقدیت ہے، یعنی یہ صلاحیت کہ وہ عوام کے مطالبات نقد بلا تاخیر پورے کرسکیں۔ گذشتہ ابواب میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ بنکوں کا نقد محفوظ، قابل فروخت اسناد قرض اور حصص کس طرح ان کی اس صلاحیت کو قائم رکھ سکیں گے۔ لیکن جیسا کہ فن بنک کاری کے ماہرین نے لکھا ہے، ایک عام بنک کی نقدیت کا انحصار اس پر نہیں ہوتا کہ اس کے پاس قابل فروخت اثاثے کتنے ہیں یا وہ اپنے دیئے ہوئے قرضے کتنی جلد واپس لے سکتا ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ وہ مرکزی بنک کو نقد فراہم کرنے پر آمادہ کرنے کی کتنی صلاحیت رکھتا ہے[۲]۔ مرکزی بنک چونکہ نقد پیدا کرنے والا ادارہ ہے

(حاشیہ صفحہ ۲۹۱ پر ملاحظہ ہو)

لہٰذا اس کے لئے نقد کی فراہمی کوئی مشکل کام نہیں۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ایسے طریقے موجود ہوں کہ ایک عام بینک نقد کی ضرورت پڑنے پر مرکزی بینک سے نقد حاصل کر سکے۔ اس نکتہ کے پیش نظر اگر چھٹے باب کی تفصیلات پر غور کیا جائے تو بآسانی یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ اگر بینک اپنے اثاثوں کے انتخاب میں دانشمندی اور دوراندیشی سے کام لے رہا ہو تو اس کے لیے بوقت ضرورت مرکزی بینک سے نقد حاصل کرنا ہمیشہ ممکن ہوگا۔ اگر عوام کی طلب نقد میں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے یہ تدبیر عام بنکوں کی ضرورت نقد پوری کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو مرکزی بینک کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے اقدامات کرے جن کے نتیجہ میں انھیں مزید نقد حاصل ہو۔ ان اقدامات کی نشاندہی چھٹے باب میں کی جا چکی ہے۔

۶۔ غیر سودی بنک کاری اور ریاست:

کچھ عرصہ پہلے تک نظام بنک کاری کی توضیح و تشریح اس طرح کی جاتی تھی کہ اگر ریاست معاشی نظام کی فعّال رہنمائی کے بجائے اس میں عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کرے تو بینکنگ کا نظام کس طرح چلے گا۔ فن بنک کاری کا مطالعہ عدم مداخلت کے اصول پر مبنی آزاد سرمایہ دارانہ معیشت (LAISSEZ FAIRE CAPITALISM) کے پس منظر میں کیا جاتا تھا۔ مگر

(حاشیہ صفحہ ۲۹۰) لہ W. MANNING DACEY: THE BRITISH BANKING SYSTEM p. 90 Hutchinsons of LONDON. 1958.

گذشتہ تیس برسوں میں ماہرین معاشیات و بنک کاری کا انداز فکر بالکل بدل چکا ہے۔ اب ریاست کے لیے نظام بنک کاری کی رہنمائی اور مرکزی بنک کے واسطے سے تفصیلی ضابطہ بندی کے ذریعہ اس نظام کو مطلوبہ راہوں پر چلانا ناگزیر سمجھا جاتا ہے، اس کتاب میں ہم نے غیر سودی بنک کاری کا جو نظام تجویز کیا ہے اس کے ساتھ ریاست کی اس عمومی رہنمائی کے پہلو بہ پہلو ایک اسلامی ریاست کی مقصدی رہنمائی کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ معیشت کے دوسرے اداروں کی طرح بنک کاری کے بارے میں بھی ہمارا نقطۂ نظر یہی ہے کہ جب اور جس درجہ میں یہ نظام اپنے آزادانہ عمل سے سماجی طور پر مطلوب مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہے اسلامی ریاست کو اپنی رہنمائی اور مثبت اقدامات سے اس کمی کی تلافی کرنے اور مطلوبہ مقاصد کو پوری طرح حاصل کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔[لہ] یہ اقدامات زر و بنک کاری اور مالیات عامہ یا کفالت عامہ سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب کے ساتویں اور آٹھویں باب میں اس نقطۂ نظر کی جھلک بآسانی دیکھی جا سکتی ہے۔

بینکنگ کا مجوزہ نظام اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ افراد کو بنک قائم کرنے اور انھیں ذاتی منفعت کے لیے چلانے کی آزادی ہوگی یعنی بینکوں کو قومی ملکیت نہیں قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر کسی زمانہ میں کسی ملک میں اسلامی ریاست اجتماعی

لہ اس نکتہ کی اصولی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو: اسلام کا نظریۂ ملکیت۔ حصہ اوّل صفحات ۷۳ - ۸۳

مفادات و مصالح کا تقاضا یہ سمجھے کہ بینکنگ کا پورا نظام ریاست کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے تو بھی مجوزہ نقشہ میں کسی بنیادی ترمیم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ سود کا لینا اور دینا جس طرح فرد اور فرد کے درمیان حرام ہے اسی طرح فرد اور حکومت کے درمیان بھی حرام ہے۔ شریعت نے اس بارے میں کوئی تفریق نہیں کی ہے، نہ کوئی استثنار کیا ہے۔ اسلام کی طویل تاریخ میں کبھی بھی اسلامی حکومت کے لیے اپنے شہریوں سے سودی لین دین کو جائز نہیں قرار دیا گیا ہے۔

قومی ملکیت میں ہونے کے باوجود بنکوں کا کاروبار مضاربت و مضاربت کے اصول پر منظم کیا جائے گا۔ البتہ بنکوں کا اپنا سرمایہ شرکت کی بنیاد پر حصہ داروں سے حاصل ہونے کے بجائے قومی خزانہ سے فراہم ہوگا۔ اپنے کھاتہ داروں یا کاروباری فریقوں سے بنک کے تعلقات کی نوعیت بعینہٖ وہی ہوگی جو دوسرے، تیسرے اور چوتھے باب میں بیان کی گئی ہے۔

رہا یہ سوال کہ ایک اسلامی معیشت میں بنکوں کا قومی ملکیت میں لیا جانا مناسب ہوگا یا نہیں تو اس کا جواب ان مخصوص حالات کے تفصیلی مطالعہ کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے جن میں یہ اقدام زیر غور ہو۔ یہاں اصولی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عام حالات میں ایسا کرنا ہرگز مناسب نہ ہوگا۔ بینکوں کو قومی ملکیت میں لینا معیشت کی تنظیم، ملک کے سیاسی نظام، اور انفرادی آزادی کے حدود پر گہرے اثرات مرتب کرے گا۔ اور آزادی اور پابندی کے درمیان وہ توازن خطرہ میں پڑ جائے گا جو اسلام نے قائم رکھنا چاہا ہے۔ لیکن اگر کسی ملک کے مخصوص حالات اس بات کے متقاضی ہوں کہ اسلامی اجتماع کے مفادات کے تحفظ

اور مقاصد شریعت کے حصول کے لیے یہ اقدام کیا جائے تو شریعت نے ایسا کرنے پر کوئی پابندی نہیں عائد کی ہے۔ یہی نہیں کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں شریعت نے کوئی دائمی حکم دیا ہو بلکہ استنباط و اجتہاد کے ذریعہ بھی اس اقدام کو ہر حالت میں ممنوع قرار دینا غلط ہوگا۔ اس باب میں فیصلہ کن بات ضرورت اور مصلحت ہے۔ جن ضروریات و مصالح کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے ان کا تقاضا ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضرورت اس عبوری دور میں بھی پیش آ سکتی ہے جب کہ ایک سودی معیشت کو غیر سودی اسلامی معیشت میں تبدیل کیا جا رہا ہو، دریں حالیکہ عام افراد معاشرہ کی دیانت و امانت اور اخلاق و دینداری کا معیار پست ہو۔ ہزاروں برس سے رائج سودی لین دین کے مکمل خاتمہ، ظلم و استحصال کے ازالہ اور عدل کے قیام کے لیے اگر عارضی طور پر انفرادی آزادی کے دائرہ کو محدود کرنے اور معیشت کی اس کلیدی صنعت کو پوری طرح ریاست کے قابو میں رکھنے کو ناگزیر سمجھا جائے تو ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے۔ لیکن یہ اقدام ایک کمزوری کی علامت قرار پائے گا۔ ایک صحت مند اسلامی معاشرہ میں کاروبار بینک کاری کا اصل مقام کاروبار کا آزاد اور نجی دائرہ ہے۔

ضمیمہ (۱)

غیر سودی بنک کاری کے موضوع پر کتب و مقالات

۱۔ اُردو

(۱) سیدابوالاعلیٰ مودودی   سُود   اسلامک پبلی کیشنز۔ لاہور ۱۹۶۱ء
صفحات ۱۹۳-۲۱۲[۱]، اور ۲۷۴ - ۲۷۶

غیرسودی بینکنگ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ بینک عوام کے لیے تین قسم کے کھاتے کھولیں گے۔ امانت کھاتہ، جس کی رقمیں عندالطلب قابل واپسی ہوں گی اور بینک انھیں اپنے کاروبار میں نہیں استعمال کرے گا قرض کھاتہ جس کی رقمیں مقررہ مدت کے بعد واپس کی جائیں گی۔ بنک ان رقموں کو نفع آور کاروبار میں لگائے گا۔۔ نفع کا حق دار بینک ہو گا۔ نقصان ہوا تو اسے بینک برداشت کرے گا۔ رقم جمع کرنے والوں کو بہر صورت ان کی رقم بغیر کسی کمی یا اضافہ کے واپس کی جائے گی (صفحہ ۲۰۵ : ۲۱۰) تیسری رقم اس سرمایہ کی ہے جسے عوام

---

[۱] ان صفحات کا مضمون پہلی بار ماہنامہ ترجمان القرآن۔ لاہور جلد ۴۳ صفحات ۱۷۷ ـــ ۱۹۰ (جولائی، اگست، ستمبر۔ ۱۹۵ صفحات ۱۱۳-۱۲۶) پر شائع ہوا تھا۔

نفع آور کاروبار میں لگانے کے لیے بینک کے حوالہ کریں۔ یہ سرمایہ شرکت کے اصول پر حاصل کیا جائے گا۔ (صفحہ ۲۱۰) گویا اس قسم کے کھاتہ دار بنک کے کاروبار میں حصہ دار ہوں گے اور اس کے نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوں گے۔

بینک اپنے سرمایہ کو مضاربت کے اصول پر صنعتی، زرعی اور تجارتی کاروبار میں لگائے گا (صفحہ ۲۱۰ - ۲۱۱) مضاربت کا مفہوم تفصیل سے نہیں واضح کیا گیا ہے۔ صفحہ ۲۰۶ پر مضاربت کی تشریح میں قوسین میں (نفع اور نقصان میں تناسب شرکت) کے الفاظ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ صفحہ ۱۹۵ پر مضاربت کے معنیٰ (PROFIT SHARING) بتائے گئے ہیں۔

غیر سودی نظام میں ذاتی ضرورت کے لیے غیر سودی قرضوں کی فراہمی کی متعدد صورتیں تجویز کی گئی ہیں (صفحات ۱۹۵ - ۱۹۹)، اور کاروباری افراد نیز حکومت کو غیر سودی قرض کی فراہمی پر غور کیا گیا ہے۔ (صفحہ ۱۹۹-۲۰۲)

اس مجمل خاکہ میں بنکوں کے ذریعہ تخلیق زر یا کریڈٹ کے مسئلہ سے نہیں تعرض کیا گیا ہے۔ مرکزی بنک کے سلسلہ میں صرف یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اس کے وظائف بیت المال یا ریاست کے بنک کو انجام دینے ہوں گے۔ (صفحہ ۲۱۲)

(۲) سیدابوالاعلیٰ مودودی   رسائل و مسائل حصہ اوّل ،
صفحات ۲۹۹ - ۳۰۵
مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند۔ دھلی ۶ ۱۹۶۰ء

ایک سوال کے جواب میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اسلامی بینکنگ کی

(۵) شیخ احمد ارشاد — بلاسود بنکاری (۱۵۲ صفحات)

مکتبہ تحریک مساوات - ڈرگ روڈ۔ کراچی - ۱۹۶۴ء

اس کتاب کے چھٹے اور ساتویں باب (صفحات ۶۷-۱۰۰) میں عام بنک کاری اور... آٹھویں باب (صفحات ۱۰۳-۱۱۲) میں مرکزی بنک کا ایک نقشہ تجویز کیا گیا ہے۔ نویں باب (صفحات ۱۱۲-۱۱۶) میں بین الاقوامی بنک کاری کے مسائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔ مصنف امور بنک کاری کے ماہر اور یونیورسٹی آف ورجینیا (امریکہ) کے سند یافتہ ہیں۔

مضاربت کا شرعی اصول ٹھیک طور پر واضح نہ ہونے کی وجہ سے مجوّزہ نظام بنک کاری میں ایک بنیادی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ صفحہ ۷۵ پر اصول مضاربت کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ "سرمایہ اور محنت کسی بھی کاروبار میں حصّہ دار متصور ہوں اور نفع اور نقصان دونوں میں برابر کے شریک ہوں۔"

بنک کا قیام شرکت کی بنیاد پر فراہم کردہ سرمایۂ حصص کے ذریعہ ہو گا۔ عوام عندالطلب قابل واپسی کھاتہ میں اپنی "امانتیں" جمع کریں گے۔ "بنک ان کی امانتوں کی حفاظت کرے گا اور اس کے علاوہ اپنی ذمہ داری پر ان کی رقوم کو اجازت حاصل کر کے معاشرے کی فلاح و بہبود کے منصوبوں میں بھی استعمال کرے گا" (صفحہ ۶۹)۔ دوسری قسم طویل المیعاد "امانتوں" کی ہو گی۔ ان کے جمع کرنے والوں کو "ہر مالی سال کے آخر میں بنک ان کی رقوم کی مالیّت اور مدّت کے حساب سے اپنے منافع میں سے حصہ ادا کرے گا۔" (صفحہ ۶۹)

"اسلامی بنک کسی مخصوص صنعت میں اس طرح سے سرمایہ لگائے گا کہ متعلقہ منصوبہ کے نفع و نقصان دونوں صورتوں میں صنعت اور بنک برابر کے شریک سمجھے جائیں گے۔" (صفحہ ۷۱)

جہاں تک نقصان کا سوال ہے "اسلامی بنکوں کے لیے یہ بہتر ہو گا کہ وہ آغاز کار سے ہی مدّ محفوظ رکھنا شروع کر دیں اور اسے اس حد تک رکھیں کہ وہ تمام نقصانات کا بوجھ سہار سکے جیسا کہ آج کل بھی بنکوں میں ہوتا ہے۔" (صفحہ ۸۱) عام امانت دہندگان اور سرمایہ جمع کرنے والوں کو اس بات کی ضمانت دینی ہو گی کہ "ان کی امانتوں اور سرمائے سے نقصان وضع نہیں کیا جائے گا۔" (صفحہ ۸۱)۔ نقصان یا تو اوپر بیان کیے گئے نفع و نقصان کی مدّ محفوظ سے پورا کیا جائے گا اور یا بنک کے ان حصّہ داروں سے وصول کیا جائے گا جو اس روپے کے لین دین کے منتظم رہے ہوں گے"۔ (صفحہ ۸۱)
آگے صفحات ۸۲، ۹۲ اور ۹۸ پر بھی نقصان کی ذمہ داری کے بارے میں غیر شرعی نقطۂ نظر کی بنیاد پر بعض ایسی رائیں ظاہر کی گئی ہیں جو قابل قبول نہیں قرار دی جا سکتیں۔ ساتویں باب میں صارفین اور کاروباری افراد کے لیے قرضوں کی فراہمی کی مختلف تدبیریں زیرِ غور لائی گئی ہیں اور صنعتی ترقیاتی بنک (صفحات ۹۳-۹۴) اور تعمیراتی سرمایہ کاری کی کارپوریشن (صفحات ۹۵-۹۷) جیسے اداروں کی غیر سودی تنظیم پر غور کیا گیا ہے۔

مرکزی بنک حکومت کے ہاتھوں میں ہو گا اور نظام زر و بنک کاری کا نگراں ہو گا۔ وہ "اپنے ممبر بنکوں کو قرضے دینے کے بجائے ان میں سرمایہ

لگائے گا.... مرکزی بنک اپنے ممبر بنکوں کے نفع و نقصان میں برابر کا حصہ دار ہوگا۔" (صفحہ ۱۰۵)

حکومت عوام کو اپنے منصوبوں کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کی دعوت دے گی "ان منصوبوں کا منافعہ سرمایہ کاروں میں تناسب کے ساتھ تقسیم کر دیا جائے گا" (صفحہ ۱۰۸) یہ بحث نقصان کی ذمہ داری کے بارے میں خاموش ہے۔ مذکورہ بالا بنیادی نقص کے باوجود یہ کتاب اس موضوع پر ایک قابل تحسین کوشش ہے اور اس میں تجویز کردہ بعض تدابیر غور و بحث کی طالب ہیں۔ مصنف نے کراچی میں ایک غیر سودی ادارہ قائم کر رکھا ہے مگر باوجود کوشش کے اس کے بارے میں تفصیلات نہ معلوم ہو سکیں۔

(٦) محمد اکرام **اسلامی معیشت میں بنک اور بچتیں** (۲۱ صفحات)

ماہنامہ چراغ راہ۔ کراچی۔ جلد ۱۹ شمارہ ۵، ۶ مئی جون ۱۹۶۵۔ صفحات ۶۳-۸۳

اس مقالہ میں ایک غیر سودی اسلامی نظام میں بچت کی رسد پر بحث کی گئی ہے اور شرح مضاربت کی تعیین کرنے والے عوامل نیز شرح مضاربت کی نسبت سے بچت کی رسد کی لچک (ELASTICITY) کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کی جانب سے قائم کیے جانے والے نظام تامین یا ریاستی بیمہ (STATE INSURANCE) کے سلسلہ میں بھی بعض رائیں ظاہر کی گئی ہیں۔

مضاربت کے بارے میں اس غلط فہمی کا کہ وہ "نفع اور نقصان دونوں

میں شرکت" کا نام ہے (صفحہ ۶۴) بحث پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اس مقالہ کے بعض نکات پر میں نے اپنے مقالہ "اسلامی معیشت کے بعض پہلو" (چراغ راہ۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحات ۱۹ - ۲۸) میں بحث کی ہے۔

(ب) انگریزی

(۷) Dr. ANWAR IQBAL QURESHI:

ISLAM AND THE THEORY of INTEREST

Sheikh Mohummad Ashraf. Lahore. 1946.

کتاب کے صفحات ۱۵۶ - ۱۶۰ پر مصنف نے "اسلامی نظام میں بنکوں کا مقام" پر اظہار خیال کیا ہے۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تعلیم اور حفظان صحت کی طرح بنک کاری کو بھی سماجی خدمت کے ادارہ کے طور پر حکومت چلائے۔ بنک نہ اپنے کھاتہ داروں کو سود دیں نہ قرض لینے والوں سے سود لیں (صفحہ ۱۵۷)۔ دوسری شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ بنک کاروباری افراد کے ساتھ شرکت کریں اور نفع اور نقصان دونوں میں ان کے شریک بن جائیں (صفحات ۱۵۸ - ۱۵۹) اس صورت میں کھاتہ داروں کو نفع میں شریک کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک مغربی مصنف کے حوالہ سے زر اور کریڈٹ کے نظام میں ایک اصلاح تجویز کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمع کیے جانے والے سرمایہ پر محصول عائد کیا جائے تاکہ لوگ بچت کرنے، زر کی ذخیرہ اندوزی کرنے اور سرمایہ کو قرض دے کر سود کمانے سے باز رہیں اور زر کو صرف ذریعہ مبادلہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ (صفحہ ۱۶۱)

کتاب کے شروع میں مولانا سید سلیمان ندوی کے مقدمہ میں بنکنگ کی

اسلامی تنظیم کے سلسلہ میں نسبتاً زیادہ واضح بات کہی گئی ہے مگر مضاربت کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے، دوسرا فریق محنت کرے، اور دونوں نفع اور نقصان میں طے شدہ نسبت سے شریک ہوں۔

(۸) SHAIKH MAHMOOD AHMAD: ECONOMICS OF ISLAM.

Sh. Mohammad Ashraf. Lahore. 1952.

کتاب کے ساتویں باب "اسلامی بینکنگ" میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ بینک شرکت کے اصول پر حصہ داروں سے سرمایہ جمع کر کے قائم کیے جائیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ پر نہ سود دیا جائے نہ نفع میں سے کوئی حصہ۔ ایک دوسرا کھاتہ بھی ہو جس میں عوام شرکت کے اصول پر سرمایہ جمع کر سکیں۔ بنک کے منافع اس طرح تقسیم کئے جائیں کہ حصہ داروں کو کھاتہ داروں سے زیادہ نفع ملے (صفحہ ۱۵۶)۔ بنک کاروباری افراد کو شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرے (صفحات ۱۵۶ - ۱۵۷) شرکت کے اصول کی کوئی تشریح نہیں کی گئی ہے، نہ یہ بتایا گیا ہے کہ اگر بنک کو خسارہ ہو تو اسے کون برداشت کرے گا۔ البتہ یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ بنک بھی جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے اصول پر قائم کیے جائیں گے جن میں حصہ داروں کی مالی ذمہ داری محدود ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۵۶) تجارتی ہنڈیوں کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ انھیں بغیر

سود وضع کیے بھنایا جائے اور اس غرض کے لیے کرنٹ اکاؤنٹ کا سرمایہ استعمال کیا جائے (صفحہ ١٥٩) حکومت ترقیاتی کاموں کے لیے عوام سے آمدنی (نفع) میں شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرے (صفحہ ١٥٣) یا خسارہ کی مالیات کا طریقہ اختیار کرے (صفحہ ١٥٤)

(٩) MOHAMMAD UZAIR. AN OUTLINE OF INTERESTLESS BANKING (21 pages) Raihan Publications. Karachi; Dacca. 1955.

غیر سودی بنک کاری کا مجوّزہ نقشہ مضاربت در مضاربت کے صحیح شرعی اصول پر مبنی ہے۔ البتہ مرکزی بنک کاری سے تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ کریڈٹ کی توسیع کے بارے میں ایک مخصوص نقطۂ نظر کی ترجمانی کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زرِ بنک یا کریڈٹ کے ذریعہ سرمایہ کاری نہیں کی جانی چاہیے۔ یہ نقطۂ نظر غیر عملی ہونے کی وجہ سے محلّ نظر ہے۔ صفحات ١٧-١٩ پر بین الاقوامی مالی تعلّقات پر مفید بحث ہے۔

(١٠) Dr. MOHMMAD ABDULLAH ALARABY. CONTEMPORARY BANKING TRANSACTIONS AND ISLAM'S

VIEWS THEREON.

Islamic Review, LONDON. May 1966. pp. 10-16.

Islamic Thought, Aligarh. July 1967. pp 10-43.

مقالہ کا بیشتر حصہ (اسلامک تھاٹ صفحات ١٠-٣٢) سود اور سودی نظام بنک کاری کے مفاسد سے متعلق ہے۔ اس کے بعد غیر سودی بنک کاری کا ایک اجمالی نقشہ تجویز کیا گیا ہے۔ (صفحات ٣٣-٣٤) عوام مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کریں گے۔ جسے، اپنے حصہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ کے ساتھ، بنک کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کرے گا۔ نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری کے سلسلہ میں شرعی احکام کے مطابق صحیح موقف اختیار کیا گیا ہے۔

باقی صفحات میں زکوٰۃ، بین الاقوامی بنک کاری اور بنکوں کو قومی ملکیت میں لینے کے مسئلہ سے تعرض کیا گیا ہے۔ صفحات ٤٠-٤٢ پر صنعتی، زرعی اور بچت کے مخصوص بنکوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ مگر بچت کے بنکوں کے سلسلہ میں ایک ایسی تجویز بھی پیش کی گئی ہے جو سود سے ملوّث ہے۔

(11) S. A. IRSHAD INTEREST FREE BANKING Orient Press of Pakistan. Karachi n.d. (100 pages)

مصنف کی مذکورہ بالا اُردو کتاب " بلا سود بنکاری " انگریزی کے جامہ میں۔

(١٢) S. HASANUZZAMAN 'INTEREST FREE CONSUMPTION LOANS AND CONSUMER BEHAVIOUR' in SOME ECONOMIC ASPECTS OF ISLAM. pp. 147–164

Um-ma Publishing House, Bahadurabad, Karachi 1964.

اس مقالہ میں اس سوال پر بحث کی گئی ہے کہ صَرف کے لیے قرضوں کی طلب پر شرح سود کے گھٹنے بڑھنے کا کیا اثر پڑتا ہے۔ مقالہ نگار نے واضح کیا ہے کہ یہ خیال کہ غیر سودی نظام میں صرف کے لیے (غیر سودی) قرضوں کی طلب لامحدود ہو جائے گی کسی علمی دلیل پر مبنی نہیں ہے کیوں کہ اس طلب کی تعیین میں شرح سود سے زیادہ موثر چند دوسرے سماجی اور اقتصادی عوامل ہیں۔

(ج) عربی

(١٣) الدکتور محمود ابوالسعود: خطوط رئیسیة فی الاقتصاد الاسلامی (٩٦ صفحات)

مطبعة معتوق اخوان، بیروت۔ ١٩٦٥ء

اگرچہ اس کتاب میں غیر سودی بنک کاری کے موضوع سے براہ راست تعرض نہیں کیا گیا ہے لیکن ہم اس کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ اس میں نظام زر کے بارے میں ایک مخصوص رائے ظاہر کی گئی ہے۔ مصنف کے نزدیک جدید معیشت کی اصل خرابی جو سود سے زیادہ بنیادی ہے یہ ہے کہ اس میں زر اس امتیاز کا حامل ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ اس کی قدر میں کوئی کمی نہیں ہوتی جب کہ تمام دوسری اشیاء کی قدر وقت گذرنے کے ساتھ گھٹتی ہے۔ اس بنیادی خرابی کی اصلاح اصول زکاۃ سے ممکن ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ زر پر ایسے محاصل عائد کیے جائیں کہ وقت گذرنے کے ساتھ اس کی قدر گھٹتی جائے (صفحہ ١٩) ان کے نزدیک زر کا اصل وظیفہ ذریعہ مبادلہ (MEDIUM OF EXCHANGE) کا کام کرنا ہے، نہ کہ ذخیرہ قدر (STORE OF VALUE) کا۔ موخرالذکر وظیفہ' زر فساد کی جڑ ہے۔ (صفحہ ٢٣؛ صفحات ٢٦-٢٧) اس فساد کے ازالہ کے لیے ذخیرہ کیے جانے والے زر پر محصول عائد کرنا ضروری ہے۔ اس کی ایک عملی شکل (STAMPED MONEY) رائج کرنا ہے۔ اس صورت میں جو شخص بھی، مثلاً دس روپے کے ایک نوٹ

کو مہینہ بھر اپنے پاس رکھے گا اسے آئندہ اس نوٹ کو استعمال کرنے کے لیے اس پر ایک مقررہ قیمت کا ٹکٹ چسپاں کرنا ہوگا۔ گویا جو زر گردش میں نہ رہے بلکہ ذخیرہ کر کے رکھا جائے اس پر ایک مقررہ ماہانہ شرح سے محصول عائد ہوگا۔ اس کے نتیجہ میں زر زیادہ تر گردش میں رہے گا۔ اس اصلاح کے بعد بنکوں کے وظائف خاصے بدل جائیں گے۔ عوام کی فاضل دولت بنکوں کے ذریعہ، نفع میں شرکت کے اصول پر، کاروباری افراد کو فراہم کی جاسکے گی (صفحہ ۵۱) کاروبار میں نقصان کے بارے میں صرف یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اس کا اندیشہ بہت کم ہو جائے گا۔ (صفحہ ۵۲)

(۱۴) الدکتور محمود ابو السعود: هل يمكن انشاء بنك اسلامي لا يقوم على الربا؟ (۲۰ صفحات) مكتبة المنار۔ کویت
(سن طبع درج نہیں ہے)

ڈاکٹر محمود ابو السعود ان چند ماہرین معاشیات و بنک کاری میں سے ہیں جو اس موضوع پر عرصہ سے سوچتے اور لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ مجلّہ المسلمون میں بھی سود کے موضوع پر آپ کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ کویت میں چند افراد نے ایک غیر سودی بنک کے قیام کے ضمن میں آپ سے بعض سوالات کیے تھے۔ یہ کتابچہ انہی سوالات کے جواب پر مشتمل ہے۔ جدید معیشت کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ کے مخصوص نظریہ کی وضاحت اوپر کی جا چکی ہے۔ اس کتابچہ میں آپ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جب تک وہ اصلاح نہ کی جائے گی نظام بنک کاری کو سود سے پاک کرنا دشوار رہے۔ سب سے بڑی دشواری قرض

کے سلسلہ میں پیش آتی ہے۔ اگر کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کرنے کی بنیاد نفع میں شرکت ہو تو مشکل یہ ہے کہ موجودہ قوانین بنکوں کے لیے براہ راست تجارتی کاروبار کرنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اس ممانعت کا مقصد کھاتہ داروں کے مفاد کا تحفظ ہے۔ آخر میں (صفحات ۱۸۔۱۹) انھوں نے تعاون کے اصول پر مبنی نظام تجویز کیا ہے مگر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ ادارہ "بنک" نہیں ہوگا بلکہ "سرمایہ کاری کی انجمن" ہوگا۔ اس نظام پر بھی انھوں نے کوئی تفصیلی روشنی نہیں ڈالی ہے۔

(۱۵) الدکتور محمد عبد اللہ العربی:

المعاملات المصرفية المعاصرة ورأي الاسلام فيه
(۴۵ صفحات)

مجلة الازهر ———— محرّم ۱۳۸۵/مئی ۱۹۶۵ء

مقالہ نگار کا مذکورہ بالا انگریزی مقالہ اسی عربی مقالہ کا ترجمہ ہے جو قاہرہ میں مجمع البحوث الاسلامیہ کی دوسری کانفرنس میں پیش کیا گیا تھا۔

(۱۶) الدکتور محمد عزیز[1]: عوامل النجاح في المصارف اللاربوية
(۳۲ صفحات)

مكتبة المنار۔ کویت۔ (سن طبع درج نہیں ہے)

اس مفید کتابچہ میں چار امور پر بحث کی گئی ہے: غیر سودی بنکوں کے لیے

---

[1] یہ غالباً محمد عزیز صاحب کے کسی مقالہ کا عربی ترجمہ ہے جس میں مذکورہ بالا انگریزی کتابچہ کے صفحات ۱۳۔۱۶ کی بحث کو مزید تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

سرمایہ کا حصول؛ ان بنکوں کے کھاتوں میں بچتوں کی رسد؛ کیا غیر سودی بنک کاری میں خسارہ کا اندیشہ زیادہ ہوگا؟ اور ان بنکوں کے حسابات کس طرح مرتّب کئے جائیں گے؟

یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ غیر سودی اسلامی معیشت میں رجحان صَرف موجودہ معیشت کے مقابلہ میں کم ہوگا لہٰذا بچت زیادہ ہوگی۔ (صفحہ ١٠) یہ رائے محلِ نظر ہے۔ اس سبب اور چند دوسرے اسباب کی بنا پر غیر سودی بنکوں کو سودی بنکوں کے مقابلہ میں سرمایہ کی رسد زیادہ ہوگی۔ (صفحہ ٢١) صفحات ٢٢، ٢٣ پر ایسے اقدامات کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے نتیجہ میں بنکوں کو عوام میں مقبولیت حاصل ہو اور وہ اس کے کھاتہ دار بننے پر آمادہ ہوں۔

صفحات ١٩، ٢٦ پر اس اہم موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ کیا معاصر سودی بنکوں کے مقابلہ میں غیر سودی بنکوں کو خسارہ کا امکان زیادہ ہوگا۔ عملی حالات کے تجزیہ اور علمی دلائل سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ شبہ بے بنیاد ہے۔ جدید صنعتی کاروبار ایسے سائنٹیفک طریقوں سے چلایا جاتا ہے کہ عملاً خسارہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ مزید براں ایک بنک متعدد کاروباری فریقوں کے کاروبار میں سرمایہ لگائے گا، کسی ایک فریق کو اگر نقصان بھی ہو تو بنک کو تمام کاروباری فریقوں سے مجموعی طور پر خسارہ اٹھانا لازم نہ آئے گا۔ جہاں تک تجارتی بحران کے سبب قیمتوں میں غیر معمولی کمی کے نتیجہ میں ہونے والے خسارہ کا سوال ہے اس سے سودی بنکوں کو بھی مفر نہیں لہٰذا دونوں نظاموں کے تقابلی مطالعہ میں وہ خارج از بحث ہے۔ البتہ غیر سودی نظام کے حق میں یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس کا

قیام تجارتی بحران کا امکان ختم کرنے میں مدد دے گا۔

آخری بحث (صفحات ٢٦-٣٣) نئے نظام میں حساب کتاب کے طریقہ سے متعلق ہے اور مفید تجاویز پر مشتمل ہے۔

یہ کتابچہ اس موضوع پر ایک اہم کام ہے، اگرچہ بنکوں کے کاروباری فریقوں کے خسارہ میں شرکت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضاربت کے صحیح شرعی احکام سامنے نہیں ہیں (صفحہ ٢٠، اور صفحہ ٢٣)

(١٧) اللجنة التحضيرية لمشروع بيت التمويل الكويتي:

(پوسٹ بکس ٢٨٥٧-کویت)

مشروع النظام الاساسی لبیت التمویل الکویتی (١٢ صفحات)

المطبعة العصرية-کویت

(سن طبع درج نہیں ہے) غالباً ١٩٦٧ء

چند برسوں سے کویت میں ایک غیر سودی بینک قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کوشش میں بعض ماہرین معاشیات اور علماء فقہ بھی شریک ہیں۔ یہ کتابچہ اس بینک کا مجوزہ دستور اساسی ہے جو غور و مشورہ کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ ١٩٦٩ء میں منعقد کی جانے والی ایک کانفرنس میں اسے آخری شکل دی جائے گی۔

یہ ادارہ کویت کے موجودہ قوانین کے تحت ایک جوائنٹ اسٹاک کمپنی کے طور پر قائم کیا جائے گا۔ تاسیس کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ غیر سودی بنیادوں پر بنک کے وظائف پورے کرے، خود نفع آور کاروبار کرے اور نفع آور

کاروبار میں غیر سودی بنیادوں پر سرمایہ لگائے (دفعہ ۴) اس کے قیام کے لیے دس دینار کے ایک لاکھ حصّے فروخت کر کے دس لاکھ دینار کا سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ کوئی ایک فرد پانچ ہزار سے زیادہ حصص کا مالک نہ ہو سکے گا۔ کمپنی کے جملہ امور کی انجام دہی آٹھ تا بارہ افراد پر مشتمل ایک انتظامی مجلس (بورڈ آف ڈائریکٹرس) کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ان افراد کا انتخاب حصہ داروں کی جمعیتِ عام کرے گی۔ مجلس کے ہر رکن کے لیے کم از کم ایک ہزار حصّوں کا مالک ہونا ضروری ہوگا۔

کمپنی کے حصّہ کی خریداری سے اس کے دستورِ اساسی اور مجلس انتظامی کے فیصلوں کو قبول کرنا لازم آئے گا۔ (دفعہ ۱۶)

عوام کے لیے یہ بینک دو قسم کے کھاتے کھولے گا۔ جو لوگ اپنا سرمایہ اس شرط پر جمع کریں کہ بینک ان کو نفع آور کاموں میں نہیں لگائے گا وہ اپنا سرمایہ کسی وقت بھی واپس لے سکیں گے۔ یہ کھاتہ کرنٹ اکاؤنٹ اور بچت کے عام کھاتوں کی طرح ہوگا (دفعہ ۵۷) جو لوگ بنک کو اپنے سرمایہ کے نفع آور استعمال کا حق تفویض کریں وہ کسی متعین اسکیم میں سرمایہ لگانے کی بھی ہدایت کر سکتے ہیں (دفعہ ۵۸) یہ سرمائے متعین مدّتوں کے لیے بھی جمع کیے جا سکتے ہیں اور بلا تعیین مدّت کے بھی مقررہ مدّت کے لیے سرمایہ جمع کرنے کی صورت میں یہ صراحت کرنی ہوگی کہ واپس لینے کے لیے کتنے عرصہ پہلے نوٹس دی جائے گی۔ وقت مقررہ سے پہلے سرمایہ واپس لینے کی درخواست مجلس انتظامی قبول کر سکتی ہے مگر ایسی صورت میں سال رواں کے منافع سے یا اس کے کسی حصّہ سے دستبردار ہونا

پڑے گا (دفعہ ۵۸)

یہ کمپنی ہر طرح کی اسکیموں میں سرمایہ لگا سکے گی مگر کسی ایک اسکیم میں اپنے مجموعی سرمایہ کے پانچ فی صد سے زیادہ سرمایہ نہ لگائے گی، نہ کسی وقت کل سرمایہ کے تیس فی صد سے زائد حصّہ کو طویل مدّت یا درمیانی مدّت کی اسکیموں میں لگائے گی (دفعہ ۶۳)۔ تجارتی، صنعتی اور زرعی کاروبار۔ معدنیات، بری، بحری اور فضائی نقل و حمل سے متعلق کاروبار، غیر منقولہ جائدادوں سے متعلق کاروبار، انشورنس وغیرہ سب اس کے دائرۂ کار میں داخل ہو سکیں گے (دفعات ۵ اور ۶)

یہ بینک پیدا آور اغراض کے لیے تھوڑی مدت کے چھوٹے قرضے دے گا جن پر کوئی سود یا حصّہ، نفع نہیں طلب کیا جائے گا۔ (دفعہ ۶۹)

کمپنی زکاۃ کا کھاتہ بھی کھولے گی جس میں حصہ دار، کھاتہ دار اور عام افراد اپنی زکاۃ جمع کر سکیں گے جسے شرعی مصارف پر صرف کیا جائے گا (دفعہ ۷۰)

کمپنی کے نفع کا حساب سالانہ ہوگا۔ نفع کے حساب کے وقت نفع آور غرض کے لیے جمع کیے جانے والے سرمایوں کو حصّہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ کے ساتھ شامل کر کے حساب کیا جائے گا۔ البتہ جب شرح نفع بیس فی صد سے زیادہ ہو تو حصّہ داروں کو ان کے سرمایہ پر مزید نفع دیا جا سکے گا جس کی آخری حد دس فی صد ہوگی۔ (دفعہ ۵۹)

نفع کی تقسیم سے متعلق دفعات یہ ہیں:۔

دفعہ ۷۷۔ مجموعی منافع (GROSS PROFITS) میں سے

کچھ فی صد حصہ، جس کی تعیین مجلس انتظامی کرے گی، کمپنی کے اثاثوں کی فرسودگی (DEPPRECIATION) کے عوض وضع کیا جائے گا۔

اسی طرح قانون محنت کاران کے تحت کمپنی پر لازم آنے والی مالی ذمہ داریاں پوری .... کرنے کے لیے منافع کا ایک حصہ علیحدہ کر لیا جائے گا جس کی تعیین جمعیتِ عام کرے گی۔

دفعہ ۷۸۔ خالص منافع (NET PROFITS) کی تقسیم درجِ ذیل طریقہ پر ہوگی۔

اوّلاً۔ — پندرہ فی صد ایک لازمی احتیاطی فنڈ میں منتقل کر دیا جائے گا۔

ثانیاً۔ — باقی میں سے دس فی صد اختیاری احتیاطی فنڈ میں رکھا جائے گا۔

ثالثاً۔ — پھر اس کے بعد (نفع میں سے) اس قدر رقم علیحدہ کر لی جائے گی۔ جو حصہ داروں کو نفع کا پہلا حصہ جس کی شرح پانچ فی صد ہوگی، دینے کے لیے درکار ہو۔

رابعاً — مذکورہ بالا حصے علیحدہ کرنے کے بعد ایک حصہ، جس کی نسبت جمعیتہ عام طے کرے گی اور جو باقی نفع میں سے دس فی صد سے زیادہ نہ ہوگا، مجلسِ انتظامی کے معاوضوں کے لیے مخصوص کیا جائے گا۔

خامساً — اس کے بعد جو نفع باقی بچے وہ مزید حصہ نفع کے طور پر.... حصہ داروں کے درمیان تقسیم پائے گا یا اگر مجلس انتظامی چاہے تو آئندہ سال کے حساب میں منتقل کر دیا جائے گا یا غیر معمولی احتیاطی فنڈ قائم کرنے میں استعمال کیا جائے گا یا کسی غیر معمولی خرچ کو پورا کرنے میں کام آئے گا۔

دفعہ ۸۰۔ احتیاطی فنڈ جمعیتہ عام کے فیصلوں کے مطابق استعمال کیا جائے گا۔ لازمی احتیاطی فنڈ کو حصہ داروں کے درمیان نہیں تقسیم کیا جا سکے گا۔ البتہ جن برسوں میں شرکت کے واقعی منافع حصہ داروں کے درمیان پانچ فی صد کی شرح سے نفع تقسیم کرنے کے متحمل نہ ہوں ان برسوں میں اس فنڈ کو انھیں اِس شرح کے مطابق نفع دینے کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔

اس دستور میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ کاروبار میں خسارہ ہو تو اسے کون برداشت کرے گا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ کویت کے متعلقہ قوانین میں اس امر کی صراحت ہوگی اور یہ کمپنی انہی قوانین کی پابند ہوگی۔ البتہ دفعہ ۸۰ سے یہ واضح ہے کہ نفع کی تقسیم کا اصول اس طرح وضع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نقصان کی تلافی نفع کے ایک حصہ کو روک کر قائم کیے جانے والے احتیاطی فنڈ سے ہو سکے اور عملاً کسی حصہ دار یا کھاتہ دار کو نقصان نہ برداشت کرنا پڑے۔ غیر معمولی نفع کی صورت میں حصہ داروں کو کھاتہ داروں سے زیادہ نفع مل سکے گا۔ ڈائریکٹرس کو بھی ان کی کاروباری خدمات کے پیشِ نظر خصوصی حصہ نفع کا مستحق قرار دیا گیا ہے، مگر یہ حصہ اسی صورت میں مل سکے گا جب احتیاطی فنڈ کے علاوہ حصہ داروں اور کھاتہ داروں کو ان کے سرمایوں پر پانچ فی صد کی شرح سے نفع دینے کے بعد بھی اس کی گنجائش باقی رہے۔

ایضاً مشروع بیت التمویل الکویتی۔ (۱۲ صفحات)

(مطبع اور سن طبع درج نہیں ہے)

اسی ادارہ کے جاری کردہ اس کتابچہ میں مذکورہ بالا اسکیم کا مختصر تعارف کراتے ہوئے اس کے محرکات بیان کئے گئے ہیں۔ صفحہ ۱۱ پر صراحت کی گئی ہے کہ اس بنک سے سرمایہ حاصل کرنے والے کاروباری فریقوں کے ساتھ بنک کے معاہدہ کی نوعیت "مضاربت" کی ہوگی، اور صفحہ ۱۰ پر یہ بتایا گیا ہے کہ بنک میں سرمایہ جمع کرنے والے افراد کی حیثیت بنک کے کاروبار میں شرکار کی ہوگی۔

ضمیمہ (۲)

فرہنگ اصطلاحات
اردو — انگریزی

GLOSSARY OF TECHNICAL TERMS
(URDU-ENGLISH)

ASSETS	اثاثہ (اثاثے)
SERVICE CHARGES	اُجرت خدمت
STABILITY	استقرار
GOODS	اشیاء
CONSUMPTION GOODS	اشیاء صَرف
CONSUMER GOODS	(سامان صَرف)
DURABLE CONSUMER GOODS	— پائدار اشیاء صرف
CAPITAL GAIN	اضافۂ اصل
INFLATION	افراطِ زر
INCOME	آمدنی
NATIONAL INCOME	— قومی آمدنی
MARKET	بازار
OPEN MARKET OPERATIONS	— کھلے بازار میں اقدام

بچت	SAVING
بچت کا رُجحان	PROPENSITY TO SAVE
بچت کار	SAVERS
بچت کے بینک	SAVING BANKS
بچت کے کھاتے	SAVINGS ACCOUNTS
بچت کی رسد	SUPPLY OF SAVINGS
بُحران	CRISIS
برآمد	EXPORT
بے روزگاری	UNEMPLOYMENT
بینک (بنک)	BANK
— تجارتی بینک	COMMERCIAL BANKS
— مرکزی بینک	CENTRAL BANK
بنک کاری	BANKING
پیداوار	PRODUCT
پیداواری عمل (پیداواری جدّ وجہد)	PRODUCTIVE ENTERPRISE
پیداواری صلاحیت	CAPACITY OF PRODUCTION
پیداآور	PRODUCTIVE
پیداآوری	PRODUCTIVITY
پیداکنندہ	PRODUCER

تجارتی چکّر	TRADE CYCLE
تجارتِ خارجہ	FOREIGN TRADE
تجارتی ہنڈی	BILL OF EXCHANGE
تخفیف	CONTRACTION
— کریڈٹ میں تخفیف	CONTRACTION OF CREDIT
تخلیق	CREATION
تخلیقِ زر	CREATION OF CREDIT CREATION OF MONEY
ترجیحِ نقد	LIQUIDITY PREFERENCE
ترغیبی اشتہار	PERSUASSIVE ADVERTISEMENT
تشخیصِ مالیت	ASSESSMENT OF NET WORTH
تفریطِ زر	DEELATION
توسیع	EXPANSION
— کریڈٹ میں توسیع	EXPANSION OF CREDIT
تمسّکات	SECURITIES
تمسّکات کا بازار	BILL MARKET
جاری حسابات	CURRENT ACCOUNTS
چک	CHEQUE
حصّہ	SHARE
— سرمایۂ حصص	SHARE CAPITAL

حصہ دار	SHARE HOLDER
حصص کا بازار	SHARE MARKET
— عام حصص	COMMON STOCK / EQUITY SHARES
خدمات	SERVICES
خسارہ (نقصان)	LOSS
خسارہ کی مالیات	DEFICIT FINANCING
خطر	RISK
خطر انگیزی	RISK BEARING
خطوطِ اعتماد	LETTERS OF CREDIT
در آمد	IMPORT
— درمیانی مالی ادارے	FINANCIAL INTERMEDIARIES
دولت	WEALTH
— محصولِ دولت	WEALTH TAX
دیوالیہ	BANKRUPT
ذمّہ داری	LIABILTY
— محدود ذمّہ داری	LIMITED LIABILITY
— غیر محدود ذمّہ داری	UNLIMITED LIABILITY
رُجحان	PROPENSITY
رُجحانِ صَرف	PROPENSITY TO CONSUME
رُجحانِ بچت	PROPENSITY TO SAVE
رسد	SUPPLY

روزگار	EMPLOYMENT
زائد از جمع رقم نکالنا	CVERDRAFT
زر	MONEY
زر کی بابت پالیسی	MONETARY POLICY
زرِ بنک	BANK MONEY
زر کی گردش کی رفتار	VELOCITY OF CIRCULATION OF MONEY
سٹہ بازی	SPECULATION
سرمایہ	CAPITAL
— سامانِ سرمایہ	CAPITAL GOODS
سرمایہ کاری (سرمایہ لگانا)	INVESTMENT
سماجی تحفّظ	'SOCIAL SECURITY
سماجی عدل	SOCIAL JUSTICE
سند	CERTIFICATE
سندِ ملکیت	TITLE OF OWNERSHIP
سود	INTEREST
— غیر سودی بنک کاری	INTEREST-FREE BANKING
صرف	CONSUMPTION
صارف	CONSUMER
صلاحیت ادائگی	ABILITY TO PAY

INDUSTRY	صنعت
SECURITY	ضمانت
LIABILITY	ضمان
DEMAND	طلب
AGGREGATE DEMAND	ـــ مجموعی طلب
EFFECTIVE DEMAND	طلب مؤثر
LONG TERM	طویل المیعاد
TIME DEPOSITS	طویل المیعاد کھاتے
UNCERTAINTY	عدم تیقن
SHORT RUN	عرصۂ مختصر
LONG RUN	عرصۂ طویل
DEMAND DEPOSITS	عندالطلب قابل واپسی کھاتے (عندالطلب کھاتے)
CALL LOANS	عندالطلب واجب الادا قرضے
SURPLUS BUDGET	فاضل مالیات کا طریقہ
WELFARE STATE	فلاحی ریاست
DEPRECIATION ALLOWANCE	فرسودگی کی منہائی
SHORT TERM	قصیر المیعاد
PUBLIC SECTOR	قومی دائرہ
ENTERPRISE	کاروبار

ENTREPRENEURSHIP	کاروباری جدوجہد
FIRM	کاروباری ادارہ
DEPOSIT	کھاتہ
DEPOSITOR	کھاتہ دار
DEPOSIT INSURANCE	کھاتوں کی تامین
CREDIT	کریڈٹ
CONTRACTION OF CREDIT	کریڈٹ میں تخفیف
EXPANS ION OF CREDIT	کریڈٹ کی توسیع
REVOLVING CREDIT	ـــ مسلسل جاری کریڈٹ
DEPPRESSION	کساد بازاری
RECESSION	کساد بازاری کا آغاز
CLASSICAL	کلاسیکی
ELASTICITY	لچک (تغیر پذیری)
ELASTIC	لچک دار
INELASTIC	ـــ بے لچک (کم لچک دار)
FINANCIAL	مالی
FINACIAL INSTITUTIONS	مالی ادارے
PUBLIC FINANCE	مالیاتِ عامّہ
FISCAL POLICY	مالیاتی پالیسی

FISCAL MEASURES	مالیات عامّہ سے متعلق اقدام
ASSESMENT OF NET WORTH	مالیت کی تشخیص
INCENTIVE	محرک
TAX	محصول
TAXES	محاصل
INCOME TAX	محصول آمدنی
INDIRECT TAXES	ــــ بالواسطہ محاصل
DIRECT TAXES	ــــ براہ راست محاصل
ECONOMICS	معاشیات (اقتصادیات)
ECONOMY	معیشت
PLAN	منصوبہ
PLANING	منصوبہ بندی
DISCOUNT	مِنہائی
PRIVATE	نجی
PRIVATE SECTOR	نجی دائرہ (کاروبار کا نجی دائرہ)
BORROWING RATIO	نسبتِ استقراض
LENDING RATIO	نسبتِ قرض
RESERVE RATIO	نسبتِ نقد محفوظ
PROFIT	نفع (منافع)
CASH	نقد
LIQUIDITY	نقدیت
FUNCTIONS	وظائف
BILL	ہُنڈی

مصنّف کی دُوسری کتابیں

اسلام کا نظامِ عدل
(ترجمہ العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام ۔ سید قطبؒ)
مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۱۹۶۰ء
اسلامک پبلی کیشنز ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۳ء

اسلام کا نظامِ محاصل
(ترجمہ کتاب الخراج ۔ قاضی ابو یوسفؒ)
مکتبہ چراغ راہ ۔ کراچی ۱۹۶۶ء

اسلام کا نظریۂ ملکیت
اسلامک پبلی کیشنز ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۷ء

شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول
مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۔ ۱۹۶۹ء

ECONOMIC ENTERPRISE IN ISLAM.
ادارہ معارف اسلامی ۔ کراچی (زیرِ طبع)

RECENT THEORIES OF PROFIT.
ایشیا پبلشنگ ہاؤس ۔ بمبئی (زیرِ طبع)

ZOME AZPECTS OF THE IZLAMIC ECONOMY
بورڈ آف اسلامک پبلی کیشنز ۔ دہلی (زیرِ طبع)